Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اُردو زبان کا ارتقا

Shah 4/12/76

[illegible]
مکتبہ علم و ادب (تاجران کتب)
ریڈ کراس روڈ۔ سرینگر کشمیر

ڈاکٹر شوکت سبزواری

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

قیمت :- گیارہ روپے

ناشر :- چمن بک ڈپو۔ اردو بازار دہلی

مطبوعہ :- سرود لیتھو پریس دہلی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

نذرِ عقیدت

بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں
جن کی
اُردو سے متعلق بے لوث ادبی اور لسانی خدمات نے میرے دل میں
اُردو کی لو لگا کر اس بے کس زبان کی صحیح اور سچی خدمت کی ایک
نئی اور روشن راہ دکھائی۔

شوکت سبزواری

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کتابیات

حسن مارہروی ۔ اُردو نثر کے نمونے ۲۲۔ شیام سندر داس ہندی بھاشا اور ساہتیہ

۱۔ اے سی ولنر مبادی پراکرت ۲۳۔ شیرانی محمود خاں پنجاب میں اُردو۔

۲۔ جھنڈارکر ولسن لسانی خطبات ۲۴۔ صفیر بلگرامی جلوۂ خضر

۳۔ بلاک (جولس) مرہٹی گرامر ۲۵۔ عبدالحق (بابائے اُردو) مقدمہ سب رس

۵۔ پلیٹس۔ ہندوستانی گرامر ۲۶۔ ,, ,, اُردو گرامر۔

۶۔ ,, فارسی گرامر ۲۷۔ کیلاگ ہندی گرامر پر دو طبع

۷۔ پی۔ ڈی۔ گنے مقدمہ تقابلی لسانیات ۲۸۔ گریرسن ہندوستانی زبانوں کا جائزہ۔

۸۔ ٹرمپ آدی گرنتھ۔ ترجمہ انگریزی ۲۹۔ ,, بہاری زبان کی سات گرامر۔

۹۔ ٹرنر نیپالی ڈکشنری ۳۰۔ میکس مولر سائنس آف لنیگوئج۔

۱۰۔ جان بیمز۔ جدید ہند آریائی زبانوں کی تقابلی گرامر ۳۱۔ ,, مقالات۔

۱۱۔ ,, ہندوستانی لسانیات کا خاکہ سہ جلد ۳۲ میکڈانل تاریخ ادب سنسکرت

۱۲۔ جانسن قدیم فارسی کی تاریخی گرامر ۳۳۔ لین پالی گرامر (دکھیائن۔)

۱۳ جرجی زیدان الفلسفۃ اللغویۃ ۳۴ وحید الدین سلیم۔ وضع اصطلاحات۔

۱۴۔ چٹرجی (سنیتی کمار) بنگالی کا آغاز و ارتقاء دو جلد۔ ۳۵۔ ہٹنے لسان و مطالعہ لسان

۱۵۔ ,, ,, ہند آریائی اور ہندی۔ ۳۶۔ ,, نمود و ارتقاء لسان۔

۱۶۔ دین محمد دستور پہلوی ۳۷۔ ,, سنسکرت گرامر۔

۱۷۔ دھیریندر ورما۔ ہندی بھاشا کا اتہاس۔ ۳۸۔ ویبر۔ تاریخ ادب ہند۔

۱۸۔ زور (محی الدین قادری) ہندوستانی لسانیات۔ ۳۹۔ ہری اودھ ہندی بھاشا اور اس کے ساہتیہ کا وکاس۔

۱۹۔ ,, ,, اُردو شہ پارے۔ ۴۰ ہنری سویٹ تاریخ لسان۔

۲۰۔ سکسینہ (بابو رام) اردو کا ارتقا۔ ۴۱۔ ہورنلے۔ گوڑین زبانوں کی تقابلی گرامر

۲۱۔ شمس اللہ قادری۔ اُردوئے قدیم۔

۲۲۔ ہندوستانی [illegible]

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

فہرست مطالب

حرفِ اوّل .. ..

تمہیدی

باب اول

زبانوں کے خاندان اور ان کے شجرے۔

(۱) زبانوں کی صوری تقسیم

(۲) زبانوں کی نسلی تقسیم۔

باب دوم

"ہندوپاک کی قدیم و جدید زبانیں۔

باب سوم

"ہندوپاک کی زبانوں کے رشتے اور اردو زبان۔
کا ماخذ"

تحقیقی

باب اول

"صوتی تبدیلیاں"

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) حرکات و علل

(۲) حروف صحیح

(۳) حروف مخلوط

باب دوم

"اخذ و اشتقاق"

(الف) تالیف الفاظ

۱۔ سابقے

۲۔ لاحقے

۳۔ فارسی لاحقے

(ب) ترکیب الفاظ

باب سوم

"اسماء، مانعہ"

(الف) جنس

(ب) عدد

(ج) اعرابی حالت

۱۔ فاعلی

۲۔ مفعول

۳۔ اضافی

۴۔ آلی یا سببی.

۵۔ مجروری

۶۔ ظرفی ۔

(د) صلات

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بابِ چہارم

"اسماء مطلقہ"

(۱) ضمیریں

(۲) اسماء اشارہ

۳۔ اسماء موصولہ

۴۔ حروف استفہام

(۵) کنایات

(۶) ظروف

(۷) اسماء اعداد

(۱) اعداد ترتیبی

(۲) اعداد توصیفی

(۳) عدد مکسور

(۸) حروف۔

باب پنجم

"افعال و مشتقات"

(۱) اصلی یا اولی مادے

(۲) وضعی یا ثانوی مادے۔

(۳) مصدر اور حاصل مصدر

(۴) تعدیہ

(۵) فعل معاون

(۶) مشتقات افعال

(۷) معروف و مجہول۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۸) افعال کا استعمال
(۹) صورتیں
(۱۰) افعال کی گردان ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

حرفِ اوّل

اردو کی ابتدا اور اس کے نشو و نما کے متعلق خصوصیت کے ساتھ اردو داں طبقے میں بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔ مسلمانوں کی ساختہ و پرداختہ زبان سمجھ کر کوئی اسے عہد شاہجہانی کی پیداوار بتاتا ہے۔ کوئی اس کی قدامت کے پیشِ نظر محمود غزنوی کی فتوحاتِ ہند سے اس کا رشتہ جوڑتا ہے اور کوئی اس سے پیچھے ہٹ کر محمد ابن قاسم کی فتح سندھ سے اس کی ولادت دکھاتا ہے۔ پہلے گروہ نے اس کا مولد دلّی کو ٹھہرایا تھا۔ دوسرے گروہ نے پنجاب سے اس کا خمیر اٹھایا۔ تیسرے گروہ نے اس کی آنول نال سندھ میں گڑھی ہوئی بتائی ایک اور گروہ ایسا جس نے دکن و گجرات میں پھلتا پھولتا دکھا کر اس کا پودا دکن کی سرزمین سے ہی اگایا۔

میرے خیال میں اردو کے آغاز سے متعلق اردو والوں کی یہ قیاس آرائیاں چنداں معیوب نہ تھیں اگر ان کی بنیاد علمی نظریوں پر استوار ہوتی۔ اردو کی ساخت، نشو و نما، تاریخی ارتقا سے اردو کے حسب و نسب کا کھوج لگایا جاتا۔ اردو کی قدیم و جدید ہم رشتہ بولیوں سے اردو کا مقابلہ کر کے اور خود اردو کی عہد بعہد تبدیلیوں کو سامنے رکھ کر طے کیا جاتا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کہ اُردو کا ان بولیوں سے کیا رشتہ ہے۔ اس کی ماں کون ہے۔ اور ماں جائی بہنیں کون سی ہیں۔ وہ کس کی نواسی ہے اور کس کی بھانجی ہے۔ لیکن مولانا محمود شیرانی مرحوم کے سوا کسی نے کبھی اُردو کے گہرے مطالعے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اُردو سے اُردو داں طبقے کی دلچسپی اس کے الفاظ (اور وہ بھی تہذیبی اور ادبی) تک محدود رہی۔ اُردو کے لباس، حسن و زیبائش، بناؤ سنگھار سے نظریں ہٹا کر اس کے گوشت پوست، وضع قطع یا خط و خال کا مطالعہ انہیں گوارا نہ ہوا اور اُردو میں فارسی و عربی الفاظ سے فریب کھا کر انھوں نے یہ عاجلانہ فیصلہ کر لیا کہ اُردو مسلمانوں کے عہد میں فارسی کی کوکھ سے پیدا ہوئی۔ میرے خیال میں اُردو کے سلسلے میں یہ پہلی اینٹ تھی جو کج رکھ دی گئی۔ اس پہ جو عمارت بلند ہوئی وہ آج تک کج چلی آرہی ہے۔

اُردو کا مسلمانوں سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ وہ مسلمانوں کی "ساختہ" نہ سہی پرداختہ ضرور ہے۔ عہد شاہجہانی تو اس کے شباب کا زمانہ تھا، شہاب الدین غوری جب فاتحانہ شان سے دہلی میں داخل ہوا تو اُردو مولانا آزاد مرحوم کے لفظوں میں دلی کی گلیوں میں گھٹنیوں چلتی تھی۔ مسلمانوں نے اُٹھا کر اسے سینے سے لگا یا۔ پال پوس کر چونچال بنایا۔ دل فریب ادائیں سکھائیں۔ مسلمانوں سے پہلے غوں غاں کرنا یا زیادہ سے زیادہ تتلا تتلا کر باتیں کرتا بچہ مسلمانوں کی آغوش تربیت میں پہنچ کر زبان کے جوہر دکھانے لگا۔ یہ مسلمانوں کی نگہداشت اور پرداخت کا اثر تھا۔ لیکن یہ سمجھنا کہ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مسلمانوں کی برصغیر ہند میں آمد سے پہلے اُردو کا وجود ہی نہ تھا۔ ہندو اور مسلمانوں کے میل جول نے اسے جنم دیا، کسی طرح بھی صحیح نہیں اُردو مسلمانوں کی اسی طرح پرداختہ ہے جس طرح فارسی، ترکی یا پنجابی اور سندھی وغیرہ زبانیں مسلمانوں کی پرداختہ ہیں۔ (اس حد تک نہ ہی جس حد تک اُردو ہے) اُردو کی طرح ان زبانوں کے تہذیبی اور ادبی الفاظ کا ایک بہت بڑا سرمایہ مسلمانوں کا عطیہ کردہ ہے جو مسلم قوم کے اثر اور تربیت کی غمازی کرتا ہے۔ اگر یہ زبانیں اس اثر، تربیت یا پرداخت کے باوجود مسلمانوں کی "ساختہ" نہیں سمجھی گئیں تو اُردو کس طرح مسلمانوں کی "ساختہ" سمجھی جاتی ہے یہ کم سے کم میری فہم ناقص سے باہر ہے۔

مولانا شیرانی مرحوم کا اُردو داں طبقہ کو شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اُنھوں نے غالباً اُردو میں سب سے پہلے اُردو کے چہرے سے نقاب اُٹھا کر اس کے خط و خال کا گہرا حکیمانہ مطالعہ کیا۔ اور پنجابی شیبانی، برج بھاشا سے اس کا مقابلہ کرکے اُردو داں طبقے کو تقابلی لسانیات کی ہلکی سی جھلک دکھائی، بلکہ اس لئے کہ اُردو جس خاندان سے ہے وہ بڑا پُرانا، بکھیر اور ہمہ گیر گھرانا ہے اس میں آریائی نسل کی تمام چھوٹی بڑی زبانیں شامل ہیں جو اپنی تاریخ رکھتی ہیں، ان کا ارتقا اور تسلسل ہے۔ اُردو کے پہلو بہ پہلو زمانے کے دریا میں بہتی ہوئی وہ ہم تک پہنچی ہیں، اُردو کا صحیح مقام، مولد، اور منشا متعین کرنے کے لئے صرف اتنا کافی نہ تھا کہ اس کی موجودہ شکل و صورت کا مقابلہ اس کی ہمسر بولیوں کے آج کے رنگ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

روپ سے کر دیا جائے اور بس۔ اس کے لئے پیچھے ہٹ کر یہ دیکھنا بھی ہے کہ اُردو کا قدیم رنگ کیا تھا۔ اس میں زمانے کی اُلٹ پھیر کے ساتھ عہد بہ عہد کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ اس کے ارتقائی مدارج کیا ہیں اور اس کی معاصر بولیوں کے ارتقائی منازل سے انہیں کیا نسبت ہے۔ لسانیات کی اصطلاح میں اِسے تاریخی گرامر کہتے ہیں۔ جب تک اُردو کی تاریخی گرامر واضح نہ ہو، جب تک اُردو کا مکمل لسانی تجزیہ کر کے اس کا عہد بہ عہد ارتقا نہ دکھایا جائے دوسری ہمسر زبانوں سے اس کا رشتہ ٹھیک ٹھیک دریافت نہیں ہو سکتا مولانا شیرانی مرحوم نے موجودہ اُردو کا مقابلہ موجودہ پنجابی سے کر کے یہ نتیجہ نکالنا چاہا تھا کہ اُردو نے پنجاب میں جنم لیا۔ اُردو پنجابی کی بیٹی ہے مگر یہ خیال صحیح نہیں تھا۔ اُردو اور پنجابی کی مشابہت تنہا اس امر کا ثبوت نہیں ہو سکتی کہ اُردو پنجابی کی بیٹی ہے۔ اس لئے کہ مشابہت ماں اور بیٹی ہی میں نہیں بلکہ دو ماں جائی بہنوں میں بھی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ طے کرنا کہ یہ مشابہت ماں بیٹی کی ہے یا بہن بہن کی اس وقت ممکن نہیں جب تک اُردو کے اوپر کے ارتقائی درجے ہمارے سامنے نہ ہوں اور ہم زبان کے قدیم و جدید صرفی، نحوی، اور صوتی سرمایہ کا پہلے اچھی طرح جائزہ نہ لے لیں۔

میں مدت سے اس فکر میں تھا کہ ہر قسم کے تعصبات سے الگ ہو کر اُردو کے لسانی ارتقا کا ایک ہلکا سا لیکن روشن خاکہ اُردو میں پیش کر دوں تاکہ اس کی روشنی میں اُردو داں طبقے کو اُردو کے حسب نسب اور مولد و منشا کے متعلق صحیح فیصلہ کرنے کا موقع مل سکے۔ چنانچہ اس مقصد سے میں نے ضروری مواد اِدھر اُدھر سے فراہم کرنا شروع کیا۔ لیکن جیسے جیسے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مواد فراہم ہوتا گیا۔ موضوع میں پھیلاؤ آتا چلا گیا اور آخر ایک طویل الذیل مقالہ اُردو کے ارتقا پر تیار ہو گیا۔ مقالے کی وسعت اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر میں نے مناسب سمجھا کہ اسے طبع کرا کر ڈی ۔ لٹ کے لئے پیش کر دوں۔ لیکن اتفاق سے اس کی طباعت کا فوری اور خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا غیر مطبوع مقالہ ڈی لٹ کے لئے پیش نہیں ہو سکتا تھا اس لئے بہ مجبوری ۔ پی ایچ ڈی کے لئے ۱۹۵۲ء میں اسے پیش کر دینا پڑا۔ یونیورسٹی نے ڈاکٹر مولوی عبدالحق ، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ، ڈاکٹر محی الدین قادری زور کو جو ملک کے ممتاز ادیب، زبان داں اور ماہرین لسانیات ہیں۔ مقالہ کا ممتحن مقرر کیا۔ اس کے متعلق فیصلہ ہوتے ہوتے پورا ایک سال بیت گیا۔ اس کی طباعت کے لئے دو سال اور انتظار کرنا پڑا۔ اب یہ مقالہ کسی قدر ضروری ترمیم اور نظر ثانی کے بعد قارئین کے سامنے ہے اس کی افادیت کے بارے میں وہ خود فیصلہ کریں گے۔

مقالہ میں اُردو زبان کا لسانی تجزیہ کر کے اس کا تاریخی ارتقا دکھایا گیا ہے اور قدیم زمانے سے لے کر آج تک کی عہد بہ عہد تبدیلیاں پیش کی گئیں ہیں۔ نیز افادہ اس کے ساتھ ایک مختصر مقدمہ بھی شامل ہے جس میں زبانوں کی تقسیم ان کے مختلف زمروں اور برصغیر کی قدیم وجدید بولیوں کے رشتوں پر کسی قدر تفصیل سے بحث کی گئی ہے تاکہ آئندہ مباحث کے لئے وہ ایک پس منظر کا کام دے اور ان کے سمجھنے میں اس سے مدد ملے ، اُردو کے آغاز اور اس کے ماخذ پر میں نے صرف چند سطروں پر اکتفا کیا ہے۔ جان بوجھ کر اس پر کوئی تفصیلی بحث نہیں کی اس لئے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں قارئین کے آزاد فیصلہ کو

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ی وجہ میں بھی متاثر کروں۔ پورا مقالہ پڑھنے کے بعد انہیں خود کوئی فیصلہ کرنا
چاہیے۔ مقالہ کی تیاری میں جن کتابوں، رسالوں اور مقالوں سے مدد لی گئی
ہے۔ ان کی تفصیل ہر چند افادے سے خالی نہ تھی۔ لیکن بعض حضرات
کے لئے شاید موجب تطویل ہوتی اس لئے آخر میں ضروری اور اہم ماخذ
کی فہرست دینا میں نے مناسب سمجھا۔ موضوع کچھ ایسا سنجیدہ اور جدید
میلانات کو دیکھتے ہوئے مجھے یہ دلچسپ تھا کہ وہ ایک بزرگوں کے علاوہ کسی سے
کوئی خاص مدد نہیں ملی، میں اپنے ان بزرگوں کا شکر گزار ہوں۔

شوکت سبزواری

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تمہیدی

باب اوّل

زبانوں کے خاندان اور اُن کے شعبے

زبانیں بے شمار ہیں جنہیں ماہر لسانیات نے بہت سے گروہوں، خاندانوں اور زمروں میں تقسیم کر دیا ہے۔ بے شمار اور نامحدود چیزوں کو اسی طرح شمار کیا جاتا ہے۔ عالم نباتات لاتعداد درختوں اور پودوں پر مشتمل تھا۔ جب ماہرین نباتات ان درختوں اور پودوں کا حصر و شمار نہ کر سکے تو انھوں نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ نباتات کسی کی خصوصیات کو دیکھ کر انہیں چھوٹے بڑے گھرانوں اور گروہوں میں بانٹ دیا۔ یہ دشوار اظاہر ہے اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک نباتات کا گہرا حکیمانہ مطالعہ نہ کیا جاتا۔ "ڈال ڈال" پتے پتے کا تجزیہ کر کے عمل نشوونما کا کھوج نہ لگایا جاتا۔ تقسیم کا دارو مدار تقابل اور تماثل پر ہے یہ عمل دونوں ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ تقابل کی صورت میں ان تمام صفات اور خصوصیات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جو ایک چیز کو دوسری سے ممتاز بناتی ہیں۔ تماثل میں مشترک صفات پہ نظر رہتی ہے جن چیزوں میں یہ صفات پائی جاتی ہیں ان کو ایک قسم قرار دے دیا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری قسم ہوتی ہے جس میں کچھ اور صفات پائی جاتی ہیں۔ یہ دونوں قسمیں ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ ان میں پائی جانے والی صفات جدا جدا ہیں۔ اس قسم کی صفات کو ممیزات کہتے ہیں۔ یہ ایک نوع کو دوسری سے ممتاز بناتی ہیں۔

دنیا کی زبانوں کو تقسیم کرنے کی طرف یہ دو صورتیں ہیں۔ ایک صوری (MOROHOLOGICAL) دوسری نسلی (GENEALOGICAL)

پہلی صورت میں زبانوں کی عام ترکیبی یا تشکیلی صفات کے پیش نظر زبانوں کے جدا جدا زمرے یا گروہ بنائے گئے۔ دوسری صورت میں پہلے زبان کی بناوٹ لفظوں کے اخذ و اشتقاق، صرفی و نحوی تغیرات کو دیکھا گیا۔ اس کے بعد ان زبانوں کو ایک خاندان میں رکھ دیا گیا۔ جن میں اشتقاق کے قاعدے، صرفی تغیرات، صوتی تبدیلیاں ایک جیسی تھیں اور جن کے لفظوں اور مادوں میں ایک بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی تھی۔ تقسیم کی یہ صورت بہت جامع ہے۔ مگر ساتھ ہی دشوار بھی ہے۔ اس سے ہم رشتہ زبانوں کا ایک خاندان تو بن جاتا ہے مگر ان میں صحیح رشتہ کا کھوج نہیں لگتا۔ اس کے لئے مزید جستجو کرنی پڑتی ہے۔ لفظوں کی بناوٹ اور اشتقاق کے اصولوں کو نئے سرے سے جانچنا اور زبان کے سرمائے کو کھنگالنا پڑتا ہے۔ ہر تغیر کی پوری تاریخ کے سامنے رکھنی ہوتی ہے تب کہیں جا کر دو زبانوں کے باہمی تعلق کا ٹھیک سراغ ملتا ہے۔ (۱) جن زبانوں کا ایک بڑا ذخیرہ ملتا جلتا نظر آتا ہو ان کو ایک خاندان یا قبیلہ قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس خاندان کی زبانوں میں سے

---

(۱) سائنس آف لینگویج جلد ا صفحہ ۳۰۲۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ذرا دشوار ہے جب تک ہمارے پاس واضح لسانی شہادتیں اس امر کی نہ ہوں کہ ان میں سے کوئی ایک عمر میں بڑی ہے اور اس نے اس خاندان کی دوسری کم عمر زبانوں کو جنم دیا ہے۔ اس پر آگے چل کر ہم کسی قدر تفصیل سے بحث کروں گا فی الحال یہ پیشِ نظر رہے کہ نسلی تقسیم ہمیں یہ بتاتی ہے کہ فلاں فلاں زبانیں ہم رشتہ ہیں۔ ان کا ایک خاندان ہے۔ انھیں ایک عرصہ تک ساتھ ساتھ ترقی کرنے، پھلنے پھولنے، ایک دوسرے پر اثر ڈالنے کا موقع ملا ہے۔

زبان ایک نامی اور ذی حیات چیز ہے، وہ دوسری نامی چیزوں کی طرح بڑھتی اور ترقی کرتی ہے۔ اس کی ترقی کا راستہ معین ہے۔ دنیا کی زبانیں باستثنا چند اسی راہ پر گامزن رہی ہیں، ماہرینِ لسانیات نے راہ ارتقا کی کچھ منزلیں مقرر کی ہیں، اور بتایا ہے کہ کون سی زبان اس وقت کس منزل میں ہے۔ چنانچہ ان منزلوں کو زبان کے ارتقا کے چار زینے قرار دیتے ہیں۔ (۱) ارتقا کی راہ اور اس کی چار منزلوں کا علم آپ کو صوری تقسیم سے ہوگا۔

زبانوں کی صوری تقسیم (۱)

زبانیں لفظوں سے بنتی ہیں، یہ الفاظ بامعنی ہوتے ہیں۔ بامعنی لفظوں کو ترتیب دے کر جملہ بنایا جاتا ہے۔ مختلف زبانوں میں الفاظ کی ترکیب مختلف ہوتی ہے۔ بعض زبانوں میں یہ الفاظ برابر برابر رکھ دیے جاتے ہیں۔

(۱) ہندوستانی لسانیات کا ایک خاکہ باب سوم۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اور بعض میں ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ پہلی صورت میں پہلو بہ پہلو رکھے ہوئے الفاظ الگ الگ رہتے ہیں، دوسری صورت میں باہم گھل مل جاتے ہیں۔ پہلی صورت زبان کی ابتدائی حالت ہے۔ اسے ارتقا کی اولین منزل کہنا چاہیے۔ اس منزل میں زبان کے سارے الفاظ ایک سی حیثیت کے ہوتے ہیں۔ (۲) ان میں اسم، فعل، حرف وغیرہ کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لفظوں کے آگے پیچھے کرنے سے نئے نئے مفہوم پیدا کر لیے جاتے ہیں۔ چینی زبان اسی منزل میں ہے۔ اس میں ہر لفظ بامعنی اور مستقل ہے۔ اگر یہ کہنا چاہیں کہ مرد نے لکڑی سے قتل کیا تو یوں کہیں گے (۳) شا جن تا اے تنغ، مرد نے قتل کیا، لکڑی استعمال کی۔ "کو تشنغ" کے معنی ہیں ملک میں۔ اس "میں" کے لیے جو لفظ استعمال ہوا (۴) وہ "تشنغ" ہے جس کے اصلی اور حقیقی معنی ہیں "وسط اور درمیان"۔ "شنگ پیکن لائی" پیکن سے "شنگ" جب علیحدہ استعمال ہوتا ہے تو پیچھے چلنے کے معنی دیتا ہے اور "لائی" کے معنی ہیں آنا۔ چینی زبان میں زمانہ اور فعلی حالتوں کو بھی مختلف بامعنی الفاظ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً "تسیو"۔ "لیاؤ" "چلنا ختم" یعنی چلا گیا ہے۔ "کی تسیو" (کر چکا ختم چلنا) یعنی چلا گیا ہے "یاؤ" (خواہش چلنا) یعنی چلے گا۔ (۱)

اختلاط کی صورت میں لفظوں کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ اصلی

---

(۱) ایضاً

(۲) الفلسفۃ اللغویہ صفحہ ۱، سائنس ۲۳۲

(۳) الفلسفہ صفحہ ۴۳

(۴) الفلسفہ صفحہ ۴۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

لفظ جس میں دوسرے الفاظ ملا کر اس سے طرح طرح کے مشتقات وضع کئے جاتے ہیں مادہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ جو اس مادے کو نئی نئی صورتیں عطا کرتے ہیں علامات اشتقاق کہلاتے (۲) ابتدا میں علامات اشتقاق اپنی جگہ با معنی ہوتی ہیں لیکن امتداد زمانہ اور کثرت استعمال کے زیر اثر گھس گھسا کر جب ان کی شکل کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے تو ان کے اصل معنی بھلا دیئے جاتے ہیں اور ان کا کام یہ رہ جاتا ہے کہ وہ مادوں کو نئے نئے معنی دیں۔ ارتقاء زبان کا یہ دوسرا دور ہے۔

اس دور کی واضح مثال ترکی ہے۔ ترکی میں علامات اشتقاق بہت ہیں۔ یہ علامتیں اصل لفظ کے آخر یا اول میں جوڑی جاتی ہیں اور نیا با معنی لفظ تیار کر لیا جاتا ہے۔ انہی کی چار مثالیں ملاحظہ فرمائیں "یازمق" کے معنی ہیں لکھنا۔ اگر اس سے ماضی مطلق بنانا چاہیں تو "مق" علامت المصادر ہٹا کر اس کے آخر میں "دی" (جو خود بے معنی ہے) اضافہ کر دیں گے اور اس طرح کہیں گے "یازدی" (اس نے لکھا) اور اگر ماضی بعید بنانا چاہیں تو "دیدی" اور بڑھا دیں گے۔ "یازدی دیدی" (اس نے لکھا تھا) جمع کے لئے "لر" اضافہ کر دیا جائے گا۔ "یازدی لر دیدی" یازدی دیدی لر (ان سب نے لکھا تھا) نفی کے لئے "دی" پر "م" بڑھا دیا جائے گا "یازمدیلر دیدی" (ان سب نے نہیں لکھا تھا) اسی طرح مختلف معانی و مطالب پیدا کرنے کے لئے علامتیں بڑھاتے چلے جائیں گے۔

---

(۱) لسانیات کا خاکہ باب سوم۔

(۲) سائنس صفحہ ۔ ۲۵ ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"آہ" بمعنی "کو" یا "تک"، "ادن" بمعنی "سے"۔ "اد" بمعنی "مکان"، "اداہ" (ایک مکان تک)، "ادون" (ایک مکان سے) اس پر "لر" علامات جمع اضافہ کیجئے "ادلراہ" (مکانوں تک یا کو)، "ادلرون" (مکانوں سے)، اگر اس کے آخر میں "م"، اور بڑھا دیں جس کے معنی ہیں "میرا"، تو یہ فقرہ یوں ہو گا "ادلرم دنا"، اور اس کا تجزیہ اس طرح کیا جائے گا۔ اد (مکان) لر (بہت سے) م (میرے) دن (سے)، یعنی میرے مکانات سے (۱)

ان مثالوں سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ الفاظ سب ملے جلے ہیں جیسے مرکبات کی طرح الگ الگ نہیں۔ دوسرے، ایک لفظ اصلی اور بامعنی ہے اور بقیہ الفاظ تعمیری اور اپنی جگہ بے معنی ہیں۔ تیسرے علامات کے بڑھانے سے اصل لفظ کے روپ میں کوئی تغیر نہیں ہوا وہ جیسے پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے۔ چوتھے الفاظ و علامات کا اختلاط ایسا نہیں جس سے ان کو ایک دوسرے سے ممتاز نہ کیا جا سکے۔

اختلاط کی ایک شکل اور بھی ہے اور وہ زیادہ مکمل ہے۔ اس میں الفاظ اور علامات کچھ اس طرح گھل مل جاتی ہیں کہ ان کے درمیان سے امتیاز اٹھ جاتا ہے۔ علامات اضافہ کرنے کے بعد اصلی لفظ کی شکل و صورت اکثر بدل جاتی ہے اور کبھی مل ملا کر دونوں ایک نئے روپ، نئی شکل، اور نئی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یہ ارتقا کی تیسری کڑی ہے۔

(۱) اس نوع کے اختلاط الفاظ کو لسانیات میں تصریف دگردان کہتے ہیں۔ اور جن زبانوں میں ترکیب کی یہ شکل رائج ہے وہ منصرف

---

(۱) خاکہ باب سوم۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کہلاتی ہیں۔ دنیا کی زبانوں کے دو بڑے قبیلے یعنی "آریائی" اور "سامی" ارتقا کی اسی منزل میں ہیں۔ اس کو چند مثالوں سے ذہن نشین کیجئے سنسکرت میں "اسمی" کے معنی ہیں "میں ہوں" یہ دو لفظوں یا ایک لفظ اور ایک حرف سے بنا ہے "اس" (ہونا) اور "می" (میں)، جبکہ "اس" اپنی اصلی شکل میں ہے لیکن "می" صورت بدل چکا ہے۔ یہ اپنی اس صورت میں تنہا مستقل نہیں۔ یونانی میں یہ فقرہ "ای می" ہے اس میں دونوں لفظوں کی شکل بدل گئی ہے "اس" (ہونا) جو سنسکرت اس کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اب یونانی میں مستقل نہیں، "می" کا استعمال بھی فعل سے الگ نہیں دیکھا گیا۔ لاطینی میں اس فقرے کی شکل بالکل بدلی ہوئی ہے "سم" (میں ہوں) اس میں "اس" کا "س" اور "می" کا "م" رہ گیا ہے انگریزی "am" کا حال بھی یہی ہے۔ M تو "می" کا مخفف ہے اور A سنسکرت "اس" سے تراش تراشا کر وجود میں آیا ہے۔ یہ دونوں اپنی موجودہ صورت میں تنہا انگریزی میں مستقل نہیں (۲)۔

عربی "ولن" (ہرگز نہیں)، "لا" اور "ان" سے مرکب ہے۔ دونوں لفظوں نے میل ملاپ کے لئے اپنا اپنا چولا بدل دیا ہے۔ "لا" نے اپنا آخری حرف یعنی "الف" اور "ان" نے شروع کا حرف اس تال میل کی نذر کر دیا۔ تنہا "ل" اور "ن" عربی میں دیکھے نہیں گئے۔ "فعلت" (تو نے کیا)، اور "تفعل" (تو کرتا ہے)، "فعل" اور "انت" سے مرکب ہیں (فعل × انت =

---

(۱) سائنس جلد ۱ صفحہ ۳۳۱

(۲) مثالیں ہمیز اور دھیٹنی کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

فعلت۔ انت + فعل = تفعل) ان دونوں فعلوں میں 'فعل' تو صرف اتنا بدلا کہ ماضی میں ترکیب کے بعد اس کے آخر کا زبر جاتا رہا اور مضارع میں پیش سے بدل گیا۔ مگر 'انت' کٹ کٹا کر بالکل لنڈورا ہو گیا۔ یہ کرشمے تصریف کے ہیں جو تمام متصرفہ زبانوں میں بھان متی کا سا کھیل دکھاتی ہے (۱)

اس سلسلہ کی ایک چوتھی کڑی بھی ہے (۲) تصریفی دور میں الفاظ اتنے گھل مل جاتے ہیں کہ اصل لفظ یعنی مادے اور اشتقاقی علامت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اس لئے کچھ عرصے کے بعد بولنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ لفظ دو یا دو سے زیادہ لفظوں سے بنا ہے۔ وہ اس مرکب کو بسیط سمجھ کر کوئی اشتقاقی علامت بطور سابقہ یا لاحقہ اس میں جوڑ دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ علامت کلمے سے الگ ہوتی ہے اور واضح طور پر اس سے الگ نظر آتی ہے۔

انگریزی فعل حال GOES یا GOETH مرکب ہے GO (جانا) اور S یا TH (وہ) سے۔ لیکن اب انگریزی بولنے والے عوام اس فعل کو بسیط سمجھتے ہیں اور 'وہ' کا مفہوم ادا کرنے کے لئے اس کے شروع میں HE (وہ) بڑھا کر (HE GOES) (وہ جاتا ہے) کہتے ہیں۔ اس میں دو کلمے ہیں، دونوں مستقل ہیں اور دونوں جدا جدا مفہوم ادا کر رہے ہیں (۳) سنسکرت میں مستقبل کے لئے مادے کے آخر میں स्य (سیئ) بڑھا دیا جاتا ہے۔ مثلاً دا (دینا) سے (داسیتی) (وہ دے گا) یہ فعل بہت کچھ تبدیلیوں کے بعد

---

(۱) یہ مثالیں فلسفہ سے لی گئی ہیں۔

(۲) ہسٹری آف لینگویج ہنری سویٹ صفحہ ۴۸

(۳) خاکہ باب سوم۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اُردو میں دے ہوا۔ ڈاکٹر بھنڈارکر نے ان تبدیلیوں کی مختلف کڑیاں یوں بتائی ہیں۔ داسیتی، داستی، داسنی۔ دائی اور دے (۱) اب دے میں کوئی حرف یا علامت اشتقاق نہیں جس سے زمانہ استقبال سمجھا جا سکے۔ اس لئے اُردو بولنے والے "گا" علامت استقبال بڑھا کر "دے گا" کہتے ہیں "دے گا" دو کلموں سے مرکب ہے (دے + گا) اور دونوں اپنی جگہ مستقل اور آزاد ہیں۔

یہ چار ارتقائی کڑیاں ہوئیں۔ میکس مولر نے پہلی تین کڑیوں کا ذکر کیا ہے۔ چوتھی کو انہوں نے تیسری سے الگ نہیں سمجھا (۲)۔ ان میں سے پہلی کڑی اصلی یا بنیادی دور (RADICL STAGE) کے نام سے موسوم ہے۔ جان بیمز اسے ترکیبی یا نحوی COLLOCATIONAL OR SYNTACTICAL کہتے ہیں (۳)۔ کچھ عالموں نے احادی المقطع (MONOSYLLABIC) یا انفرادی (ISOLATING) کے نام سے یاد کیا ہے۔ قدیم چینی زبان اس دور میں ہے۔ دوسرے دور کا نام میکس مولر اختتامی (TERMINATIVE) تجویز کرتے ہیں۔ بیمز وغیرہ ماہرین لسانیات التصاقی یا اتصالی (AGGLUTINATIVE) بتاتے ہیں۔ اور آریائی نسل کی قدیم و جدید زبانوں کو چھوڑ کر دنیا کی تقریباً سبھی زبانیں ارتقا کے دوسرے دور میں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں اور اہم زبان

---

(۱) ولسن لیکچرز صفحہ ۱۲

(۲) سائنس جلد ا صفحہ ۳۷۱

(۳) خاکہ باب سوم

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ترکی یا قسطنطنیہ کی عثمانلی ہے۔ سامی اور آریائی زبانیں تعریفی INFLEC-TIONAL دور میں ہیں۔ انگریزی، فرانسیسی، اردو وغیرہ جدید زبانیں تحلیلی ANALYTICAL ہیں۔

ہندوستان کی غیر آریائی زبانیں، گونڈ، بھیل، کول، تامل، تیلگو، ملیالم، کنڑی، تابلیغی ہیں۔ جدید آریائی زبانوں میں سے بنگالی، آسامی، اڑیا اور گجراتی اشتقاقی یا تعریفی ہیں۔ سندھی، پنجابی، مرہٹی، بین بین ہیں۔ اردو تحلیلی ہے۔

یہ تقسیم جہاں زبانوں کی گروہ بندی کرتی ہے۔ وہاں اس سے ارتقائے لسان کی مختلف منزلوں کو نشاندہی بھی ہو جاتی ہے۔ دور اول کی زبانوں میں ذیل کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

(۱) مرکب کا ہر لفظ جدا، آزاد اور مستقل ہوتا ہے۔

(۲) ہر لفظ اپنی جگہ بامعنی ہوتا ہے۔

(۳) ترکیب کے بعد مرکب کی شکل و صورت میں کوئی تغیر یا تبدل نہیں ہوتا۔

(۴) الفاظ پہلو بہ پہلو رکھے ہوتے ہیں۔ یہ ترکیب ہے اس لئے یہ زبانیں ترکیبی کہلاتی ہیں۔

دوسرے دور کی زبانیں کسی زمانے میں دور اول میں تھیں۔ ان کے تمام الفاظ ایک حیثیت کے تھے اور سب اپنی جگہ بامعنی تھے۔ کوئی نیا مفہوم پیدا کرنے کے لئے ان الفاظ کو پہلو بہ پہلو رکھ دیا جاتا تھا۔ مگر امتداد زمانہ سے کچھ الفاظ گھس گھسا گئے اور ان کا اصل مفہوم فراموش ہو گیا۔ وہ صرف اس کام کے رہ گئے کہ کسی دوسرے لفظ کے آگے یا پیچھے رکھ دیئے جائیں اور ان سے نیا مفہوم پیدا کر لیا جائے۔ اس منزل میں پہنچکر غالبًا زبان کے ذخیرہ الفاظ میں یہ فرق کیا گیا کہ ان میں سے کچھ اصل ہیں اور کچھ تعمیری (۱) اس دور کی چند اہم

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) مادہ ہمیشہ واضح اور نمایاں رہتا ہے۔ وہ کبھی اپنی صورت نہیں بدلتا۔

(۲) تعمیری یا تشکیلی الفاظ عام طور پر بطور لاحقہ مادوں کے آخر میں جوڑے جاتے ہیں۔

(۳) لاحقوں کی حرکت میں ایک خاص قسم کی لچک ہوتی ہے، مادوں کی مناسبت سے یہ حرکتیں بدلتی رہتی ہیں۔ ترکی میں حرکتیں دو طرح کی ہیں۔ کھڑی اور پڑی۔ مادے کی حرکت اگر کھڑی ہے تو لاحقے کی حرکت بھی کھڑی ہوگی اور پڑی کے ساتھ پڑی۔ مثلاً "او" کے ساتھ علامت جمع 'لر' آئے گی۔ اولر (مکانات) اور 'آت' (گھوڑا) کے ساتھ یہ علامت 'لر' ہو جائے گی۔ 'اتلر' (گھوڑے)۔

(۴) الفاظ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ یہ زبانیں تالیفی یا الصاقی کہلاتی ہیں (۲)

تیسری منزل میں تالیف تصریف کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔ فقرے کے تالیفی اجزا ایک دوسرے میں پیوست ہو کر ایک وحدانی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور عمل نحت کے زیر اثر ان کی صورت اتنی بگڑ جاتی ہے کہ یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان میں سے مادہ کون سا ہے اور لاحقہ کیا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں اوپر آ چکی ہیں۔ دو ایک اور ملاحظہ فرمائیں، 'ہوں' (واحد متکلم) اور 'ہیں' (جمع متکلم) کون کہہ سکتا ہے کہ مرکب کلمے ہیں جو "ہو" (فعل) اور "اُں" (ضمیر واحد متکلم)، اور 'ایں' (ضمیر جمع) سے بنے ہیں۔ "اُں" اصل میں "ام" تھا۔

---

(۱) سائنس جلد ۱ صفحہ ۳۴۰

(۲) ایضاً صفحہ ۳۳۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

پالی میں یہ صیغہ "ہیومی" (۱) ہے اور پہلوی (۲) میں "ہواِسم" "ین" علامت جمع اسم کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔ جیسے کتابیں، عورتیں وغیرہ۔ اس دور کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) ترکیب کی حالت میں مادہ اور تعمیری الفاظ مل جل کر ایک ہو جاتے ہیں۔

(۲) مادے اور تعمیری لفظ کی شکل وصورت ترکیب کے بعد کسی قدر بدل جاتی ہے۔ دور اوّلی میں عمل نحت نہیں ہوتا دور دوم میں یہ عمل صرف تعمیری جز یعنی لاحقے پر اپنا اثر دکھلاتا ہے۔ تیسرے دور میں مادہ اور لاحقہ دونوں اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ (۳)

یہ تینوں دور ارتقا کے نہیں بلکہ تخریب کے دور ہیں۔ عمل نحت یا تخریب صوتی کی توڑ پھوڑ اور شکست وریخت ان کا باعث بنی ہے جو نئے دور سے تعمیر نو کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ہنری سویٹ نے تالیف کو ایک دوراہہ فرض کیا ہے۔ جہاں سے ایک راستہ تصریف تک جاتا ہے اور ایک بٹیا پیچھے کی طرف مڑ جاتی ہے۔ جو چلنے والے کو اولین اور ابتدائی منزل تک لے جاتی ہے۔ وہ وہی منزل ہے جہاں سے وہ روانہ تھا۔ ان کا بیان ہے کہ تالیف کی حدوں سے گزر نے کے بعد جو زبانیں آگے بڑھ جاتی ہیں وہ تصریف تک پہنچ جاتی ہیں اور جو مڑ کر چھوٹی بٹیا پر پڑ جاتی ہیں۔ وہ ابتدائی دور میں داخل ہو جاتی ہیں۔ (۱) یہ خیال ذیل

---

(۱) پالی گرامر صفحہ ۱۲۱

(۲) دستور پہلوی صفحہ ۱۳۰

(۳) سائنس جلد ا صفحہ ۲۴۱

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کی شکل سے بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔

بنیادی

تحلیلی تالیفی

تصریفی

۲

زبانوں کی نسلی تقسیم

زبانوں کی ارتقائی تاریخ میں یہ تقسیم بہت اہم ہے۔ اس سے زبانوں کے قریبی رشتوں کا پتہ چلتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ زبانوں کے مختلف طبقات میں کسی ایک زبان کا مقام کیا ہے۔

(۱) ہسٹری آف لنگویج صفحہ ۱۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

زبانوں کی نسلی تقسیم کے لئے ضروری ہے کہ مختلف زبانوں کے صرفی واشتقاقی تغیرات کے اصول و قواعد کا تقابلی مطالعہ کیا جائے۔ یہ مطالعہ ان صوتی قوانین کی روشنی میں ہوتا ہے جو حروف کے باہمی تبادل میں کارفرما ہیں (۱)

غیر ترقی یافتہ زبانوں کا تقابلی مطالعہ بہت کم ہوا ہے۔ ترقی یافتہ زبانوں میں سے کسی صحیح معنی میں صرف تین سے وہ کی تقریبًا زبانوں کا سرمایہ دو قسم کے الفاظ پر مشتمل ہے (۲) اصلی (RADICAL) اور تعمیری (FORMAL) تقابلی مطالعہ میں دونوں قسم کے الفاظ پیش نظر رہنے چاہیں۔ لیکن ان میں تعمیری الفاظ زیادہ اہم ہیں۔ میکس مولر کے نزدیک نسلی تقسیم کی بنیاد ہی زبان کے تعمیری عنصر پر قائم ہیں۔ (۳) لیکن جن زبانوں نے اپنی اصل سے الگ ہوجانے کے بعد کچھ ترقی کرلی ہے۔ ان کا دوسری زبانوں سے رشتہ صرف اصلی الفاظ کی بنیاد پر ہی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ ان اصلی اور بنیادی الفاظ میں بھی ذیل کی چیزیں اہم ہیں۔ (۴)

(۱) قریبی رشتہ بتانے والے اسمار جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ۔

(۲) اسماء اعداد۔ ایک، دو وغیرہ۔

(۳) ضمیریں، اشارات، موصولات۔

(۴) روزانہ کی عام ضرورتوں پر دلالت کرنے والے افعال جیسے کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ۔

---

(۱) سائنس جلد ا صفحہ ۱۹۵ (۲) سائنس جلد ا صفحہ ۲۵۰ (۳) ایضًا صفحہ ۱۹۹
(۴) سائنس صفحہ ۲۰۱ و فلسفہ ا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مشرقی زبانوں کے دو بڑے خاندان ہیں (۱) "سامی" اور (۲) "ہند آریائی" پھر یہ دو خاندان چھوٹے بڑے بہت سے کنبوں اور گھرانوں پر مشتمل ہیں۔ "سامی" خاندان میں زبانوں کے تین بڑے گھرانے ہیں۔

(۱) "ارامی":- یہ شام، عراق، قدیم بابل اور نینوا کی زبان تھی۔ اس کی دو بولیاں ہیں۔ "سریانی" اور "کلدانی" ان بولیوں میں خفیف سا فرق ہے۔ "جرجی زیدان" کا بیان ہے (۲) کہ بابل کی قدیم زبان اول اول آرامی کہلاتی تھی۔ کچھ مدت کے بعد جب یہ بدل گئی تو اس کا نام "کلدانی" ہوا اس کے بعد یہی "سریانی" کہلائی۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک "غربی سریانی" دوسرے "شرقی سریانی"۔ قدیم ارامی میں لکھے ہوئے کتبے "بابل" اور "اشور" کے کھنڈروں میں ملتے ہیں۔

(۲) "عبرانی":- "یہود" کی مقدس اور مذہبی زبان ہے ان کے مذہبی نوشتے اسی زبان میں ہیں۔ اس کی بھی دو شاخیں ہیں۔ "فنیقی" اور "قرطاجنی" یہ دونوں شاخیں اب مردہ ہو چکی ہیں۔

(۳) "عربی":- یہ "سامی" خاندان کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ زبان ہے۔ اسلام سے پہلے یہ جزیرہ نمائے عرب کی زبان تھی۔ لیکن اسلام کے بعد یہ دور دور تک پھیلتی چلی گئی اور وسط ہند سے لیکر جبل الطارق تک اور بحر اسود سے بحر عرب تک بولی اور سمجھی جانے لگی۔ حبشے کی قدیم زبان عربی ہی کی ایک شاخ تھی (۳) یہ زبان حبشیوں کی مذہبی کتابوں میں محفوظ ہے، ان کی موجودہ بول چال کی زبان "امہری" ہے۔ مشہور مستشرق

---

(۱) سائنس جلد ا لکچر ۵ (۲) سائنس صفحہ ۳۲ (۳) فلسفہ صفحہ ۱۲۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ڈاکٹر لاٹنز نے شمالی افریقہ کی بربر بولیوں اور مصر کی قدیم زبان کو بھی اسی خاندان میں شمار کیا ہے (۱)۔ میکس مولر کے خیال میں یہ امر ابھی مزید بحث و جستجو کا محتاج ہے۔

اس خاندان کی خصوصیات حسب ذیل ہیں (۲)

(الف) ان زبانوں میں اصل الفاظ یعنی مادے سہ حرفی ہوتے ہیں۔

(ب) اکثر الفاظ ان مادوں سے اس طرح بنتے ہیں کہ مادوں کی حرکات بدل جاتی ہیں اور اصل حروف بدستور جوں کے توں رہتے ہیں۔

(ج) اسمار کی اعرابی حالتیں محض حرکات کے تغیر سے ظاہر کی جاتی ہیں۔ اسے مثال سے سمجھیے۔ قتل عربی مادہ ہے اس سے حسب ذیل صیغے بنتے ہیں۔ قَتَلَ (اس نے قتل کیا) قُتِلَ (وہ قتل کیا گیا) قَتَّلَ (مار ڈالا) قِتْلٌ (دشمنی) قَتَلَۃٌ (بہت سے قاتل) قَاتِلٌ (قتل کرنے والا) قَتِیْلٌ (مقتول) قتل الرجل المراۃ بالسکین (مرد نے عورت کو چھری سے مار ڈالا) اس جملے میں فاعلی حالت ُ سے اور مفعولی کو َ سے اور اضافی کو ِ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

ہند یورپی خاندان سب سے بڑا ہے۔ یورپ اور ایشیا کی اکثر بڑی اور اہم زبانیں اس میں شامل ہیں۔ یہ حسب ذیل آٹھ گھرانوں پر مشتمل ہے۔

---

(۱) بحوالہ سائنس جلد ا صفحہ ۳۲۶

(۲) فلسفہ صفحہ ۱۶ و سائنس صفحہ ۳۲۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) "ٹیوٹانی" یا جرمانی اس کی چار شاخیں ہیں۔

(الف) لو جرمن، اس میں موجودہ انگریزی، اینگلو سیکسن (قدیم انگریزی) فریسین۔ ڈچ اور فلیمش شامل ہیں۔

(ب) ہائی جرمن، اس کے تین دور ہیں۔

۱۔ قدیم۔ ساتویں صدی سے بارہویں صدی تک

۲۔ متوسط۔ بارہویں سے پندرہویں تک۔

(ج) گوتھک، یہ اس گھرانے کی قدیم ترین زبان ہے۔

(د) اسکندری نیوین، سویڈن، ناروے، ڈینمارک، اور جمہوریہ آئس لینڈ کی زبانیں۔

(۲) اطالوی یا لاطینی، یہ گھرانا قدیم لاطینی سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ قدیم لاطینی، در حل، اور سرو کی زبان تھی۔ پہلے تو یہ لیٹلم میں بولی جاتی تھی لیکن بعد میں علمی اور ادبی زبان کی حیثیت سے یہ رومانی حکومت کے سارے علاقے پر چھا گئی۔ اس کی حسب ذیل پانچ شاخیں ہیں۔

(الف) پراونسل، اطالیہ کے غنائی شاعروں کی زبان ا سے قدیم لاطینی اور اس گھرانے کی موجودہ زبانوں کے درمیان کی کڑی بتایا جاتا ہے۔ میکس مولر نے لسانی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ ہر چند اس گھرانے کی یہ قدیم ترین زبان ہے مگر دوسرے افراد خاندان کو اس نے جنم نہیں دیا۔

(ب) فرانسیسی، فرانس کی بول چال کی نیز ادب کی زبان۔ اسمیں دسویں صدی عیسوی تک کا ادب ملتا ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(ج) 'اطالوی'۔ اٹلی کی موجودہ زبان، بارہویں صدی کے لگ بھگ
اس میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔
(د) 'ہسپانوی'، اسپین کی زبان ہے، اس میں بارہویں صدی
سے رزمیہ شاعری کا آغاز ہوا۔
(ہ) پرتگالی، پرتگال کی زبان۔
(۳) "یونانی"، اس میں یونان کی قدیم علمی و ادبی زبان اور جدید یونانی بولیاں
شامل ہیں، ہومر کی' ایلیڈ' اور ' اوڈیسی' قدیم یونانی زبان میں ہیں۔
کہا جاتا ہے کہ یہ رزمیہ نظمیں حضرت مسیح کی ولادت سے ایک ہزار سال
پیشتر تصنیف ہوئیں۔
(۴) کیلٹک، یہ آریاؤں کی کیلٹک شاخ کی طرف منسوب ہے۔ یہ گروہ
سب سے پہلے ہجرت کرکے یورپ پہنچا۔ لیکن ٹیوٹانی گروہ نے اسے
انتہائی غربی حصہ ملک کی طرف دھکیل دیا۔ اس کی بڑی بڑی
شاخیں یہ ہیں۔ آئرش، اسکاٹ لینڈ کے مغربی ساحل کی گیلک،
ویلش، کارنش، آرموریکن۔
(۵) سلاوی۔ یہ بولیاں بحر اسود کے شمال میں سارے روسی علاقے
پر چھائی ہوئی ہیں۔ کچھ عالموں نے لتھوانی کو بھی اسی گھرانے کا ایک
ایک فرد بنایا ہے۔ لتھوانی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے
کہ اس میں ہند آریائی زبانوں کی بہت سی قدیم شکلیں اصلی حالات
میں باقی ہیں۔ لسانی اعتبار سے یہ بولی بہت اہم ہے۔ سلاوی
کی دو شاخیں ہیں۔ شرقی اور غربی۔ شرقی شاخ میں "روسی"

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اور اس کی مقامی بولیاں، بلغاری، اور الیرین شامل ہیں۔ غربی شاخ پولینڈ بوہیمیا اور روشیا کی زبانوں پر حاوی ہے۔

(۶) "البانوی"۔ یہ زبان "سلاوی" گروہ کی "الیرین" شاخ میں شامل سمجھی جاتی تھی مگر یہ آس پاس کی تمام زبانوں سے مختلف ہے۔ اس لئے اس کا جداگانہ ایک گھرانا قرار دیا ہے۔

(۷) "ہند ایرانی"۔ یہ گھرانا ہندوستان کی سنسکرت، ایران کی قدیم فارسی اور ہند ایرانی دروی یا پشاچی بولیوں پر مشتمل ہے۔ یہ گرائرسن کا نظریہ ہے۔ کچھ عالموں نے دروی بولیوں کو ایرانی گروہ میں شمار کیا ہے۔ مسٹر بلاک فرماتے ہیں۔ ممکن ہے دروی بولیوں کو ہندو پاکستان کی شمالی مغربی پراکرتوں سمیت ایک جداگانہ ہندی گروہ میں رکھا جائے۔ ایک تیسرا نظریہ بھی ہے اور وہ یہ کہ دروی بولیاں قدیم آریائی بولیاں ہیں جن میں ایرانی بولیوں کی آمیزش پائی جاتی ہے۔

ایران کی زبان کے تین دور ہیں۔

(۱) قدیم فارسی یعنی زرتشت کی اوستا اور ہخا منشی بادشاہوں کے کتبوں کی زبان۔ یہ کتبے میخی رسم خط میں سنگی لوحوں اور پختہ اینٹوں پر کندہ ہیں۔ یہ زبان رگ وید کی زبان سے بہت مشابہ ہے۔

(۲) پہلوی، درمیانی عہد کی زبان ہے۔ اوستا کی شرح ژند اور پاژند کے بہت سے مذہبی رسالے اس زبان میں ہیں۔

(۳) جدید فارسی: عربوں کے فتح ایران کے بعد ایران میں جس زبان نے فروغ پایا وہ عربی آمیز جدید فارسی ہے۔ فردوسی کا شاہنامہ اسی زبان میں ہے۔

پشاچی ان آریا نسل کے قبائل کی زبان ہے جو ہمالیہ کے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

پہاڑی علاقوں میں بس گئے تھے۔ کشمیری، چترالی، شنا، کافر اس زبان کی شاخیں ہیں۔ ہندوستان کی سنسکرت، پراکرت اور دوسری دیسی بولیوں پر دوسرے باب میں بحث کی جائے گی۔

(۸) آرمینی، آرمینیہ کی زبان ہے۔ اس پر فارسی کا گہرا اثر ہے یہ یورپ اور ایشیا کی زبانوں کے درمیان واقع ہے۔ بیمز، وہٹنے، اور میکس مولر نے ہمسینی، سرحد کی پشتو، کروستان کی، کردی، اور کوہ قاف کی اوسیٹی کو ایرانی گھرانے میں شمار کیا ہے۔

زبانوں کے اس بڑے خاندان کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں۔ شمالی اور جنوبی، شمالی حصے میں وہ تمام زبانیں شامل ہیں جو کسی زمانے میں یورپ میں بولی جاتی تھیں یا اب بولی جاتی ہیں۔

اس خاندان کی چند صرفی و نحوی خصوصیات کا ذکر بیجا نہ ہوگا۔

(۱) ان میں مادے ایک حرفی سے چہار حرفی تک ہوتے ہیں۔

(۲) عام طور پر لاحقے اور سابقے بڑھا کر اسماء و افعال کی گردان کی جاتی ہے۔

(۳) اسماء کی اعرابی حالتیں تین سے زیادہ ہیں اور یہ اکثر لاحقوں کی مدد سے ظاہر کی جاتی ہیں۔

ویسے تو صرف دو ہی خاندان ہیں جن کا ذکر سطور بالا سے کیا گیا مگر میکس مولر اور جان بیمز وغیرہ علماء نے ایک اور خاندان اسمند کا پتا بتایا ہے (۱) اور آریائی خاندان کے مقابلے میں اس کا نام تورانی گروہ السنہ تجویز کیا ہے میکس مولر کا خیال کہ ہے کہ اس گروہ کی زبانوں میں وہ تورانی افراد خاندان کے درمیان دیکھی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

گئی ہے۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ زبانیں کسی نہ کسی درجے میں ایک دوسرے کی رشتہ دار ہیں۔ ان میں ایک مشترک صفت تو وہی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ یعنی ان زبانوں میں ترکیب کے وقت اصلی الفاظ اور اشتقاقی علامتیں پہلو بہ پہلو رکھی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ انہیں اعداد ضمائر، اور چند مادوں میں بھی گہری مماثلتیں دیکھی گئی ہیں (۲) جو ان زبانوں کی وحدت اصل کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ یہ زبانیں دو حصوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ شمالی اور جنوبی۔ شمالی حصہ کی زبانیں "یورال التائی" کہلاتی ہیں۔ ان کی حسب ذیل چار بڑی شاخیں ہیں۔

(۱) تنگاسی (۲) منگولی (۳) ترکی (۴) فنی۔

(۲) منگولی۔

(۳) ترکی

(۴) فنی

جنوبی حصہ کی زبانیں ایشیا کے جنوبی حصہ پر قابض ہیں۔ یہ بھی چار شاخوں میں منقسم ہیں۔

(۱) تامولی (۲) بھوٹیا (۳) بنگالی (۴) ملائی۔

ان شاخوں میں سے ہر ایک میں بہت سی ضمنی اور مختلف بولیاں ہیں۔ تنگاسی کا دائرہ اقتدار چین سے شمال کی طرف سائبیریا تک چلا گیا ہے۔ اور مغرب کی جانب دریائے ینگ تنگ تک۔ یہ زبان بولنے والے قبیلے دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ سائبیریا میں بسنے والے روسیوں کے زیر اقتدار ہیں۔ دوسرا حصہ چینی حکومت میں شامل ہے اور منچو کہلاتا ہے۔

منگولی قبائل تین گروہوں میں منقسم تھے۔ بریات، منگول، اور

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

منگول، بارہویں صدی میں چنگیز خاں نے اول اول ان کو ایک متحدہ قوم کی شکل دی اور منگول حکومت کی بنیاد ڈالی۔ منگول، ترک اور تنگاسی، قبیلے مل کر بعد میں تاتاری کہلاتے ہیں۔ ان کی زبانیں چین سے لے کر دریائے دونا تک بڑے وسیع علاقے پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔

ترکی بہت اہم زبان ہے اس کی بولیاں لیبیا اور دریائے ڈینیوب سے لے کر ایڈریاٹک تک بولی جاتی ہیں ان میں عثمانلی شستہ اور ادبی زبان ہے فنی بولنے والے قبیلے یورال کے کوہستانی علاقوں میں آباد ہیں۔ اس لئے ان کی بولیاں "یورالی" کہلاتی ہیں۔ ان کی حسب ذیل چار شاخیں ہیں۔ چودی، بلغاری، پرمی، اگری۔

تورانی خاندان السنہ کی ان شمالی شاخوں میں تنگاسی سب سے کم ترقی یافتہ زبان ہے۔ اس کی گرامر چینی زبانوں کے درجہ ارتقا میں ہے منگولی کسی قدر ترقی یافتہ زبان ہے لیکن اس میں بھی اجزاء کلام کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ ترکی اشتقاقی اور صرفی تغیرات کے پیش نظر ایک بڑے سرمایہ کی مالک ہے لیکن اسماء کی تصریف فنی شاخ میں ترکی سے زیادہ ہے۔ جنوبی شاخ کی زبانوں میں سے "تامولی" کے دو حصے ہیں۔

(الف) منڈا یا کول جس میں یہ بولیاں شامل ہیں۔

(۱) سنتھال (۲) کول (۳) گونڈ (۴) منڈاری (۵) بھومج وغیرہ

ب:- دراوڑ جو ذیل کی بولیوں پر مشتمل ہے۔

(۱) کنڑی (۲) تلیگو

(۳) تامل (۴) ملیالم وغیرہ

بھوٹانی یا ہمالیائی بھوٹان اور نیپال کی بہت سی بولیوں کا ایک

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

زمرہ ہے۔ یہ بولیاں تبّت کی بولیوں سے قریبی مشابہت رکھتی ہیں۔ نیپالی یا سیامی میں سیام کی تمام بولیاں شامل ہیں اور ملائی شاخ میں ملایا اور پولی نیشیا کی۔

تورانی زبانوں کے خاندان میں چینی اور اس کے قرب و جوار کی دوسری زبانوں کو چھوڑ کر ایشیا کی تمام زبانیں اور بولیاں شامل ہیں۔ جاپان اور کوریا وغیرہ علاقوں کی زبانیں ابھی کسی خاندان میں شامل نہیں کی جاسکیں۔ مگر خیال ہے کہ یہ زبانیں تورانی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ مزید بحث و جستجو کے بعد ممکن ہے ان میں وہ مماثلتیں ڈھونڈھ نکالی جائیں جو قطعی طور پر اس خاندان سے ان کا جوڑ لگا سکیں۔

ان تین بڑے خاندانوں کے علاوہ زبانوں کے کچھ اور زمرے بھی ہیں جو افریقہ، امریکہ اور آسٹریلیا میں بولی جانے والی زبانوں سے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ہم نے دو وجہوں سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ ایک تو ان زبانوں کی گروہ بندی لسانی بنیادوں پر کچھ زیادہ مستحکم نہیں اور جغرافیائی اعتبار سے آس پاس کی زبانوں کے زمرے بنا دیئے گئے ہیں۔ دوسرے زبانوں کے کینڈوں اور ان کی مخصوص ساخت کے لحاظ سے یہ سب زمرے تورانی گروہ میں شامل ہیں۔ تقسیم الہیئت کی طرف اولین قدم جو اٹھایا جاسکتا ہے وہ یہ کہ زبانوں کے کینڈوں کو دیکھ دیکھ کر اول ان کے زمرے بنائے جائیں۔ اس کے بعد صرفی، نحوی، صوتی اور لغوی مماثلتیں جن زبانوں میں دیکھی جائیں ان کو قبیلوں، خانوادوں، خاندانوں، اور گھرانوں میں بانٹ دیا جائے۔ اس مقدمہ میں زبانوں کی تقسیم کرتے وقت اس کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے کہ ان

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

زمروں، گروہوں اور گھرانوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ تفصیل سے ہو جن سے زبانوں کے رشتوں، قرابتوں، اور میل جول کے اصول و قواعد کی وضاحت ہوتی ہے۔ باقی گھرانے اگر چھوٹ جائیں تو چنداں مضائقہ نہیں۔ اس سے ہمارے مقصد میں کوئی حرج واقع نہ ہوگا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہندوپاکستان کی قدیم و جدید زبانیں

ہندوپاکستان کی زبان دو خاندانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ جنوبی ہند کی تلیگو، ملیالم، کنڑ ہی، تامل، دڑاوڑ گروہ میں شامل ہیں۔ کول سنتھال، گونڈ، منڈل منڈا گروہ کی ہیں۔ یہ سب تورانی خاندان سے ہیں بقیہ زبانیں ہند ایرانی خاندان کی ہیں۔ جو مل جل کر ہند آریائی گھرانے کی تشکیل کرتی ہیں۔

ہند آریائی گھرانے کی زبانوں کے تین بڑے عہد ہیں قدیم، متوسط اور جدید۔ عہد قدیم ۱۵۰۰ قبل مسیح سے شروع ہو کر ۵۰۰ قبل مسیح پر ختم ہوگیا اس عہد کی قدیم زبان ہند آریائی کہلاتی ہے۔ جسے ہزار برس تک ترقی کرنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع ملے اور اس میں بہت کچھ ردو بدل اور ترمیم و تنسیخ ہوئی۔ اس عہد کے ادبی سرمایے کے مطالعے سے اس زبان کی تبدیلیوں کے پیش نظر اس کے حسب ذیل تین دور قرار دیے جاسکتے ہیں۔

(۱)

دور اوّل۔ رگ وید کی زبان، یہ ہندی آریوں کی قدیم ترین زبان ہے جس کے نمونے ہمیں رگ وید کی رچاؤں میں ملتے ہیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۲) دورِ دوم ، دوسرے تین ویدوں اور برہمنوں کی زبان یہ رگ وید کی زبان کے مقابلے میں زیادہ شائستہ اور مہذب ہے ۔

(۳) دورِ سوم ، پانینی ، پتنجلی ، والمیکی ، کی زبان ؟ یہ ادبی سنسکرت کہلاتی ہے ۔ سنسکرت کے لغوی معنی ہیں شائستہ ، مہذب اور فصیح ویدوں کی زبان عام بول چال کی زبان تھی جو روزانہ بات چیت میں برتی جاتی تھی ۔ جب اس زبان کو ادبی درجہ حاصل ہوا اور اصلاح و تہذیب کے بعد اس کے اصول و قواعد مرتب ہوئے ۔ تو روزانہ بول چال کی زبان سے ممتاز بنانے کے لئے اس کا نام سنسکرت رکھ دیا گیا ۔

(۱) ڈاکٹر چیٹرجی نے ویدوں کی زبان کو اسطرح کی ادبی اور علمی زبان بتایا ہے اور اسے کسی دوسری بول چال کی زبان پر مبنی ٹھہرایا ہے (۲) میرے خیال میں آریاؤں کی قدیم زبان ادب و فلسفہ کی زبان نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اتنے قدیم زمانے میں اس کا امکان کم ہے کہ تمدنی ضروریات نے انھیں ایک ادبی اور معیاری زبان کی تشکیل پر مجبور کیا ہو ۔ اس کے علاوہ وید آریوں کے سیدھے اور سادہ جذبات و خیالات کا آئینہ ہیں ۔ جن میں سادہ اور فطری انداز میں مقدس دیوتاؤں کے گن گائے گئے ہیں ۔ اس قسم کی تصنیف میں وہی زبان استعمال ہو سکتی تھی جسے ہر کس و ناکس سمجھ سکے اور جو روزانہ بول چال میں برتی جائے ۔

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۱۲ و ساہتیہ صفحہ ۸

(۲) بنگالی جلد (۱) صفحہ ۳۴ ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس کے علاوہ ویدوں کی زبان ادبی سنسکرت کے مقابلے میں عہد متوسط کی پراکرتوں سے زیادہ مشابہ ہے۔ یہ پراکرتیں اس زمانے میں جب سنسکرت شستہ اور علمی زبان کی حیثیت سے راج کرتی تھی۔ عام بول چال کی زبانیں تھیں۔ ویدک زبان کی پراکرتوں سے مشابہت یہ ثابت کرتی ہے کہ کسی زمانے میں ویدکی زبان بول چال کی زبان تھی اور پراکرتیں اس زبان کے تاریخی اور لسانی ارتقا کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ویدک زبان اور پراکرتوں کی چند اہم اور نمایاں مشابہتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) پراکرت کی طرح ویدوں میں اکثر آخر کے حروف صحیح ساقط کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً پشچات کی جگہ پشچا۔ اچات کی جگہ اُچا۔ پنچات کی جگہ نیچا اور پیشمان کی جگہ پیشما۔

(۲) مخلوط حروف میں سے کہیں، ایک حرف گرا کر ماقبل حرکت کا اشباع کر دیا گیا ہے۔ جیسے وردبھ، سے دودبھ۔ درناش سے دوناش۔

(۳) اور کہیں ایک کو دوسرے سے الگ کر دیا گیا ہے جیسے تنوہ تنُوہ۔ راتڑیا۔

(۴) وسرگ ہائے مختفی) نے۔ اُ کی شکل اختیار کر لی ہے جیسے سوچیت (سہچت)، سمو وتسرو اجابت (سم وتسر و اجابت)

(۵) د، ڈ، سے اور ر، ل، سے بدل گئی ہے جیسے دوڈبھ سے دردبھ دبھ)، کشلک (کشڈرک)

(۶) "دوہ" مخلوط ج نے بدل گیا ہے، جیسے اودھیوتی سے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اوجیو تنخا۔

(۷) وو، ساکن کر دیا گیا ہے۔ جیسے شروتا سے شرونا۔

(۸) مخلوط بہا حروف کا وقفہ گر گیا ہے اور رہ، باقی رہ گئی ہے۔ جیسے اہ (اوہ) گرہ (گرھ) سہ (سدھ)

رگ وید کی تالیف کے زمانے میں بول چال کی زبان کبھی کٹا ئی اور تراشی تراشائی نہ تھی۔ اس وقت ایک سے زیادہ بولیاں رائج تھیں جو تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ بولی جاتی تھیں۔ چیٹرجی کا خیال ہے کہ اس عہد کی کچھ بولیوں میں ر، اور ل، دونوں کا استعمال تھا اور کچھ ایسی تھیں جن میں صرف ل، استعمال ہوتا تھا۔ اسی طرح ان بولیوں میں کچھ کا رجحان یہ تھا کہ ان میں مخلوط بہا حروف کو ہ، سے بدل دیا جائے۔ دوسری بولیوں میں اس کا رواج نہ تھا۔ بعض بولیوں میں ڈ، کو ڑ، سے ملتی جلتی ایک آواز میں تبدیل کر لیا جاتا تھا اور بعض بدستور ڈ، کا اصلی اور صحیح تلفظ کرتی تھیں۔ خود رگ وید میں یہ تمام رجحانات ملتے ہیں جو اس عہد کی مختلف بولیوں کے اثر کا نتیجہ ہیں۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں دا، (دینا) کے جدا جدا دو روپ تھے۔ دداتی (دیتا ہے) اور دتہ (دیا ہوا) ویدک اور ادبی سنسکرت میں زیادہ عام اور زیادہ رائج تھے۔ اس کے ساتھ ہی غالباً۔ اسی زمانے میں داتی (دیتا ہے) اور دِتّہ (دیا ہوا) کا چلن بھی تھا (آخر کے یہ روپ ہماری جدید بولیوں تک پہنچے۔ اردو دے اور دیا، اسی سے ماخوذ ہیں (۱)

---

(۱) بنگالی جلد ا صفحہ ۳۴۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ڈاکٹر بھنڈارکر نے قدیم ہند آریائی زبان کے تین دور قرار دیئے ہیں دور اول ان کے نزدیک رگ وید کی سنگھتا، یجر وید کے منتر" اور اتھر وید کے قدیم ترین حصوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے دور کو وہ درمیانی عہد کی سنسکرت کہتے ہیں جس میں برہمن یاسک منی کی لغت اور پانینی کی گرامر وغیرہ شامل ہیں۔ تیسرا دور ادبی سنسکرت کا ہے۔ جو حسب ذیل ادبی سرمائے پر مشتمل ہے۔

(۱) رزمیہ نظمیں، راماین اور مہابھارت۔

(۲) قدیم شعرا کا کلام۔

(۳) ڈرامے۔

(۴) منظوم سمرتیاں، منوسمرتیاں وغیرہ۔

(۵) کاتیاین اور پتنجلی کے حواشی اور شرحیں۔

پانینی، کسی اشٹا دھیائی میں درمیانی عہد کی سنسکرت کی صرف و نحو بیان کی گئی ہے۔ کاتیاین، نے ادبی سنسکرت کے اصول و قواعد کی شرح و تفسیر کی ہے۔ سنسکرت کے آخری دور کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مشتقات بطور افعال بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) عہد متوسط کا آغاز ۶۰۰ ق۔م سے ہوا جو ۱۰۰۰ء تک چلا اس عہد کی زبانیں پراکرت یعنی فطرتی اور فطری بولیاں کہلاتیں۔ اس زمانہ میں آریاؤں کے ہندوپاکستان کے چپے چپے پر پھیل جانے کی وجہ سے ان کا باہم میل جول اور اختلاط و ارتباط بہت کم ہو گیا۔ اس لئے جو نقوش اس سے پہلے کسی قدر دھندلے تھے۔ وہ اس عہد میں آکر اجاگر ہو گئے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) سنسکرت کے ऋ ـ ॠ ـ ऌ اور ॡ کا استعمال نہ رہا۔

(۲) آخر کے حروف صحیح اور وسرگ گرائے جانے لگے۔

(۳) مخلوط حروف صحیح ہیں حذف وادغام کے ذریعہ تخفیف کی جانے لگے۔

(۴) اسنانی حروف "ت"، "د"، "ر" کو، "ٹ"، اور "ڈ" سے بدل دیا گیا۔

(۵) श اور ष کی جگہ صرف "س" رہ گیا مگدھی ہیں "س" کی جگہ "ش" بولا جاتا تھا۔ اور عام طور سے क्ष کا "چ" سے تبادلہ ہو جاتا تھا۔

(۶) اس کے علاوہ اسما و افعال کی گردانوں ہیں بھی بہت کچھ تخفیف ہوئی، اس عہد کی بولیوں کے حسب ذیل تین دور ہیں:۔

(۱) دور اول، (۶۰۰ ق.م سے ۲۰۰ء تک) اس عہد کی زبان اشوک پراکرت یا پالی کہلاتی ہے جس ہیں ذیل تالیفات اور کتبات شامل ہیں۔

(الف) تیسری صدی قبل مسیح سے لیکر دوسری صدی مسیحی تک کے سنگی اور آہنی کتبے اور تحریریں۔

(ب) جنوبی بودھوں کی تالیفات جیسے مہاونش اور جاتک وغیرہ۔

(ج) قدیم ترین جین سوتر۔

(د) قدیم ڈراموں مثلاً، اشوگھوش کی پراکرت (۱)

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۲۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۲) 'دور دوم' (سنہء تک) یہ دور زیادہ اہم ہے۔ اس میں بولیوں کا اختلاف اور زیادہ ہوا اور زبان ۔ نے ہند و پاکستان کے گوشے گوشے میں پھیل کر نئے نئے روپ اختیار کئے۔ اس دور کی جن بولیوں نے ادبی حیثیت اختیار کی اور ان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ چلا وہ چار ہیں۔

(الف) (مہاراشٹری) یہ دکن میں بولی جاتی تھی اور اس علاقے کی زبان تھی جسے اب مہاراشٹر یا مرہٹہ واڑہ کہتے ہیں۔

(ب) "شورسینی" گنگا اور جمنا کے درمیان علاقے کی زبان تھی یعنی شورسین یعنی برج منڈل (متھرا اور اس کے نواح) میں بولی جانے کی وجہ سے اس کا نام شورسینی ہوا (۱)

(ج) 'ماگدھی'۔ مگدھ یعنی جنوبی بہار کی زبان۔ اس نے مشرقی ہند و پاکستان کے علاقوں میں فروغ پایا۔

(د) 'پیشاچی' پیشاچ یعنی کچا گوشت کھانے والوں کی زبان، پیشاچ کشمیر کے شمالی علاقے کو کہتے تھے۔ برہت کتھا، اسی زبان میں ہے۔ یہ کتاب نایاب ہے۔ لیکن اس کا سنسکرت ترجمہ آج بھی ملتا ہے جو کشمیری پنڈتوں کا کیا ہوا ہے۔ اس زبان کو "کشمیر" کی قدیم بولی تصور کیا جاتا ہے۔ (۲)

"شورسینی" اور "ماگدھی" کے ملاپ سے ایک اور پراکرت وجود میں آئی جو "کوشلی" (اودھ) کے علاقے میں بولی جاتی تھی۔ مارکنڈے،

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۵

(۲) ساہتیہ صفحہ ۱۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

نے اس زبان کو 'شور سینی' اور 'ماگدھی' کی آمیزش کا نتیجہ بتایا ہے۔
لیکن ڈاکٹر میلیشور کے ن سے 'مہاراشٹری' اور 'ماگدھی' کے درمیان کی چیز بتاتے
ہیں اور یہی شاید صحیح ہے : اردو ' ماگدھی' 'شور سینی' کے مقابلے میں مہاراشٹری
سے زیادہ قریب ہے۔ (۱)

ان پراکرتوں میں 'مہاراشٹری' کا درجہ اونچا سمجھا جاتا ہے ڈولز' کا
بیان ہے کہ قواعد نویس 'مہاراشٹری' کے اصولی قواعد لکھتے ہیں اور جہاں
ضروری سمجھتے ہیں۔ دوسری پراکرتوں کی طرف اشارہ کر جاتے ہیں' مہاراشٹری
کسی زمانے میں گنیتوں کی زبان تھی۔ سنسکرت ڈراموں کے گانے سب اسی زبان
میں ہیں۔ اس زبان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کلمے کے درمیانی
اور آخری حروف گر جاتے ہیں اور ان کی حرکات ان کی جگہ لے لیتی ہیں۔
حرکات کے تواتر اور تسلسل سے اس زبان میں کافی طرح اور شیرینی
آگئی ہے۔ 'مہاراشٹری' کے بعد 'شورسینی' کا درجہ ہے سنسکرت ڈراموں میں عورتیں
عام طور سے اس زبان میں باتیں کرتی ہیں یہ ادبی سنسکرت سے بہت
مشابہ ہے اس پراکرت کی ایک بڑی صوتی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ک،
پ، ت، ترتیب 'گ' 'ب' 'د' سے بدل جاتے ہیں۔ خصوصیت کے
ساتھ کلمے کی درمیانی (ت) جو مہاراشٹری میں گر جاتی تھی۔ یہاں 'د'
ہو جاتی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

سنسکرت	شورسینی	مہاراشٹری	اُردو
جاناتی	جانادی	جانائی	جانے

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۷۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ٹھیٹھ	رٹھنڈ	ٹھہا	ٹھہیا
شنت	سند	شا	سو
اے نند	اے ون	اے آن	یہ

ڈراموں کے ادنیٰ اور پست افراد ماگدھی میں بات چیت کیا کرتے تھے۔ "س" کی جگہ "ش"، اور "ر" کی جگہ "ل" اس کا خاص رجحان ہے اگر سنسکرت کی "ش" اس میں اپنی حالت پر قائم رہتی ہے۔ "شور سینی" میں یہ "ج" سے بدل جاتی ہے۔ مفتوح الآخر اسمار یہاں فاعلی حالت میں "اے" پر ختم ہوتے ہیں اس باب میں یہ شور سینی سے مختلف ہے جہاں "ے" کی جگہ "و" ہوتا ہے مثلاً سو (وہ) راجا (شور سینی) سورا (مہاراشٹری) شے لا آ (ماگدھی) سہ راجا (سنسکرت) (۱)

اردھ ماگدھی، ایک ملی جلی اور کھچڑی زبان ہے۔ مہاتما گوتم بدھ کی مادری زبان ہونے کی وجہ سے ایک زمانے میں اسے بڑا فروغ ہوا۔ شیام سندر داس کہتے ہیں کہ گرنار، شاہباز گڑھی، اور مانسہرے کے کتبات پر اس کی چھاپ دیکھی گئی ہے۔ (۲)

جینیوں کی قدیم مذہبی تحریریں اس زبان میں ہیں (۳) لیکن نظم کی زبان اور ہے اور نثر کی اور۔ نظم کی زبان مقابلتاً مہاراشٹری سے زیادہ قریب ہے (۱) ذیل کے اصولوں میں یہ ماگدھی سے مشابہ

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۶

(۲) ساہتیہ صفحہ ۱۲

(۳) مبادی پراکرت صفحہ ۸۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہے۔

مفرد اسماء، فاعلی حالت میں دے پر ختم ہوتے ہیں۔ مادے کی آخر میں اگر 'ر' ہے تو اسم مفعول میں 'ت' کی جگہ 'ڈ' ہوگی، 'ک' اکثر 'گ' سے بدل جاتا ہے جیسے اسوگ (اشوک)، لیکن ماگدھی کی طرح 'ر' کا 'ل' اور 'س' کا 'ش' نہیں ہوتا۔ ذیل کی چند صوتی اور صرفی خصوصیات اسے مہاراشٹری سے ممتاز بناتی ہیں۔ مثلاً اس میں جن کی حروف اسنانی ہوجاتے ہیں۔ مثلاً چکت ساونتے اچھا مفعول ثانوی حالت میں 'آیے' آتا ہے جیسے دیوتائے (دیوتواسر) آلی حالت میں 'سا' جیسے 'تپ سا' اور ظرفی حالت میں 'سی'، (سمِن) جیسے لوکسی (لوکسمن۔ لوکے) اسی طرح یہ شورسینی سے بھی مختلف ہے جس کی تفصیل موجب تطویل ہے۔ (۲)

ڈاکٹر ہیورنلے، کا خیال تھا کہ ہندوستان کی آریائی زبانیں کسی زمانے میں صرف دو تھیں شورسینی، اور ماگدھی۔ مہاراشٹری کو وہ مصنوعی زبان تصور کرتے تھے۔ مہاراشٹر کی بول چال کی زبان سے اس زبان کا ان کے نزدیک کوئی تعلق نہ تھا۔ گرائرسن نے موجودہ بولیوں کے عمیق تقابلی مقابلے کے بعد عہد متوسط کی بولیوں کو مختلف علاقائی زبانوں میں تقسیم کیا ہے۔

(الف) اندرونی پراکرت شورسینی

(ب) بیرونی پراکرت مشرقی۔ ماگدھی۔

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۳۵

(۲) مبادی پراکرت باب دہم ملاحظہ فرمائیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(ب) بیرونی پراکرت — جنوبی مہاراشٹری

(ج) درمیانی پراکرت — اردھ ماگدھی

یہ تقسیم گرائرسن کے مخصوص نظریہ پر مبنی ہے اس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔
ڈاکٹر وولنر کے نزدیک اردھ ماگدھی، اگر دادہ کی زبان تھی جو کبھی وہاں بولی جاتی تھی تو صوتی اور لسانی اعتبار سے اسے نصف ماگدھی، اور نصف شورسینی ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اردھ ماگدھی کا کینڈا شورسینی اور ماگدھی سے زیادہ سنسکرت سے قریب ہے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں اس قابل ہیں کہ ان پر نظر رکھی جائے۔ اول یہ کہ یہ پراکرتیں جو اس وقت زیر بحث ہیں ادبی اور معیاری زبانیں تھیں۔ بول چال کی زبانیں ان سے الگ تھیں۔ دوسرے یہ کہ ادبی زبانیں ایک ساتھ وجود میں نہیں آئیں۔ مختلف اوقات میں منجھ منجھا کر ان زبانوں نے ادب اور علم کا درجہ حاصل کیا۔ اس لئے ان کو معصر اور ہمسر نہیں کہا جا سکتا۔ ڈاکٹر ولنر کا قیاس ہے کہ "اردھ ماگدھی" شورسینی زیادہ قدیم ہے اور اغلب یہ ہے کہ جب "شورسینی" اور ماگدھی" کی حیثیت متعین ہو جانے کے بعد مدتوں گنگا کی وادی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ادبی اور مذہبی زبان کی حیثیت سے استعمال ہوتی رہی۔ جب جینی مذہب کا مرکز ثقل مغرب کی طرف منتقل ہوا تو اردھ ماگدھی "مہاراشٹری" رنگ میں ڈوب گئی۔ یہ رنگ جینیوں کی آخری عہد کی مذہبی تحریروں میں صاف جھلکتا ہے۔ (۱)

(۳) "دور سوم" (سنہ ۶۰۰ء سے سنہ ۱۰۰۰ء تک) اس دور کی زبانیں"

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۶۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'اپ بھرنش' کے نام سے موسوم ہیں۔ "اپ بھرنش" یا اپ بھرنشٹ کے معنی ہیں بگڑا ہوا۔ یہ زبانیں چونکہ عام بول چال میں کام آتی تھیں۔ جنھیں عوام بازاروں، پینٹھوں اور میلوں ٹھیلوں میں بولتے تھے اس لیئے یہ گری ہوئی اور بگڑی ہوئی سمجھی جاتی تھیں۔ اول اول گنوارو لفظوں کو 'اپ بھرنش' یا 'اپ شبد' کہا گیا۔ بعد میں وہ زبان جس میں یہ 'اپ شبد' استعمال ہوئے 'اپ بھاشا' کہلائی۔ مشہور نحوی پتنجلی نے جو 'پانینی کی گرامر کا شارح ہے 'اپ شبد' کے معنی بتاتے ہوئے لکھا ہے۔ 'اپ شبد' بہت ہیں اور شبد تھوڑے ہیں۔ ایک شبد کے بہت سے 'اپ بھرنش' ہوتے ہیں، جیسے گائے کے لئے گاوی، گونی، گوتا، گوپوتلکا۔ یہ سب 'اپ بھرنش' ہیں (۱) یہ تو پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ دور دوم کی پراکرتیں بول چال کی زبانیں تھیں لیکن ان میں جب تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو ان میں سے چند منجھ منجھا کر اور اصول و قواعد کی پابندی میں جکڑ جکڑا کر ادبی درجے کو پہنچ گئیں۔ ان زبانوں کا ارتقا تو رک گیا مگر ان کی معاصر روزانہ بول چال کی زبانیں برابر بدلتی رہیں۔ یہ زبانیں ادبی پراکرتوں کے مقابلے میں اور ان سے ممتاز بنانے کے لئے 'اپ بھرنش' کہلائیں۔ یہ اور بات ہے کہ ایک زمانہ ایسا آیا کہ بگڑی ہوئی زبانیں بھی بن سنور کر، پراکرتوں کے پہلو بہ پہلو ادب کی شائستہ اور شستہ زبان کی حیثیت سے جا بیٹھیں۔ 'اپ بھرنش' کی چند صوتی خصوصیات جو زیادہ عام اور زیادہ اہم ہیں درج ذیل ہیں :

(۱) آخری ن اور ڈ کو غنہ کرنا۔ جیسے سُنین (واحد غائب) رہیں

(۱) بحوالہ ساہتیہ صفحہ ۲۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) واحد حاضر، سجھیوں (واحد متکلم)

(۲) 'م' کا 'و' یا 'ؤ' ہو جانا۔ جیسے کنور (کمار)، پھران (پرمان)۔

(۳) مخلوط حروف صحیح کی تخفیف اور ماقبل حرکت کا اشباع جیسے سہاس = سہتس، = ہاہسر، بھولیں، بھوتیرس = بھوشیہ۔

(۴) حروف صحیحہ کا اسقاط جیسے انرھار (اندھکار) بھنڈار (بھانڈگار)

(۵) حرکات کی تخفیف۔ جیسے دَرنج (دَانجیہ) پیا (پپنیا)

(۶) 'س' اور 'ش' کا 'ہ' ہو جانا۔

(۷) حروف مد ا، یِ، یٖ، ے کا حرکات مناسبہ ـَ ـِ ـُ اور ـے سے بدل جانا۔ (۱)

ان کے علاوہ کچھ صوتی خصوصیات بھی ہیں۔ مثلاً اسمار کی گردان ہیں تخفیف ہوتے ہوتے صرف ایک گردان رہ گئی۔ اعرابی حالتوں کا اظہار جداگانہ اور مستقل امدادی کلمات سے کیا جانے لگا۔ جو اسم کی اضافی یا کسی اور حالت پر جوڑے جاتے تھے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ کر (کا)، ستن (پاس) ما (میں) کُھ یا کچھ (کے پاکو) ٹھام یا ٹھال (پر) انت یا انتر (اندر۔ میں) افعال کی گردان معاون فعلوں کی مدد سے ہونے لگی۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔ اہنت (ہیں)، سَد (ہیں)، بھکیہ دیا وغیرہ۔ اسم مفعول کا ماضی مجہول کے لئے استعمال بعض اسمار کے آخر میں الحاقی حروف اور کلمات مثلاً 'ڑ'، اِل، آل، کہ وغیرہ کا اضافہ۔ (۱)

لفظ اپ بھرنش، مقامی بولیوں (دیش بھاشا) کے لیے مستعمل

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۸۰ و بنگالی صفحہ ۱۹۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تھا اس کا ذکر ڈاکٹر "وولز" نے بھی کیا ہے (۲) اپ بھرنششیں بہت تھیں۔ ہر پراکرت کی "اپ بھرنش" جدا تھی۔ "شورسینی" اپ بھرنش" کا ذکر تو قدیم صوفیوں نے کیا ہے "ماگدھی" مہاراشٹری" "پیشاچی" اور اردھ ماگدھی علاقوں میں اپ بھرنششیں رائج تھیں جو ان ادبی پراکرتوں کے تاریخی ارتقا اور صوتی و لسانی تبدیلیوں کی وجہ سے وجود میں آئیں۔ ڈاکٹر "وولز" کا بیان ہے کہ "شورسینی" پراکرت کے کئی روپ تھے جو "متھرا" کے نواح میں رائج تھے۔ یہ روپ "شورسینی" اپ بھرنش کہلاتے تھے۔ "شورسینی" پراکرت خاص "متھرا کی زبان تھی"! یہ ادبی علمی اور معیاری سمجھی جاتی تھی۔

اس طرح ہر ادبی پراکرت کا تعلق بہت سی بول چال کی زبانوں سے تھا اور یہ سب زبانیں "اپ بھرنش" کہلاتی تھیں۔ یہ زبانیں صرف بول چال میں کام آتی تھیں۔ ان میں کبھی کوئی ادب پیدا نہیں ہوا اس لئے قدیم صوفیوں کی نظر ان پر نہیں پڑی۔ "مارکنڈے" نے اپنی مشہور تصنیف "پراکرت سروسو" میں صرف تین اپ بھرنشوں کا ذکر کیا ہے۔ ناگر، اپ ناگر، اور دراچڈ "یعقوبی" کا خیال ہے کہ "دراچڈ" ان میں زیادہ قدیم ہے۔ وہ "دراچڈ" کو "درج" سے ماخوذ مانتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں گوالوں کا مسکن۔ "برج بھاشا" کے نام سے اس اشتقاق کی تائید ہوتی ہے۔ یہ بولی، "مارکنڈے" کے خیال میں سندھ میں بولی جاتی تھی۔ "وولز" کی رائے ہے کہ آبھیر بھاشا (اہیروں کی بولی) یہی ہے۔ اس کی ایک لسانی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حروف صحیح کے بعد

---

(۱) مبادی پراکرت صفحہ ۸ و بنگالی صفحہ ۱۹

(۲) مبادی صفحہ ۸۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"ر" کا الحاق کر دیا جاتا ہے۔ ناگر (شہری) اپ بھرنش کسی قدر شائستہ شستہ اور مہذب زبان تھی جو دسویں صدی سے چودھویں صدی تک جب جدید بولیاں کافی اُبھر چکی تھیں، "ماگدھی" علاقوں میں بھی علمی اور ادبی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی رہی۔ (۱) ہیم چندر نے اسی زبان کے قواعد و اصول بیان کئے ہیں۔ یہی شورسینی اپ بھرنش کہلاتی ہے اور اسی کو قدیم ہندی کی اصل بتایا جاتا ہے۔ "یعقوبی" نے اس کی دو شاخیں بنائی ہیں۔ ایک گرجر (گوجر) اپ بھرنش جسے شوئیتامبر جینی استعمال کرتے ہیں۔ دوسری شمالی اپ بھرنش۔ وبھویہت، کہا اسی بولی میں ہے۔ یہ ڈبگر جنہوں کی زبان ہے۔

ماپ ناگر (شیام سندر) کی رائے ہیں مغربی "راجپوتانے" اور جنوبی پنجاب کی زبان ہے جو "سندھ کی "وراچڈ" اور راجستھانی ناگر کے میل جول سے وجود میں آئی (۲) ڈاکٹر "ولز" اسے دیہات کی بولی بتاتے ہیں (۳) اور شاید یہ صحیح بھی ہے۔ اس لئے کہ اپ بھرنش زبانوں کی یہ تقسیم، جہاں تک قیاس کا تقاضا ہے کسی ایک معیاری ادبی زبان کے مختلف روپوں کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ اس عہد کی ادبی اپ بھرنش کے تین لہجے تھے ایک خاص شہری۔ یہ سب سے زیادہ شستہ اور فصیح تھا جیسے دہلی کی اردوئے معلی۔ دوسرا لہجہ کسی قدر کرخت اور اکھڑ تھا۔ یہ گوالوں اور ان پڑھ لوگوں کا تھا۔ ان دونوں کے اختلاط سے ایک اور درمیانی لہجہ وجود میں آیا۔ اس کا نام اپ ناگر رکھا گیا۔ اپ بھرنش کو اوہٹھ بھی کہا گیا ہے۔ اوہٹھ اسنسکرت

---

(۱) بنگالی ج ۱ صفحہ ۹۱ (۲) مبادی پراکرت صفحہ ۸۱۔

(۳) ساہتیہ صفحہ ۱۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اپ بھرنشٹ کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ اپ بھرنشٹ = او بھٹھ = اوہٹھ۔ متھلا کے مشہور شاعر ودیاپتی کا کلام 'اوہٹھ' لہجے میں ہے۔ "شیام سندر داس" نے 'اوہٹھ' کو "شورسینی" اپ بھرنش کا جدید روپ اور درمیانی عہد کی ہندی (برج) اور شورسینی اپ بھرنش کے درمیان کی ایک کڑی بتایا ہے۔ (۱)
'راجپوتانے' کے علاقے میں اوہٹھ کو 'پنگل' کہا جاتا تھا اور وہاں کے بھاٹ مقامی بولی۔ 'ڈنگل' کے ساتھ ساتھ پنگل گیت بھی لکھتے تھے۔ اوہٹھ کی مثالیں "پراکرت پنگل" میں ملتی ہیں یہ اپ بھرنش اور جدید آریائی بولیوں سے متعلق عروض کی کتاب ہے۔

دیس دیس کی بولیاں الگ الگ تھیں۔ اور یہ سب روزانہ بول چال میں استعمال ہونے کی وجہ سے اپ بھرنش کہلاتی تھیں۔ اس کا ذکر 'رودرٹ' نے بھی کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

(۲) "بھوری بھید دیش وشیشا واپ بھرنشہ" (مقامی خصوصیات کی وجہ سے ملک ملک کی بولی جدا ہے۔ اور یہ سب اپ بھرنش کہلاتی ہیں) 'مارکنڈے' نے جن اپ بھرنشوں کا ذکر کیا ہے وہ ادب اور فن کی زبانیں ہیں۔ بول چال کی زبانیں ان سے مختلف تھیں اور جیسا کہ میں نے عرض کیا یہ بہت تھیں۔

(آریائی زبانوں کا آخری عہد جسے میں نے 'عہد جدید' کہا ہے گیارہویں صدی عیسوی سے شروع ہوا۔ یہ زمانہ ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سیاسی اعتبار سے بھی۔ یہ تو عرض کر چکا ہوں کہ پراکرت عہد میں

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۲۸ و بنگالی صفحہ ۱۱۳

(۲) بحوالہ ساہتیہ صفحہ ۲۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جوں جوں آریا قبائل ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلتے گئے۔ ان کی زبانوں میں اختلاف رونما ہوتا گیا۔ اس عہد کے ختم ہوتے ہوتے ہر وہ بستی کی بولی الگ ہو گئی۔ یہ سب بولیاں اَپ بھرنش کہلاتی ہیں۔ دسویں صدی عیسوی کے لگ بھگ یہ بولیاں اتنی ابھر آئی تھیں اور اُن کے خط و خال اتنے نمایاں ہو گئے تھے کہ وہ جداگانہ اور مستقل زبانوں کی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔ کچھ اسی لئے گیارہویں صدی عیسوی کو عہد جدید کا نقطہ آغاز قرار دیا گیا ہے۔

'ہیورنلے' اور 'گریرسن' نے ہند و پاکستان کی جدید زبانوں کے دو بڑے گروہ قرار دیتے ہیں۔ اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی گروہ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک مغربی جو حسب ذیل چار زبانوں پر مشتمل ہے، 'مغربی ہندی'، 'راجستھانی'، 'گجراتی'، اور 'پنجابی'، دوسرے شمالی جس میں 'مغربی پہاڑی'، 'وسطی پہاڑی'، اور شرقی پہاڑی'، یا نیپالی، شامل ہیں۔ بیرونی گروہ کی تین شاخیں ہیں۔ شمالی مغربی، جنوبی اور مشرقی۔ شمالی مغربی زبانیں چار ہیں۔ 'کشمیری'، 'کوہستانی'، 'مغربی پنجابی'، 'لہندا' اور 'سندھی'۔ جنوبی شاخ کی تنہا نمائندہ زبان 'مرہٹی' ہے۔ شرقی شاخ میں چار زبانیں ہیں 'بنگالی'، 'آسامی'، 'بہاری' اور 'اڑیا'۔ اندرونی اور بیرونی زبانوں کے درمیان ایک زبان اور بھی ہے جو ان دونوں گروہوں کے ملاپ کا نتیجہ ہے۔ اس میں کچھ خصوصیات پرانے گروہوں کی ہیں اور کچھ اندرونی گروہ کی۔ اس کا نام 'مشرقی ہندی' ہے۔

اس خیال کی بنیاد ایک نظریئے پر ہے جسے سب سے پہلے ہیورنلے نے پیش کیا اور گریرسن نے ایک معمولی سی ترمیم کے بعد اسے قبول کر لیا۔ وہ نظریہ یہ ہے کہ آریا قبیلے دو مرتبہ ہندوستان میں داخل ہوئے۔ پہلی مرتبہ جو قبیلے ہندوستان آئے وہ گنگا کی وادی میں آکر ٹھہر گئے۔ اور مدتوں

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس دل کشا علاقے میں فرد کش رہے۔ ان کے بعد دوسری بار جو قبائل آئے انہوں نے اس علاقے میں انہیں بسنے نہ دیا اور مغرب، مشرق، نیز جنوب کی طرف دھکیل دیا۔ بیرونی زبانیں ان قبائل کی ہیں جو سب سے پہلے ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ اندرونی زبانیں بعد میں آنے والے فاتح گروہ کی ہیں۔ اس نظریئے کی تائید و حمایت میں یوں بھی تو بعض تاریخی شہادتیں ہیں۔ لیکن اس کی تمام تر بنیاد لغوی اور لسانی دلائل پر ہے۔ ڈاکٹر چٹرجی نے اپنی کتاب میں اس نظریئے پر تفصیلی بحث کے بعد گریرسن کے پیش کردہ تمام لسانی دلائل کو رد کر دیا ہے۔

(ہیورنلے لکھتے ہیں کہ آریا قبائل سب ایک زبان بولتے تھے۔ لیکن اس کے لہجے ایک سے زیادہ تھے۔ یہ لہجے ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف تھے۔ ہیورنلے نے ماگدھی اور شورسینی دو قدیم لہجے اس زبان کے بتلائے ہیں جو غالباً اس کے نزدیک اس وقت رائج تھے جب آریا قبیلے ہندوستان آئے۔ ان میں سے ماگدھی کو ہیورنلے زیادہ قدیم بتاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ پہلا آریا گروہ جو ہندوستان آیا وہ ماگدھی بولتا تھا۔ دوسرے گروہ کی زبان "شورسینی" تھی۔ (۱)

اس لئے تقاضائے قیاس یہ ہے کہ اندرونی زبانیں "شورسینی" کی پیداوار ہوں اور بیرونی زبانیں ماگدھی کی۔ شیام سندر داس نے ایک بیچ کی راہ نکالی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنی بات صحیح ہے کہ مشرقی زبانوں کا کینڈا مغربی زبانوں سے الگ ہے۔ صوتی اعتبار سے بھی اور صرفی اعتبار سے بھی۔ مشرقی زبانوں کا عام رجحان یہ ہے کہ ان میں سنسکرت "س" کی جگہ "ش" بولا جاتا ہے اور ماضی بطور معروف استعمال ہوتی ہے مغربی گروہ کی زبانوں میں "س" اور "ش" دونوں ہیں اور ماضی بطور مجہول مستقبل

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہے۔ مشرقی زبانوں میں ماضی جنس و عدد میں فاعل کے مطابق ہوتی ہے اور مغربی زبانوں میں مفعول کے مطابق۔

الف۔ مغربی زبانیں

۱۔	مغربی ہندی	ہم نے پوتھی پڑھی
۲۔	مرہٹی	میں پوتھی واچلی
۳۔	گجراتی	میں پوتھی پانچی
۴۔	سندھی	پوتھی پڑھی۔ مے
۵۔	مغربی پنجابی	پوتھی پڑھیم

پڑھی، پانچی، واچلی، یہ سب مؤنث کے صیغے ہیں جو پوتھی کی رعایت سے لائے گئے ہیں۔ پوتھی ترکیب میں مفعول ہے۔ سندھی اور پنجابی میں فاعل کی ضمیر فعل کے آخر میں لگائی گئی ہے۔ یہ غالباً فارسی کا اثر ہے۔

ب۔ مشرقی زبانیں

۱۔	مشرقی ہندی	میں پوتھی پڑھیوں
۲۔	بھوجپوری	ہم پوتھی پڑھلین

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

۳۔ متھیلی — ہم پوتھی پڑھ لوں

۴۔ بنگالی — آمی پوتھی پڑھ لام

۵۔ اڑیا — آمے پتھی پوڈھ لوں (۱)

ان میں مفعول کی کوئی رعایت نہیں کی گئی۔ فعل فاعل کے مطابق ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور صوتی اور صرفی خصوصیات بھی ہیں جو مشرقی زبانوں کو مغربی گروہ کی زبانوں سے ممتاز بناتی ہیں۔ ان خصوصیات کا ذکر گریرسن نے "بہاری گرامر" کی پہلی جلد میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) لسانی نصف حروف علت مشرقی زبانوں میں اسنانی ہو جاتے ہیں 'ڑ' 'ر' ہو جاتی ہے۔ جیسے پڑنا (اردو) پرب (بہاری) 'ل' کبھی 'ر' سے بدل جاتا ہے جیسے پھل (اردو) پھر (بہاری) گالی (اردو) گاری (بہاری) اور کبھی 'ن' سے جیسے لنگوٹ سے ننگوٹ۔

(۲) مشرقی زبانوں میں 'ی' اور 'ر' شروع کلمے میں نہیں آتے۔ جیسے یہ (اردو) اسے (بہاری) وہ (اردو) او (بہاری) یہاں (اردو)۔ اِھاں (بہاری) وہاں (اردو) اُھاں (بہاری)۔

(۳) مشرقی زبانوں میں دو حروف علت کا اجتماع جائز سمجھا جاتا ہے۔ آار (اور) آاِسا (ایسا)۔ (۲)

زیادہ صحیح اور زیادہ معقول گروہ بندی جدید زبانوں کی یہ ہے کہ تمام

---

(۱) ہندی بھاشا اور ساہتیہ صفحہ ۳۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مشرقی زبانوں کا ایک گروہ قرار دیا جائے اور ان کو ماگدھی پراکرت کے حلقہ اثر میں رکھا جائے۔ اور ہندو پاکستان کی باقی تمام آریائی زبانوں کا ایک الگ زمرہ بنا کر ان کو شورسینی پراکرت سے ماخوذ یا متاثر بتایا جائے۔ ہیورنلے کی گروہ بندی کا حاصل بھی شاید یہی تھا۔ اس نے ماگدھی حلقہ اثر کی زبانوں کو بیرونی اور شورسینی سے متاثر ہونے والی زبانوں کو اندرونی کہا تھا۔ لیکن یہ تحقیق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ لہنڈا اور سندھی ماگدھی سے زیادہ قریب ہیں یا شورسینی سے۔ ڈاکٹر چیٹرجی نے جدید زبانوں کی تقسیم اور ان کی گروہ بندی ذیل کے طریقے سے کی ہے۔ (۲)

الف شمالی مغربی زبانیں

۱۔ 'لہنڈا' (مغربی پنجابی) (۲) سندھی'

(ب) درمیانی علاقے کی زبانیں

۱۔ مغربی ہندی' (۲) 'پنجابی' (۳) 'راجستھانی' (۴) گجراتی۔

(ج) مغربی زبان۔ 'مرہٹی'!

(د) مشرقی زبانیں

۱۔ 'بنگالی' (۲) 'بہاری' (۳) 'آسامی' (۴) 'اڑیا'۔

(ہ) شمالی زبانیں۔ نیپالی' اور دوسری پہاڑی زبانیں

(و) مخلوط زبان۔ مشرقی ہندی۔

---

(۱) بہاری گرامر جلد ۱۔ (۲) بنگالی زبان کا آغاز و ارتقاء جلد ا صفحہ ۳۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یوں تو 'لہندا' اور 'سندھی' میں بھی ماضی مطلق کے ساتھ ضمیر متصل استعمال ہوتی ہے، اور اس لحاظ سے وہ مشرقی زبانوں کی ہم نوا ہیں لیکن یہ خصوصیت غالباً ان زبانوں میں 'پے شاچی' بولیوں کے اثر سے پیدا ہوئی۔ 'فارسی' اور 'پشتو' وغیرہ زبانوں میں بھی، جو 'لہندا' اور 'سندھی' کے پڑوس میں بولی جاتی ہیں۔ فاعلی کی ضمیر عام طور پر فعل کے ساتھ مل جل کر استعمال ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک صرفی خصوصیت ایسی ہے جو شمالی غربی زبانوں کو مشرقی زبانوں سے ممتاز بناتی ہے۔ ثانی الذکر زبانوں میں ماضی مطلق بنانے وقت ایک 'ل' اضافہ کر دیا جاتا ہے جیسے اُٹھنا سے اٹھیل بنگالی۔ اُٹھل (بہاری) اٹھلی (آسامی) اٹھیلا (اڑیا) یہ الحاقی 'ل' مرہٹی میں بھی ہے۔ لیکن 'سندھی' اور 'لہندا' میں ناپید ہے۔

اس لئے اس سے قطع نظر کہ جدید آریائی زبانوں کا ماخذ کیا ہے۔ ان کی بعض صرفی اور صوتی خصوصیات کے پیش نظر ان کو ذیل کے تین زمروں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

الف۔ پے شاچی یا وردی زمرہ۔

(۱) کشمیری (۲) کوہستانی (پشتو وغیرہ) (۳) لہندا۔ (۴) سندھی۔

ب۔ شورسینی زمرہ۔

(۱) مغربی ہندی (۲) راجستھانی (۳) پنجابی (۴) گجراتی۔ (۵) پہاڑی۔

ج۔ ماگدھی زمرہ۔

(۱) بنگالی (۲) آسامی (۳) بہاری (۴) اڑیا (۵) مرہٹی، مشرقی ہندی، شورسینی اور ماگدھی۔ زمروں کے درمیان کی زبان ہے۔ جس میں ایک طرف مشرقی زبانوں کی کچھ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اور دوسری طرف مغربی زبانوں کی۔ ہمسایہ زبانیں فطری طور پر ایک دوسرے کو متاثر کرتی رہی ہیں۔ ان

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کی باہمی مماثلت اور بعض خصوصیات میں شرکت کی وجہ یہ نہیں کہ ان کی اصل ایک ہے اور وہ سب ایک زبان سے متفرع ہوئی ہیں۔ بلکہ وہ پڑوس میں بولی جانے والی زبانیں ہیں جنہیں ساتھ ساتھ ترقی کرنے کے مواقع ملے۔ متحد الاصل زبانوں کی ساخت، ان کا کینڈا اور ان کا نظام ایک جیسا ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ ایک دوسرے سے الگ اور مختلف ماحول و حالات میں نشوونما پاتی ہیں۔ اس لئے اس بنیادی اتحاد کے باوجود بہت سے اصول و قواعد میں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتی ہیں۔ اور آس پاس کی زبانوں سے بعض صرفی و نحوی خصوصیات لے کر وہ کچھ سے کچھ بن جاتی ہیں۔ مثلاً 'بہاری' بولیوں کے لیجیے جو 'ماگدھی' کی بیٹیاں اور بنگالی، آسامی، وغیرہ کی بہنیں ہیں۔ ماگدھی کی دو بڑی خصوصیتیں تھیں۔ ایک یہ کہ سنسکرت "س" کا تلفظ اس میں 'ش' کیا جاتا تھا۔ دوسرے 'ر' کو ہر جگہ 'ل' سے بدل دیا جاتا تھا۔ (۱) ماگدھی کی ان دونوں خصوصیتوں کا آج یہ حال ہے کہ 'بہاری' میں 'س' کا تلفظ بدستور 'س' ہوتا ہے "اگرچہ کیتھی رسم خط میں لکھا۔ اب تک 'ش' ہی ہو جاتا ہے۔" اور 'ل' جو کبھی 'ر' کا قائم مقام تھا اس درجہ مکروہ سمجھا جاتا ہے کہ یا تو 'ر' کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے گاری (گالی)، پھر (پھل) یا 'ن' کا جیسے ننگوٹ (لنگوٹ) اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ 'بہاری' اپنے ارتقائی دوروں میں پڑوس کی زبان ہندی سے متاثر ہوتی رہی ہے۔

'پشاچی' زمرے کی زبانوں میں 'لہندا'، مغربی پنجاب کی زبان ہے۔ جو راولپنڈی، سرگودھا، ملتان اور بہاولپور کے علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ یہ صرفی و نحوی قواعد اور سرمایۂ الفاظ دونوں اعتبار سے پنجابی سے مختلف ہے اور 'سندھی' سے کسی قدر ملتی ہے۔ 'سندھی' صوبہ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

۷۔ بھوجپوری۔ یہ بولی پہلی دو بولیوں سے مختلف ہے اور اس کا حلقہ اثر بھی زیادہ وسیع ہے۔ یہ مغربی بہار اور یو۔پی کے مشرقی اضلاع میں بہت ہی معمولی سے فرق کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ مشرق اور مغربی زبانوں کے درمیان یہ بولی حلقہ اتصال کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ مشرقی زبانوں کی دو بڑی صوتی خصوصیات ہیں۔ 'س' کا تلفظ ان میں 'ش' کیا جاتا ہے۔ دوسرے 'ے' کو [?] کچھ اس طرح ادا کیا جاتا ہے کہ وہ 'ے و' [?] معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے پہلی خصوصیت تو بہار کی کسی بولی میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ تحریر میں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ 'س' کو 'ش' ہی لکھا جاتا ہے۔ دوسری خصوصیت بھی ہلکی ہوتے ہوتے بھوجپوری میں آکر بالکل مٹ گئی۔ بھوجپوری میں 'ے' کا تلفظ مغربی علاقے کی طرح صاف اور واضح ــــ ہوتا ہے۔ (۱) 'مرہٹی' کو میں نے مشرقی گروہ میں شمار کیا ہے۔ یہ ان مشابہتوں کی وجہ سے ہے جو اس میں اور مشرق کی زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں ایک بڑی مشابہت تو وہ ہے جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا۔ یعنی ماضی مطلق بناتے وقت 'مرہٹی' میں "بنگالی" "آسامی" وغیرہ زبانوں کی طرح ایک 'ل' بڑھا دیا جاتا ہے۔ مثلاً اٹھیلا (وہ اٹھا) مشرقی زبانوں کی طرح مرہٹی میں 'س' کی جگہ 'ش' بولا جاتا ہے اور ماضی میں ضمیر متصل فاعلی کا استعمال بھی دیکھا گیا ہے۔ جیسے گیلوں (میں گیا) گیلا (وہ گیا) 'وں' اور 'ــــ' فاعل کی ضمیر ہیں۔

"مرہٹی" کو مہاراشٹری پراکرت سے ماخوذ بتاتا ہے۔ یہ جنوبی ہندوستان کی زبان آریائی زبان ہے۔ اس کی پانچ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سندھ کی زبان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل 'وراچڈ' اپ بھرنش ہے۔
ماگدھی' طبقے کی زبانوں میں 'بنگالی' شائستہ اور ترقی یافتہ زبان ہے جو اُڑلیسہ کی زبان 'اڑیا' کی بہن ہے۔ کم سے کم مشرق کی تینوں زبانیں صوتی اور صرفی اعتبار سے اس درجہ ایک دوسرے سے مشابہ ہیں کہ ان کو ماگدھی' کی اولاد سمجھا جاتا ہے۔ ویسے تو 'بہاری' کا تعلق بھی اس گھرانے سے ہے لیکن یا تو پڑوس کی زبانوں کے زیر اثر یا کسی اور وجہ سے بہاری بولیاں بہت سی صفات میں مغربی گروہ کی زبانوں سے بہت ملتی ہیں؛ بہاری' کی تین بڑی بولیاں یہ ہیں۔

الف۔ میتھلی' یہ متھلا یا ترہت کی بولی ہے۔ لیکن اس کا اصلی حلقۂ اثر دربھنگہ اور اس کے مضافات ہیں۔ مشہور شاعر ودیاپتی اسی علاقے کا تھا۔

ب۔ مگھی۔ جنوبی بہار کی زبان۔ ہزاری باغ' پٹنہ' گیا' اور بھاگلپور اس کے مختلف مرکز ہیں۔ یہ علاقہ کسی زمانے میں مگدھ دیش کہلاتا تھا۔ ماگدھی پراکرت یہیں کی زبان تھی۔ یہ دونوں بولیاں مشرقی بہار کی ہیں۔

---

(۱) ماگدھی بولنے والے سارس کو شالش اور پرش کو پاش کہتے تھے۔
(۲) ساہتیہ صفحہ ۳۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

۷۔ بھوجپوری۔ یہ بولی پہلی دو بولیوں سے مختلف ہے اور اس کا حلقہ اثر بھی زیادہ وسیع ہے۔ یہ مغربی بہار اور یو۔ پی کے مشرقی اضلاع میں بہت ہی معمولی سے فرق کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ مشرق اور مغربی زبانوں کے درمیان یہ بولی حلقہ اتصال کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ مشرقی زبانوں کی دو بڑی صوتی خصوصیات ہیں۔ 'س' کا تلفظ ان میں 'ش' کیا جاتا ہے۔ دوسرے 'ے' کو کچھ اس طرح ادا کیا جاتا ہے کہ وہ 'ے' سا معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے پہلی خصوصیت تو بہار کی کسی بولی میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ تحریر میں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ 'س' کو 'ش' ہی لکھا جاتا ہے۔ دوسری خصوصیت بھی ہلکی ہوتے ہوتے بھوجپوری میں آکر بالکل مٹ گئی۔ 'بھوجپوری' میں 'ے' کا تلفظ مغربی علاقے کی طرح صاف اور واضح ہوتا ہے۔ (۱) 'مرہٹی' کو میں نے مشرقی گروہ میں شمار کیا ہے۔ یہ ان مشابہتوں کی وجہ سے ہے جو اس میں اور مشرق کی زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں ایک بڑی مشابہت تو وہ ہے جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا۔ یعنی ماضی مطلق بناتے وقت 'مرہٹی' میں "بنگالی" "آسامی" وغیرہ زبانوں کی طرح ایک 'ل' بڑھا دیا جاتا ہے۔ مثلاً اٹھیلا (وہ اٹھا) مشرقی زبانوں کی طرح مرہٹی میں 'س' کی جگہ 'ش' بولا جاتا ہے۔ اور ماضی میں ضمیر متصل فاعلی کا استعمال بھی دیکھا گیا ہے۔ جیسے گیلوں (میں گیا) گیلا (وہ گیا) 'وں' اور 'ا' فاعل کی ضمیریں ہیں۔

"مرہٹی" کو مہاراشٹری پراکرت سے ماخوذ بتاتا ہے۔ یہ جنوبی ہندوستان کی زبان آریائی زبان ہے۔ اس کی پانچ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بولیاں ہیں جو جنوبی ہندوستان کی آریائی زبان ہے۔ اس کی پانچ
بولیاں ہیں جو بہت سے اہم اصولوں میں مرہٹی سے مختلف ہیں (۲)
وہ بولیاں یہ ہیں۔

گواکی گوتی، مالونی اور ساونت وادی ایک ہی بولی کے
دو روپ ہیں۔

یہ مالون، ونگورلا' اور ساونت وادی اضلاع میں بولی جاتی
ہیں۔ دسلسٹی، بمبئی اور جزیرہ سلسلہ کے باشندوں کی زبان
ہے۔ دخاندیسی، جو مرہٹی اور گجراتی کی آمیزش سے بنی ہے۔
خاندیس کے علاقہ میں بولی جاتی ہے۔ (۳)

شورسینی گروہ کی زبانوں میں گجراتی ایک طرح سے مخلوط
زبان ہے جس میں اس گروہ کی زبانوں کی بعض خصوصیات کے
ساتھ مرہٹی اثرات بھی ملتے ہیں۔

مثلاً :-

مرہٹی کی طرح اس میں جہاں تین جنسیں ہیں۔ وہاں ماضی

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۸۰
(۲) بھنڈارکر صفحہ ۱۲۰
(۳) ایضاً صفحہ ۱۲۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

متعلق میں 'ل' کا اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔ (۱) یہ 'گجرات' کاٹھیاواڑ اور ریاست بڑودہ' کے علاقہ میں بولی جاتی ہے۔ 'گوجر' گوجر ایک قوم تھی۔ جو ہندوستان میں باہر آکر بس گئی تھی۔ 'گجرات' کا نام اسی قوم کے نام پر ہے۔ اس زبان کی ایک بڑی صوتی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مرکب حرکات 'آئے' اور آؤ' بہ ترتیب' 'ا' ے اور 'او' سے بدل جاتی ہیں۔ (۲)

پہاڑی بولیاں تین زمروں میں منقسم ہیں۔

(۱) مشرقی پہاڑی' جسے نیپالی کہتے ہیں۔ یہ کھٹمنڈو کی نکھری ہوئی اور شستہ زبان ہے۔

(۲) وسطی پہاڑی۔ اس کے دو روپ ہیں۔ (الف) 'کمایونی' یہ الموڑے اور نینی تال میں بولی جاتی ہے۔ (ب) ریاست گڑھوالی کی گڑھوالی۔

(۳) 'مغربی پہاڑی' شملہ اور اس کے نواح کی زبان۔ پہاڑی بولیاں راجستھانی بولیوں سے مشابہ بتائی جاتی ہیں۔

(پنجابی۔ پنجاب کے مشرقی اضلاع کی زبان ہے جو 'گجرات' سے لیکر 'انبالے' تک بولی جاتی ہے' گریرسن' سب سے پہلا ماہر لسانیات ہے جس نے مشرقی پنجابی کو مغربی پنجابی سے الگ ایک زبان قرار دیا ہے۔ پنجابی اپنی ساخت اور قواعد کے اعتبار سے 'ہندوستانی'

---

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۱۴۶

(۲) بیمز تقابلی گرامر صفحہ ۵۲-۵۰۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یا 'اُردو' سے بہت قریب ہے اس لئے پروفیسر 'شیرانی' مرحوم کو یہ شبہ ہوا کہ 'اردو' کی اصل پنجابی ہے۔

'راجستھانی' جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، پورے راجپوتانے کی زبان ہے جو 'مغربی ہندی' سے اتنی قریب ہے کہ 'شیام سندر داس' وغیرہ علماء نے اس کو ہندی کی شاخ بتایا ہے۔ (۱) اس کی حسبِ ذیل چار بولیاں ہیں۔

الف :- میواتی، جو دلی اور 'متھرا' کے قریب 'میوات' میں بولی جاتی ہے۔

ب :- جے پوری: جے پور اور اس کے مضافات کی زبان۔

ج :- مارواڑی۔ بیکانیر، جودھپور، جیسلمیر وغیرہ ریاستوں کی زبان ہے اس پورے علاقے کا نام 'مارواڑ' ہے۔

د :- مالوے، کی زبان جو 'مالوی' کے نام سے موسوم ہے۔ 'میواتی' اور 'مالوی' خالص بول چال کی زبانیں ہیں۔ ان میں کسی قسم کا ادب نہیں ملتا۔ ان میں 'میواتی' پڑوس کی زبان 'برج بھاشا' سے بہت ملتی ہے۔ اور 'مالوی' بندیلی سے۔ مارواڑی ادبی زبان ہے۔ اس کا قدیم ادبی سرمایہ، جو رزمیہ نظموں اور گیتوں پر مشتمل ہے، 'ڈنگل' کہلاتا تھا۔ مارواڑ کے بھاٹ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اودھ (برج) میں بھی گیت لکھتے تھے۔ ان کے یہ گیت پنگل کہلاتے تھے۔ ڈنگل اور پنگل دونوں کی دُھن ایک ہی تھی۔ 'جے پوری' کا شاعر: ادوجیال خاصا مشہور ہے۔ مارواڑی اور جے پوری

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۸۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

گجراتی سے بہت ملتی ہیں۔

'مغربی ہندی' اس گروہ کی اہم زبان ہے۔ یہ وسط ہند، یا مدھیہ دیش میں بولی جاتی تھی۔ جو قدیم زمانے سے علم، ثقافت، اور شائستگی کا مرکز رہا ہے۔ اس کا دائرۂ اثر مغرب میں 'سرہند' سے لیکر مشرق میں 'کانپور' تک اور شمال میں 'ہمالیہ' کے دامن سے جنوب میں 'کوہ بندھیا چل' تک چلا گیا ہے۔ اس کے شمال مغرب میں 'پنجابی' پہاڑی بولیاں رائج کرتی ہیں۔ اور جنوب و مغرب میں 'مرہٹی'، اور راجستھانی اس کے مشرقی حدود پر 'مشرقی ہندی' کا تسلط ہے۔ اس زبان کا نام 'مغربی ہندی' غالباً 'مشرقی ہندی' سے امتیاز دینے کے لئے سب سے پہلے 'گریرسن' نے رکھا اور اس کو ذیل کی پانچ بولیوں میں تقسیم کیا۔

(۱) 'کھڑی' (اردو) یا 'ہندوستانی'، (۲) ہریانی، جاٹو، یا بانگرو، (۳) برج بھاشا، (۴) 'قنوجی' (۵) 'بندیلی'۔

اس زبان میں فعل کے تمام حالات، زمانے، اور اسی اور فعلی تغیرات ظاہر کرنے کے لئے حروف، صلات، اور دیگر اسماء و افعال سے مدد لی جاتی ہے۔ گویا یہ زبان مکمل طور پر تحلیلی ہے۔ ایک دوسری خصوصیت بھی ہے۔ اس میں ماضی مطلق فعل متعدی کے فاعل پر 'نے' بڑھا دیا جاتا ہے' جیسے 'حامد نے مارا'۔ یہ 'نے' خاص مغربی ہندی کی چیز ہے۔ (۱) اس کی بولیوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۳۸ نیز ملاحظہ فرمایئے۔ راقم کا مقالہ "نے" کی سرگذشت مطبوعہ "اردو" اکتوبر ۱۹۵۲ء۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

وہ بولیاں جن میں اسمار صفات اور بعض افعال 'ا' پر ختم ہوتے ہیں۔ یہ دو ہیں 'کھڑی' اور 'ہریانی'۔ بقیہ تین بولیوں میں 'ا' کی جگہ 'و' یا 'ے' ہوتا ہے۔ جیسے بیٹو (بیٹا) تمہارو (تمہارا) گھوڑو (گھوڑا) چلو (چلنا ہے) 'و' 'ے' والی بولیوں کا 'ے' سے 'ا' والی بولیوں میں 'ے' ہو جاتا ہے۔ جیسے چلے (اردو) چلے (برج) آوے گا (اردو) آوے گو (برج)۔

'و' والی بولیوں میں 'برج' زیادہ قدیم اور اہم بولی ہے۔ یہ اصل میں 'متھرا' اور نواح کی روزانہ بول چال کی زبان تھی جس نے شورسینی اوبہٹھ کے زوال کے بعد وسط ہند کی ادبی زبان کا درجہ پایا۔ کھڑی (اردو) کے عروج سے پہلے 'برج' ہی کا رواج تھا۔ اوبہٹھ 'برج' کے کسی قدر قدیم روپ کا نام ہے۔ اوبہٹھ شورسینی اپ بھرنش کی جانشین تھی جو ایک عام ملکی زبان ہونے کی حیثیت سے ماگدھی علاقے میں بھی سمجھی جاتی تھی۔ اس زبان نے اپنے اقتدار کے زمانے میں ہر جدید زبان کو متاثر کیا۔ اودھی اور کھڑی خصوصیت کے ساتھ اس کے زیر اثر رہیں۔ اب اگرچہ اس کا دائرہ اقتدار تنگ ہوتا جا رہا ہے مگر جنوب میں آگرہ، بھرت پور، دھول پور، کرولی، گوالیار کے مغربی حصوں اور جے پور کے مشرقی علاقے تک اور شمال میں ضلع گوڑگانوے کے مشرقی حصہ تک آج بھی اس کا سکہ چلتا ہے شمال مشرق میں یہ بلند شہر، علی گڑھ، ایٹہ، مین پوری، بدایوں، بریلی، نینی تال تک پھیلتی چلی گئی ہے۔ (۱)

اس کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(۱) اس میں الف پر ختم ہونے والے مذکر اسماء صفات اور افعال

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(ماضی، حال، اور مستقبل) 'ے۔ و' پر ختم ہوتے ہیں۔ جیسے گھوڑو، کالو، چلیو، کیو، وغیرہ۔

(۲) اکثر اسماء کے آخر میں 'را' بطور الحاق اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ہیارا (ہیا) جیارا (جیا)۔ اس قسم کے اسماء کا 'را' 'ے۔ و' سے نہیں بدلتا۔

(۳) 'یہ'۔ 'وہ'۔ 'جو' وغیرہ اسماء غیر فاعلی حالت میں 'یا' 'وا' 'جا' ہو جاتے ہیں۔ جیسے یا کو (اس کو) وانے (اس نے) جا کی (جس کی) یہ اُردو کے 'اس' 'جس' 'کس' کے قائم مقام ہیں۔

(۴) جمع کی غیر فاعلی حالت میں اُردو 'ے۔ وں (لڑکوں) کی جگہ 'ان' 'ے' یا 'ے۔ ن' ہوتا ہے۔ جیسے گھوڑان کو۔ گھوڑن کو۔

'بندیلی' بندیل کھنڈ، گوالیار، اور مدھیہ پردیش، کے کچھ اضلاع میں بولی جاتی ہے۔ اس کے پڑوس کی بولیوں کی تفصیل یہ ہے۔ مشرق میں 'اودھی' شمال مغرب میں 'برج بھاشا' جنوب مغرب میں 'راجستھانی' جنوب میں 'مرہٹی'۔ اودھی 'برج' اور 'راجستھانی' بولیوں کا اس پر تھوڑا بہت اثر پڑا ہے۔ لیکن 'مرہٹی' کے اثر سے یہ بالکل پاک ہے۔ آلہا اودل، ہندی کی مشہور نظم اسی بولی میں لکھی گئی تھی۔ لیکن آلہا گانے والے دوسری بولیوں کی آمیزش بھی اس میں کرتے رہے ہیں۔ کیشو داس، بندیل کھنڈ، کے رہنے والے تھے۔ اس لئے ان کی زبان 'بندیلی' بتائی جاتی ہے۔ اس کی چند صرفی اور صوتی خصوصیات یہ ہیں۔

---

(۱) س ہنیہ صفحہ ۹۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) اُردو کے 'را' پر ختم ہونے والے اسماء 'برج بھاشا' کی طرح 'و' پر ختم ہوتے ہیں۔

(۲) اُردو میں جو اسماء لاحقہ 'ن' لگا کر مؤنث بنائے جاتے ہیں۔ بندیلی میں ان پر 'لی' اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے تیلن (اردو) تیلنی۔ (بندیلی) مالن (اُردو) مالنی (بندیلی) ۔

(۳) 'برج' کی طرح جمع کی غیر فاعلی حالت میں 'ن' ہوتا ہے۔ جیسے گھوڑوں کوں۔

(۴) اکثر حروف غنہ کر دیئے جاتے ہیں۔ جیسے میں انے، کوں (کو) سیں (سے) توں (تو)

(۵) 'تو' اور 'میں' کی اضافی حالت 'تو' اور 'مو' ہے۔ جیسے تو کو (تیرا) موکو (میرا)

(۶) ہے کی ماضی 'تھا' کی جگہ 'ہتو' یا 'تو' ہے۔

(۷) مستقبل میں برج کی طرح 'ہوں اور ہوں گو' دونوں روپ استعمال ہوتے ہیں۔

'بندیلی' اصل میں 'برج بھاشا' کا کسی قدر بدلا ہوا رُوپ ہے۔ 'قنوجی' ہندوستان کے قدیم شہر قنوج کی زبان جو ضلع فرخ آباد میں ہے۔ اس کا حلقہ اثر یوں تو اٹاوے اور الٰہ آباد کا درمیانی علاقہ ہے۔ مگر 'ہردوئی' اور 'اناؤ' کے کچھ حصّوں میں بھی اس کا چلن ملتا ہے۔ قنوجی برج سے اتنی ملتی جلتی ہے کہ مشکل ہی سے اس کو ایک جداگانہ اور ممتاز بولی کی حیثیت دی جا سکتی ہے۔ یہ بولی آہستہ آہستہ ملتی جا رہی ہے۔ اور دوسری غیر اہم بولیوں کی طرح خالص 'ہندوستانی' کا روپ اختیار کرتی جا رہی ہے۔ (۱)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(ہریانی: حصار، اور جِند، کے آس پاس بولی جاتی ہے۔ یہ علاقہ کسی زمانے میں 'ہریانہ' کہلاتا تھا۔ اس علاقے میں جاٹ بکثرت آباد ہیں اس لیے 'ہریانی' کو 'جاٹو' بھی کہتے ہیں۔ گریرسن کی رائے میں موجودہ 'ہریانی' کھڑی یعنی 'ہندوستانی' ہی کا ایک روپ ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ 'پنجابی' یا 'راجستھانی' سے قریب ہونے کے باعث کچھ لسانی خصوصیات ان زبانوں کی بھی 'ہریانی' نے لے لی ہیں) مثلاً فعل حال کا لاحقہ اس میں 'تا' (اردو) کے ساتھ ساتھ 'د' (پنجابی) بھی ہے۔ اس کی چند لسانی خصوصیات ملاحظہ ہوں۔

(۱) اردو 'ڑ' اور 'ڑھ' کی جگہ اس میں 'ڈ' اور 'ڈھ' ہوتا ہے۔
جیسے بڈھانا (بڑھانا) چڈھنا (چڑھنا) بڈا (بڑا)۔

(۲) 'اردو' کی طرح اس کے اسماء مذکر اور صفات کے آخر میں 'ا' ہوتا ہے۔

(۳) کلمہ 'نے' فاعل اور مفعول' دونوں کے مساوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے من نے صاحب نے مارا (مجھے صاحب نے مارا) (۴) 'اردو' کے مقابلے میں ہریانی کا رجحان اس طرف زیادہ ہے کہ مشدد حروف کو مخفف کر کے ماقبل حرکت کا اشباع کر دیا جائے۔ جیسے۔

اردو	ہریانی
مکھن	ماکھن
ہڈی	ہاڈ

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۳۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہریانی	اردو
راکھے	رکھے
ماٹی	مٹی

(۵) 'بندیلی' کی طرح اکثر کلمات غنہ کرد یئے جاتے ہیں۔ جیسے 'سیں'، (سے)، 'کوں'، (کو)، 'توں'، (تو)

(٦) ماضی مطلق کے 'ا' سے پہلے ایک 'ی' اور ہوتی ہے۔ جیسے مار یا رہیا۔ چلیا۔ سہیا۔ لگیا وغیرہ۔

'کھڑی بولی' یا ہندوستانی دراصل 'میرٹھ' اور 'دلی' کی زبان ہے جو کسی زمانے میں ان علاقوں کی محض بول چال کی زبان تھی لیکن جب اسے ادبی اور ملک کی معیاری زبان کا درجہ ملا۔ اس کا حلقہ اثر برابر وسیع ہوتا چلا گیا۔ اور اب یہ مغربی روہیل کھنڈ دو آبے، کے شمالی حصے اور 'پنجاب' کے ضلع 'انبالے' میں بھی بول چال کی زبان کی حیثیت سے رائج ہے۔ اس زبان کا نام 'کھڑی' ہندو ادیبوں کا دیا ہوا ہے۔ 'گریرسن' اور مغربی مصنفین اس کو 'ہندوستانی' کے نام سے پکارتے ہیں۔ 'ہندوستانی' کے دو روپ ہیں۔ ایک عام بول چال کی 'ہندوستانی'، دوسرے ادبی 'ہندوستانی'۔ ادبی 'ہندوستانی' کو 'اردو' کہتے ہیں۔ جس میں 'سنسکرت'، 'تت سم' یعنی اصلی الفاظ کی آمیزش زیادہ ہوتی ہے وہ 'ہندی' کہلاتی ہے۔ ادبی 'ہندوستانی' یا 'اردو' ہندو پاکستان کی عام ملکی اور قومی زبان ہے جو اس برصغیر کے ہر چھوٹے اور بڑے مقام پر سمجھی جاتی ہے۔ عام ہندوستانی بولی کی حدود یہ ہیں۔

مغرب میں 'پنجابی' اور 'بانگڑو'، شمال میں وسطی اور غربی پہاڑی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بولیاں۔ جنوب اور مشرق میں 'برج بھاشا' ہر چند صوتی اور صرفی اعتبار سے یہ 'برج' سے بہت قریب ہے لیکن اس کی حسب ذیل امتیازی صفات اس کو پڑوس کی بولیوں سے جدا کرتی ہیں اور اس کو ایک آزاد حیثیت دیتی ہیں۔

(۱) 'سنسکرت' اور 'پراکرت' کا 'ڈ' اور 'ڈھ' بترتیب 'ڑ' اور 'ڑھ' سے بدل جاتا ہے۔

(۲) مذکر اسماء، صفات اور بعض افعال 'ـا' پر ختم ہوتے ہیں۔ جیسے۔ لڑکا۔ کالا۔ کرنا۔ کیا۔ کرتا۔ کرے گا۔

(۳) مضارع کے آخر میں 'ـے' کی جگہ 'ـے' ہوتا ہے۔ جیسے۔ چلے۔ کرے۔ (برج چلے۔ کرے)

(۴) اعرابی احوال کا اظہار ذیل کے مخصوص کلمات کی مدد سے کیا جاتا ہے کا۔ میں۔ پر۔ سے۔ کے۔ لئے۔

(۵) 'یہ'۔ 'وہ'۔ 'جو'۔ 'کون' وغیرہ اسماء عام غیر فاعلی حالت میں 'اس'۔ اس۔ 'جس'۔ 'کس'۔ (تس) ہو جاتے ہیں۔

(۶) 'والا' ہارا کے معنی میں ہندوستانی کے ساتھ خاص ہے۔

(۷) 'ہے' کی ماضی 'تھا' بھی ہندوستانی ہی کی خصوصیت ہے۔

(۸) فعل مجہول مصدر 'جانا' کی مدد سے بنایا جاتا ہے۔

(۹) 'نے' علامت فاعل (یا آلہ) ہندوستانی کی اپنی چیز ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱۰) جمع کی غیر فاعلی حالت میں ؤں ۔ ون ، ہوتا ہے ۔ جیسے ۔
لڑکوں کو ۔ کوٹھوں سے ۔ وغیرہ ۔

ان میں سے کا ۔ نے ۔ میں ۔ پر ۔ سے ۔ اس ۔ جس ۔ کس ۔ نا ۔ نا ۔ ڈرا ،
گا کا ذکر ڈاکٹر چٹرجی ، نے اپنے خطبات "ہند آریائی اور ہندی" میں
کیا ہے ۔

اور انہیں ہندوستانی کے ساتھ خاص بتایا ہے ۔ بقیہ خصوصیات
میں نے اضافہ کی ہیں ۔ ان میں سے چند دوسری مغربی بولیوں میں بھی پائی جاتی
ہیں ۔ یہ ہندوستانی سے مستعار لی گئی ہیں ۔

مشرقی ہندی ، جسے سطور بالا میں درمیانی زبان بتایا گیا ہے ، اردھ ماگدھی
کی جانشین سمجھی جاتی ہے ۔ گریرسن ، مشرقی ہندی کی طرح اردھ ماگدھی کو
بھی درمیانی اور کسی قدر مخلوط زبان بتاتے ہیں ۔ مشرقی ہندی ایک طرف بھوج
پوری اور دوسری طرف بندیلی اور قنوجی سے گھری ہوئی ہے ۔ اس کے شمال
میں پہاڑی بولیاں ہیں اور جنوب میں مرہٹی ۔ اس کی حسب ذیل تین بولیاں
مشہور ہیں ۔

الف ۔ 'اودھی' ۔ یہ اودھ (ایودھیا) کی زبان ہے اور ادبی اعتبار
سے مغربی ہندی کی شاخ ، برج بھاشا ، کی برابر ہے ۔ یہ "ہردوئی" کھیری
اور فیض آباد کے بعض حصوں کو چھوڑ کر آگرے کے اضلاع ، فتح پور ،
الہ آباد ، جون پور اور مرزا پور ، میں بھی بولی جاتی ہے ۔ اس کو ' پوربیا ' اور
کوشلی بھی کہتے ہیں ۔ (۱)

ب ۔ 'بگھیلی' ، اودھی کے جنوب میں بولی جاتی ہے ۔ بلرام بابو سکسینہ اودھی
کو بگھیلی سے مختلف نہیں بتاتے (۲)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ج۔ چھتیس گڑھی چھتیس گڑھ اور اس کے آس پاس اودھے پور، کوریا، اور سر گجا، ریاستوں میں بولی جاتی ہے۔ یہ بہت سی صفات میں اودھی سے ممتاز ہے۔ اس پر مرہٹی اور اڑیا کا کافی اثر ہے (۳)

"اودھی کسی زمانے میں ادبی زبان تھی۔ ملک محمد جائسی کی پدماوت" اور تلسی داس، کی رامائن اودھی ہی میں ہیں۔ اودھی کے دو روپ ہیں۔ ایک مغربی دوسرے مشرقی۔ اول الذکر "لکھنؤ" سے "قنوج"، "اٹاوہ" کے علاقے میں بولی جاتی ہے۔ یہ "برج" سے بہت قریب ہے۔ ثانی الذکر کا چلن، گونڈے اور الٰہ آباد، کی نواح میں ہے۔ یہ خالص "اودھی" ہے، اودھی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، بہاری اور مغربی، ہندی کے درمیان کی چیز ہے۔ اس کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) مشرقی زبانوں کی طرح اس کے اسماء و صفات کی فاعلی حالت میں "ے"، ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ہندی کی تین بولیوں میں سے "برج" "و" والی "اودھی" "ے" والی اور کھڑی (اردو) "ا" والی زبان ہے (۱)

(۲) "اودھی" میں بہاری کی طرح علامت فاعل "نے" استعمال نہیں ہوتی۔

(۳) بہار کی طرح مصدر میں "نا" کی جگہ "ب" ہوتی ہے۔ جیسے۔ دیکھب (دیکھنا)

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱ (۲) اودھی کا ارتقا صفحہ ۳

(۳) ساہتیہ صفحہ ۸۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں ضمیر متصل کے ساتھ ساتھ ایک 'ل' بھی ہوتا ہے۔ جیسے۔ مرلس (بہاری) مغربی ہندی، ہیں نہ 'ل' ہوتا ہے اور نہ ضمیر متصل۔ اس لحاظ سے بھی 'اودھی' بین بین زبان ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۴) اسم صفت اور مصدر کے تین روپ ہوتے ہیں، قیصر جیسے گھوڑ، طویل جیسے گھوڑا۔ طویل تر جیسے گھوڑوا و مغربی ہندی میں طویل ہوتا ہے، اودھی میں طویل اور قیصر، بہاری، میں طویل اور طویل تر۔

(۵) اسماء وصفات کی تذکیر و تانیث کا مغربی ہندی، میں خاص خیال رکھا جاتا ہے، اودھی میں یونہی سا۔ لیکن و بہاری، بولیوں میں مذکر و مؤنث کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ (۲)

(۶) اودھی میں دو طرح کے مستقبل ہیں۔ ایک قدیم جو 'سنسکرت' فعل مستقبل سے لیا گیا ہے۔ جیسے چلی ہوں۔ (سنسکرت چلش یامی' پراکرت، چلی ہامی۔

دوسرے سنسکرت तव्य اور' پراکرت' तव्व لگا کر جیسے دیکھ بول (دیکھوں گا) برج، میں صرف پہلا استعمال ہوتا ہے، اور بہاری میں دوسرا۔ 'اردو' میں دونوں میں سے ایک بھی نہیں۔

(۷) 'اودھی' میں ماضی مطلق' میں فاعل کی ضمیر ہوتی ہے۔ جیسے۔

مارس (اس نے مارا) دِہس (اس نے دیا) مشرقی زبانوں

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۳۷

(۲) اودھی کا ارتقا صفحہ ۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یہی ضمیر متصل کے ساتھ ساتھ ایک 'ل' بھی ہوتا ہے۔ جیسے۔
مرلس (بہاری!!) مغربا ہندی، ہیں نہ 'ل' ہوتا ہے اور نہ ضمیر متصل۔
اس لحاظ سے بھی 'اودھی' بین بین زبان ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

باب

ہندوپاک کی زبانوں کے رشتے اور اُردو زبان کا ماخذ

پچھلے باب میں ہندوپاک کی قدیم وجدید زبانوں کی جو تاریخ بیان کی گئی ہے اور ان کے ارتقا کے مختلف دوروں، اور مرحلوں کی نشاندہی کی گئی ہے اس سے ذیل کے نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) آریا قبیلے، جو مسیح علیہ السلام سے دو ہزار برس پہلے ہندوستان میں ایک زبان بولتے تھے۔ جسے ہم قدیم ہندو آریائی کہتے ہیں۔(۱)

(۲) یہ قدیم زبان ترقی کے کچھ منازل طے کرنے کے بعد سنسکرت (شستہ) کہلائی۔

(۳) سنسکرت میں صوتی اور حرفی تغیرات ہوئے تو اس نے اوّلین پراکرت یعنی 'پالی'، کا روپ اختیار کیا۔ پالی سے حسب ذیل چار پراکرتیں وجود میں آئیں۔

(الف) شورسینی (ب) ماگدھی (ج) مہاراشٹری (د) اردھ ماگدھی

(۴) پراکرتیں روپ بدل کر اپ بھرنش بنیں۔ ہر پراکرت کا اپ بھرنش روپ الگ تھا۔

(۵) ہندو پاکستان کی موجودہ بول چال کی زبانیں ان اپ بھرنش

---

(۱) مشرقی گرامر بیمز نلے صفحہ ۱۳۱۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کی پیداوار ہیں۔ ہیونر نلے کی تحقیق کے مطابق اس کی تفصیل اس طور پر ہے۔

'ماگدھی کے دو رُوپ تھے۔ مشرقی اور جنوبی، آسامی، اڑیا، بنگالی اور بہاری مشرقی ماگدھی کی پیداوار ہیں اور مرہٹی جنوبی ماگدھی کی۔ شورسینی کے بھی دو روپ تھے۔ شمالی' اور مغربی گڑھوالی، کمایونی اور نیپالی بولیوں نے شمالی شورسینی سے جنم لیا۔ مغربی' ہندی، پنجابی، گجراتی، سندھی، راجستھانی اور لہندا نے مغربی شورسینی' سے۔ گریرسن' نے ہیونر نلے کے حوالے سے ذیل کی جدول اپنی بہاری 'گرامر' میں درج کی ہے جس سے ان زبانوں کے باہمی تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔(۱)

قدیم سنسکرت

قدیم پراکرت ورناکولر

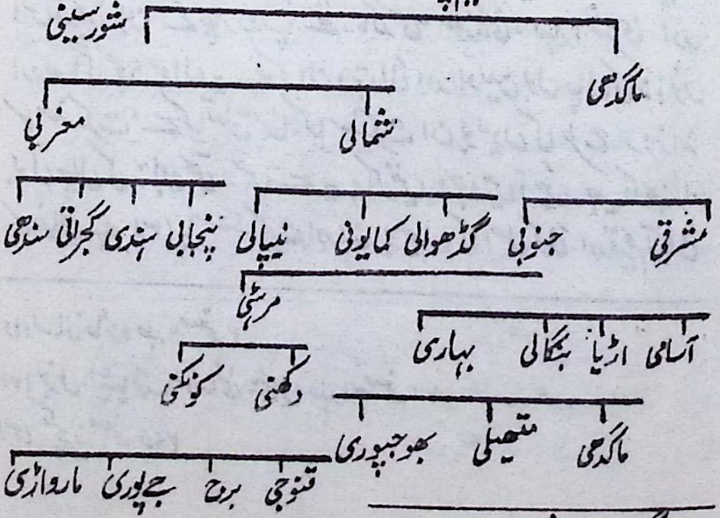

(۱) بہاری گرامر جلد ا صفحہ ۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہندی کو سب سے پہلے گریرسن نے دو گروہوں میں تقسیم کیا، مغربی ہندی اور مشرقی ہندی۔ اور اردھ ماگدھی پراکرت کو مشرقی ہندی کا ماخذ ٹھہرایا۔(۱)

مرہٹی کی اصل مہاراشٹری پراکرت بتائی جاتی ہے۔ ہیورنلے مہاراشٹری کو ایک طرح کی مصنوعی اور بناوٹی زبان سمجھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مہاراشٹر کی بول چال کی زبان سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں۔ دراجستھانی، بولیوں کو انہوں نے ہندی زمرے کی زبانوں میں شامل کیا۔ اور موجودہ ہندی یا اردو کو برج سے ماخوذ بتایا۔ (۲) یہ دونوں باتیں اب غلط ثابت ہو چکی ہیں۔

اس سلسلے میں ایک امر کی وضاحت ضروری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان آنے والے آریہ قبائل ایک زبان بولتے تھے۔ ہیورنلے کے خیال میں اس کے صرف دو روپ تھے۔ جن میں سے ایک کو وہ شورسینی اور دوسرے کو ماگدھی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ "گریرسن" کے نزدیک اس قدیم زبان کے چار روپ تھے۔ ماگدھی، شورسینی، مہاراشٹری اور اردھ ماگدھی، سوال یہ ہے کہ ان ابتدائی اور اوّلین بول چال کی زبانوں کا سنسکرت، سے کیا تعلق تھا۔ کیا سنسکرت ان بولیوں کی طرح روزانہ بول چال کی زبان تھی۔ جس سے یہ پراکرتیں وجود میں آئیں۔ جیسا کہ بھنڈار کا خیال ہے (۳) یا سنسکرت اور ان بولیوں کی اصل کوئی اور قدیم آریائی

---

(۱) لسانی جائزہ جلد ۶ صفحہ ۲

(۲) جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۲

(۳) لکچرز صفحہ ۲۷۵

اردو زبان کا ارتقا عرفانی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

زبان تھی جیسا کہ 'گریرسن' کی رائے ہے (۱)

لیکن جب تک یہ طے نہ ہو کہ 'سنسکرت' کس زبان کو کہتے ہیں۔ اس وقت تک اس نزاع کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اگر 'سنسکرت' سے وید کی زبان اور قدیم ہند آریائی بولیاں مراد لیں تو یہ کہنا ٹھیک ہے کہ تمام پراکرتیں 'سنسکرت' سے ماخوذ ہیں۔ اور اگر اس کے خلاف سنسکرت پانینی اور پتنجلی کی زبان ہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ پراکرتیں 'سنسکرت' کی بیٹیاں ہیں" (۲) لیکن یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ "ہند آریائی زبان اولین عہد میں سنسکرت نہ تھی بلکہ ایک اور مقبول عام زبان تھی۔ دوسرے عہد میں بھی لوگ سنسکرت نہیں بولتے تھے۔ بول چال میں پراکرتیں استعمال ہوتی تھیں جو سنسکرت کے ساتھ ساتھ قدیم ہند آریائی بول چال کی زبان سے وجود میں آئیں"۔ (۳) قریب قریب یہی حال شیام سندر داس کا ہے انہوں نے قدیم ویدک زبان کا 'سنسکرت' اور 'پراکرت' سے مقابلہ کرنے کے بعد لکھا ہے۔ (۴) "اس بات کی تائید میں اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ قدیم ویدک زبان سے پراکرتوں کی پیدائش ہوئی، بعد کی 'سنسکرت' سے نہیں"۔ قدیم ویدک زبان کو پروفیسر میکڈانل نے ادب اور علم کی زبان بتایا ہے۔ (۵) یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر کوئی زبان اس عہد کی بول چال کی زبان سے زیادہ قریب ہے تو وہ ویدک زبان ہے۔ 'سنسکرت' یا بعد کی ادبی زبان کیا بلحاظ اصوات کیا بحا:

---

(۱) بہاری گرامر جلد ا صفحہ ۵ (۲) مبادی پراکرت باب اول
(۳) تاریخ ادب ہند ویبر صفحہ ۲ (۴) ساہتیہ صفحہ ۱۲
(۵) تاریخ ادب سنسکرت صفحہ ۴۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Sessions Judge Srinagar Collection

اصول صرف و نحو بول چال کی زبان سے بہت مختلف ہے۔ شیام سندر داس فرماتے ہیں ”جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں ابتدا سے عوام کی بول چال کی زبان 'پراکرت' تھی اس زبان کے قدیم روپ کی بنیاد پر 'وید منتر' تصنیف ہوئے اور اس کا رواج 'براہمنوں' اور سوتر گرنتھوں' تک بھی رہا۔ بعد میں یہ زبان منجھ کر 'سنسکرت' روپ میں جلوہ نما ہوئی۔ بول چال کی زبان بھی قائم رہی لیکن اس عہد کی قدیم (روزانہ بول چال کی زبان کی) مثالیں آج نہیں ملتیں۔ (۱)

”بول چال کی زبان کے قدیم روپ جن کی بنیاد پر وید منتر تصنیف ہوتے ایک سے زیادہ تھے (۲) خود ویدوں کی زبان میں زبان کے ان روپوں اور مختلف شکلوں کی چھاپ نظر آتی ہے۔ 'کشدرک' (چھوٹا) کے ساتھ ساتھ اس وقت 'کشک' بھی بولا جاتا تھا۔ ہم دونوں کے معنی ہیں 'یو آم' بھی استعمال ہوتا تھا اور 'یوم اور وام' بھی 'پشچات' اور 'پشچا' ، 'لیشمانس اور لیشمے' ، 'دلیواہ' اور دلیواسہ ، دیوے اور ولیوسے بھی یہ سب لغات' ویدوں میں پہلو بہ پہلو دیکھے گئے ہیں۔ (صوتی) اعتبار سے کہیں 'ر' اور 'ل' دونوں آوازیں مستعمل تھیں کہیں 'ل' کی جگہ 'ر' بولی جاتی تھی۔ مخلوط ”ہا“ حروف مثلاً 'دھ' 'بھ' اور 'گھ' 'ہ' ہو جاتے ہیں۔ 'ڈ' کا تلفظ مختلف طریقوں سے کیا جاتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 'ویدوں' کی تصنیف کے زمانے میں اگرچہ آریا' اصل بنیاد کے لحاظ سے ایک زبان بولتے تھے لیکن ان کے روپ ایک سے زیادہ تھے۔

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۲ (۲) تقابلی گرامر بیمز صفحہ ۴ چٹرجی بنگالی کا آغاز و ارتقا صفحہ ۴۴۔

(۳) ساہتیہ صفحہ ۶ و بنگالی صفحہ ۳۵۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ان روپوں کو ہم اس عہد کی بولیاں کہتے ہیں۔ ان کا کھوج لگانا اور موجودہ بولیوں سے ان کا رشتہ دریافت کرنا ہمارا کام ہے۔

لسانی ارتقا کی دوسری کڑی 'پالی' بتائی جاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ لسانیات کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ زبان جب ارتقا کی طرف قدم بڑھاتی ہے تو اس میں اختلاف رونما ہوتا ہے۔ بولنے والوں کی کثرت اور مختلف اطراف میں ان کے انتشار کے ساتھ ساتھ زبان میں بھی اختلاف تنوع، اور ایک طرح کا پھیلاؤ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر درحقیقت آریا قبائل، ہندوپاکستان میں داخلے کے وقت بھانت بھانت کی بولیاں بولتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اطراف ملک میں پھیلنے کے بعد اُن کی یہ بولیاں، کثرت کی جگہ وحدت میں جلوہ نما ہوئیں اور سب نے مل کر ایک زبان یعنی 'پالی' کا روپ اختیار کر لیا۔ صحیح اور قرین قیاس یہ ہے کہ 'پالی' بھی سنسکرت کی طرح ایک شائستہ مہذب اور ادبی زبان ہے۔ جس کا لبد اُس عہد کی بہت سی بولیوں میں سے کسی ایک بولی کی تہذیب کے بعد تیار ہوا۔ ڈاکٹر چیٹرجی، پالی کو ادبی زبان بتاتے ہیں۔ اور اُسے 'مدھیہ پردیش' (درمیانے علاقے) کی بولیوں میں سے کسی ایک بولی پر مبنی ٹھہراتے ہیں۔ (۱)

عہد 'اشوک' کے کتبوں کا جن علماء نے گہرا لسانی مطالعہ کیا ہے ان کا بیان ہے کہ "اشوک کے زمانے میں کم سے کم چار بولیاں رائج تھیں جن میں ممتاز ترین 'مگدھی' کی پالی تھی"۔ (۲)

---

(۱) انڈو ایرین اینڈ ہندی صفحہ ۱۶۱ و بنگالی صفحہ ۵۷ (۲) ساہتیہ صفحہ ۱۴۱ گنے صفحہ ۱۸۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"پالی کا گینڈا بتاتا ہے کہ اس کی اصل اسنسکرت، کی جگہ ویدک زمانے کی کوئی اور بولی ہے۔ 'سنسکرت' اور 'پالی' مساوی درجے کی زبانیں ہیں۔ ان کی بنیاد الگ الگ دو قدیم بول چال کی زبانوں پر ہے۔ دونوں مدتوں تک ادب، فن اور فلسفہ کے خیالات کے اظہار کے لئے استعمال ہوتی رہیں۔ اگر 'پالی' 'سنسکرت' کی کسی قدر مسخ شدہ، ترقی یافتہ اور بدلی ہوئی شکل ہوتی تو اس کا امکان نہ تھا کہ جو صیغے کسی زمانے میں قدیم 'ویدک' یا اس کی کسی بولی میں مستعمل تھے لیکن ادبی 'اسنسکرت' میں ان کا چلن نہ تھا۔ یا تھا لیکن اٹھ چکا تھا۔ وہ کسی قدر بدلی ہوئی صورت میں 'پالی' میں راہ پا سکتے۔ مثلاً مفتوح الاواخر اسماء کی آلی حالت میں جمع کے لئے [illegible] یا [illegible] لاحقہ کا استعمال جو قدیم ویدک [illegible] سے لیا گیا ہے۔ یا بے جنس میں اظہار جمعیت کے لئے علامت [illegible] کا الحاق۔ یہ دونوں خصوصیات ویدک 'سنسکرت' اور 'پالی' میں مشترک ہیں جو ظاہر ہے 'پالی' میں ویدک عہد کی اس بولی سے آئیں جو 'پالی' کی اصل تھی۔ 'بھنڈارکر' کا یہ کہنا کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا کہ یہ صیغے دوسرے صیغوں پر قیاس کر کے خود 'پالی' ہی میں وضع کر لئے گئے۔ (۱) اگر قدیم 'ویدک' زبان میں یہ صیغے استعمال نہ ہوتے تو اس قیاس کی گنجائش تھی اور اس کو مانا جا سکتا تھا کہ یہ صیغے قیاس باطل کے اصول پر بعد میں وضع کر لئے گئے۔ اس کے علاوہ 'پالی' میں 'بھو' اور 'اس' کے ساتھ ساتھ ایک اور مادہ 'ہو' بھی مستعمل تھا۔ اغلب یہ ہے کہ یہ مادہ 'بھو' یا 'اس' سے متفرع نہیں۔ بلکہ ایک الگ اور آزاد فعل ہے۔ یہ 'پہلوی' اور سامی خاندان کی زبان ہے

---

(۱) لیکچر صفحہ ۵۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'عبرانی' میں بھی تھا اور شاید قدیم ہند آریائی میں بھی۔ 'پالی' میں اس کا مستقبل اور آنذادانہ استعمال بتاتا ہے کہ یہ قدیم آریائی زبان سے پالی میں آیا۔ اگر 'پالی' ادبی 'سنسکرت' کی پیداوار ہوتی تو یہ مادہ اس میں راہ نہ پا سکتا۔ [illegible] کے علاوہ' جو ادبی سنسکرت میں بھی ہے؛ 'پالی' میں [illegible] اور [illegible] وغیرہ لاحقے بطور علامت مصدر استعمال ہوئے ہیں۔ یہ صرف قدیم ویدک زبان ہی میں تھے۔ [illegible] اور [illegible] کی بابت' جو فاعلی معنی ادا کرتے ہیں، گیگر' کا بیان ہے کہ سنسکرت تو رہی ایک طرف ویدک زبان سے بھی اُن کا جوڑ نہیں لگایا جا سکتا۔ (۱)

پراکرتوں کو ارتقا کے تیسرے درجے میں رکھ کر ان کو 'پالی' سے متفرع بتایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ پیش نظر رہنا چاہیئے کہ پروفیسر ولسن' جان بیمز' اور 'پشل' وغیرہ علماء لسانیات نے 'سنسکرت' اور 'پالی' کی طرح پراکرتوں کو بھی ادب کی زبان اور ایک طرح سے خودساختہ اور مصنوعی قرار دیا ہے؛ بیمز' فرماتے ہیں اشعار کی پراکرت بول چال کی زبان نہ تھی۔ ڈاکٹر پشل' مسٹر بیمز' سے متفق ہیں وہ فرماتے ہیں کہ پراکرت کسی زمانے میں بھی بولی نہیں گئی۔ یہ بات جاننے کے لئے کہ آریوں کی بول چال کی زبان کیا تھی ہمیں اصولاً موجودہ بولیوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ (۲)۔ ان علماء کا یہ خیال ایک لحاظ سے صحیح ہے۔ اگر ان پراکرتوں کو اس عہد کی بول چال کی زبانیں مان لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس وقت بنگال' آسام' بہار' اور اڑیسہ میں صرف ایک زبان یعنی ماگدھی' بولی جاتی تھی۔ اور پنجاب' سندھ' راجپوتانے اور

---

(۱) تقابلی لسانیات صفحہ ۱۷۶ (۲) بحوالہ بھنڈارکر صفحہ ۲۷۵۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

گجرات' میں شورسینی'۔ اگر ماگدھی اور 'شورسینی' درحقیقت موجودہ دیسی زبانوں کی اصل ہیں تو ان سے پہلے ان پراکرتوں کا چلن ان مقامات میں ہونا چاہیئے لیکن یہ خلاف قیاس ہے کہ اتنے وسیع علاقے میں صرف ایک زبان بولی جاتی ہو۔ ڈاکٹر دھیریندر ورما نے پراکرت اور اپ بھرنش عہد میں موجودہ دیسی زبانوں کے وجود کو تسلیم کیا ہے' اور پراکرتوں کو ساہتیہ (ادب) کی زبانیں بتایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

" پراکرت اور اپ بھرنش عہد میں' بنگال' آسام' اڑلیہ' متھلا' اور کاشی کی بولیاں الگ الگ تھیں۔ ساہتیہ میں استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اپ بھرنش اور پراکرت عہد کی بولیوں کے نمونے ہمیں دستیاب نہیں ہوئے۔" (۱)

بعض لسانی شہادتیں بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ادبی پراکرتیں 'پالی' سے ماخوذ نہیں۔ ذیل میں چند پراکرت لاحقے دیئے جا رہے ہیں۔ 'پالی' اور 'سنسکرت' لاحقوں سے مقابلہ کرنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ وہ 'پالی' سے ماخوذ ہیں۔

صیغہ	پراکرت علامت	پالی علامت	سنسکرت علامت
(۱) حالت مجروری	आदु आहि	म्हि	तः स्मात
(۲) جمع متکلم (حال)	मु - मो	म	मः
(۳) واحد متکلم (امر)	मु	मि	आनि
(۴) ماضی معطوفہ		× इत्वा	य

ان میں سے واحد متکلم (امر) کے لاحقے کو چھوڑ کر بقیہ لاحقے براہِ

---

(۱) ہندی بھاشا کا اتہاس حاشیہ صفحہ ۴۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

راست 'سنسکرت' سے لئے گئے ہیں۔ پراکرت کی چند صوتی خصوصیات ایسی ہیں جو پراکرت کو پالی سے زیادہ قدیم ثابت کرتی ہیں۔ مثلاً 'پراکرت' रि پالی۔ इ یا अ یا उ سے زیادہ قدیم ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پالی	پراکرت
इच्छ	रिछ
अच्छ	रिक्ख
उजु	रिजु

اسی طرح 'پراکرت' इअर اور आआआर پالی میں ए اور आर کی شکل میں ہیں۔ (۱)

'ڈاکٹر بھنڈارکر' نے اس کی دو توجیہیں کی ہیں۔ اول یہ کہ 'پراکرتیں' 'پالی' کی ہم عصر دوسری بولیوں سے ماخوذ ہیں۔ دوسرے یہ کہ مندرجہ بالا صوتی اور صرفی خصوصیات سے نتیجہ ہیں 'سنسکرت' کے اثر کا۔ ان میں سے دوسری توجیہہ کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں "دوسری توجیہہ کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ایک اہم خصوصیت میں (مثلاً افعال کی جگہ مشتقات کا بکثرت استعمال) پراکرتیں بعد کی 'سنسکرت' سے زیادہ مشابہ ہیں اور 'پالی' قدیم 'سنسکرت' سے۔" (۲) لیکن صحیح توجیہہ یہ ہے کہ قدیم 'سنسکرت' اور 'پالی' قدیم ہند آریائی بولیوں میں سے کسی ایک بولی سے متاثر ہوئیں اور پراکرتیں دوسری معاصر بولی سے۔ اس لئے کہ پراکرتیں دوسری خصوصیات میں ادبی 'سنسکرت' کی جگہ قدیم ویدک زبان سے زیادہ

---

(۱) لیکچرز صفحہ ۱۰۵ (۲) ایضاً صفحہ ۱۰۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

قریب ہیں۔ اگر ان مشابہتوں کی بنا پر 'پالی' اور 'پراکرت' کی قدامت کا فیصلہ کیا جائے تو یقیناً 'پراکرت'، 'پالی' سے زیادہ قدیم ہوگی۔

'پراکرت'، 'پرکرتی' سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ہیں فطری اور اصلی ڈاکٹر ولز، کا بیان ہے کہ اول اول 'پراکرت'، کا اطلاق عام اور روزانہ کاروبار کی زبان پر ہوا۔ اس کے مقابلے میں شستہ، شائستہ مہذب اور علمی لحاظ سے جامع اور مکمل زبان 'سنسکرت' کہلائی۔ (۱) اگرچہ 'ہندوپاکستان' کی پراکرتیں اول اول روزانہ بول چال کی زبانیں تھیں لیکن 'سنسکرت' کے زوال کے بعد ان پراکرتوں میں سے چند ترقی پا کر ادبی اور علمی خیالات کے اظہار میں کام آنے لگیں۔ اور جب اُن میں یہ صلاحیت پیدا ہوئی تو ان کو 'سنسکرت' کی طرح ادب اور شائستگی کا بڑا درجہ دیا گیا۔ وہ چار پراکرتیں جن کا ذکر باب دوم میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا اور جن کے اصول و قواعد 'ورد رچی' اور 'ہیم چندر' وغیرہ علماء نے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں، عام روزانہ بول چال کے درجے سے ترقی کر کے ادبی اور علمی زبان کے اونچے مرتبے پر فائز ہوئیں ورنہ ان پراکرتوں کے ساتھ ساتھ اس زمانے میں اور بھی پراکرتیں رائج تھیں۔ جو 'ہندوپاکستان' کے طول و عرض میں بولی جاتی تھیں۔ ادبی لحاظ سے ان کا کوئی مقام نہ تھا اس لئے قواعد نگاروں نے ان کو نظر انداز کر دیا۔

پراکرتیں جب تک بول چال میں کام آتی رہیں ترقی کی راہ پر گامزن رہیں۔ اور جب یہ ادبی درجے پر فائز ہوئیں تو فطری ارتقا سے محروم ہوگئیں

---

(۱) مبادیات باب اوّل۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

لیکن ان کی معاصر دوسری پراکرتیں جنہیں عام لوگ بولتے تھے برابر بدلتی رہیں اور ترقی کے منازل طے کرتی رہیں: ڈاکٹر وبیر' کہتے ہیں کہ ویدک زمانے میں متعدد بولیاں رائج تھیں۔ ان بولیوں کی ترکیب و تالیف سے سنسکرت وجود میں آئی۔ یہ بولیاں ترقی کرکے ادبی پراکرتیں بنیں۔ بعد میں انہی بولیوں نے موجودہ دیسی بولیوں کا روپ اختیار کیا۔ (۱)

(زبانیں جیسا کہ 'میکس مولر' نے لکھا ہے، اوّل اوّل بولیاں ہوتی ہیں جنہیں مختلف طبقات کے لوگ بول چال میں استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے جب کسی بولی میں تصنیف و تالیف کے سلسلے کا آغاز ہوتا ہے تو وہ ادبی زبان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے) 'لاطینی' ان بولیوں میں سے ہے جنہیں 'اٹلی' کے آریائی باشندے بولتے تھے۔ یہ 'لیٹیم' کی زبان تھی۔ 'لیٹیم' میں ورما کی اور روما میں اشراف اور مذہبی پیشواؤں کی۔ یہ ایک محدود طبقے کی زبان تھی۔ یہ ایک سیاسی جماعت کی بولی تھی۔ قانون، مذہب، ادب اور ثقافت کی زبان بن جانے کے بعد یہ اپنی دوسری بہنوں سے بچھڑ گئی اور منجمد ہو کر رہ گئی۔ (۲)

(پراکرتوں کا حال بھی یہی ہے۔ کسی زمانے میں یہ سب بول چال کی زبانیں تھیں۔ یہ سب 'پراکرت' کہلاتی تھیں۔ 'میکس مولر' کے الفاظ میں یہ پراکرتیں کسی زمانے میں چھوٹی چھوٹی نہریں اور جدولیں تھیں جو قدیم زمانے سے ایک دوسرے سے الگ تھلگ لیکن برابر برابر بہتی چلی آ رہی تھیں۔ یہ بہت سی صفات میں ایک دوسرے سے ملتی تھیں۔ اس لئے ان سب کا سرچشمہ ایک سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ کسی زمانے میں بھی یہ ایک نہ تھیں۔ ان کی مماثلت اس لئے تھی کہ ان کے بولنے والے پاس پاس آباد تھے۔ جو باہم

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

شدید ارتباط رکھتے تھے۔ ان میں سے جو بولیاں ادبی درجے پر فائز ہوئیں ان کا بہاؤ رُک گیا۔ راہ ارتقا سے ہٹ کر انہوں نے ایک "تالاب" کی صورت اختیار کر لی۔ باقی بولیاں پرانی ریت کے مطابق بدستور بہتی چلی گئیں اور بہتی جا رہی ہیں۔ پراکرتیں گویا "تالاب" ہیں۔ اور موجودہ دیسی بولیاں اُن کے متوازی بہنے والی جدولیں۔

"ڈاکٹر وِلز" لکھتے ہیں۔ "ہندوستان کی آریائی زبانیں ایسی ہیں جیسے یوروپ کی رومانوی زبانیں۔ اطالیہ کی قدیم متعدد بولیوں میں سے لاطینی قبیلے کی بولی اُبھری اور سارے اطالیہ پر چھا گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے ساری سلطنت 'روما' کو دبا لیا۔ وہ درمیانی عہد کی سب سے بڑی مسیحی کلیسا کی زبان بن بیٹھی اور سائنس اور فلسفہ کی کتابیں اس میں تصنیف ہونے لگیں۔"(۱) پراکرتوں کی خاص خاص مقامات کی طرف نسبت بتاتی ہے کہ کسی زمانے میں وہ ان مقامات کی بولیاں تھیں "شورسینی" 'متھرا' کی زبان تھی جو اس زمانے میں 'شورسین' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور ماگدھی مگدھ دیش کی۔ جب چند پراکرتوں نے ادبی زبان کا روپ اختیار کیا اور عالموں نے 'سنسکرت' کی طرح اصول و قواعد کی جکڑ بندیوں میں ان کو کسا تو ان کے معاصر بولیاں، جو ان جکڑ بندیوں سے آزاد تھیں، اپ بھرنشٹ' یا 'اپ بھرنش' 'ابگڑی ہوئی اور انگھڑ) کہلائیں۔ ان میں ادبی پراکرتوں سے مختلف ان کی ہمسر بولیاں بھی تھیں اور ادبی پراکرتوں کے عام بول چال کے روپ بھی۔ جس طرح پراکرتیں بے شمار تھیں اسی طرح اپ بھرنش کا بھی کوئی شمار نہ تھا۔ لیکن اہلِ علم نے ان میں سے چند کو منتخب کیا اور ان پر کتابیں لکھیں۔ یہ وہ اپ بھرنش تھیں جو

(۱) مبادیات صفحہ ۱۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اپنے زمانے میں بہت عام ہو چکی تھیں۔ خواہ اس لیئے کہ وہ کسی ادبی پراکرت کا بگاڑ تھیں یا اس لئے کہ ان کے بولنے والے مقابلتہً زیادہ مہذب اور زیور شائستگی سے آراستہ تھے ورنہ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں ویسی دیسی کی بولیاں جدا تھیں۔ اور یہ سب بولیاں اپ بھرنش کہلاتی تھیں۔ (۱)

ان تمام اپ بھرنشوں کا ماخذ ادبی پراکرتوں کو بتانا قیاس اور حقیقت دونوں کے خلاف ہے۔ قیاس کے خلاف اس لئے کہ ہر دیس کی اپ بھرنش الگ تھی جو اسی دیس کی پراکرت سے ترقی پاکر زیادہ صحیح لفظوں میں بگڑ کر بن سکتی تھی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک دیس کی بولی کسی دوسرے دیس کی بولی سے ماخوذ ہو۔ مثلاً "میرٹھ" اور اس کے نواح کی بولی کے بابت کہا جائے کہ وہ متھرا کی بولی سے لی گئی ہے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ "متھرا" کی بولی معیاری زبان ہونے کی وجہ سے کسی زمانے میں زیادہ عام ہو گئی تھی اور اس میں اس عہد کے "انشاء پرداز" اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے تھے حقیقت کے خلاف اس وجہ سے کہ جس اپ بھرنش کے اصول و قواعد "ہیم چندر" نے اپنی گرامر میں بیان کئے ہیں۔ اس کا ماخذ "شورسینی" پراکرت کو بتایا جاتا ہے۔ اگر "شورسینی" پراکرت سچ مچ اس اپ بھرنش کی اصل ہے تو اس کا صرفی و نحوی سرمایہ اس پراکرت سے ماخوذ ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اس اپ بھرنش کے بہت سے کلمات ہیں جنھیں ان کے مرادف پراکرتی کلمات سے نکالا نہیں جا سکتا۔ ان کی اصل "سنسکرت" یا قدیم "ویدک" زبان کے کلمات ہیں۔ یہ غالباً اس پراکرت میں مستعمل تھے جو اس اپ بھرنش کے علاقے میں بولی جاتی

---

(۱) مبادیات صفحہ ۸۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تھی لیکن ادب میں استعمال نہ ہونے کی وجہ سے " اس کے نمونے (مثالیں) آج دستیاب نہیں ہوتے" (۱)، ان میں سے چند کا ذکر ڈاکٹر بھنڈارکر نے کیا ہے جو ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

صیغہ اور معنی		سنسکرت	پراکرت	کلمہ
(آلی حالت)	تو نے	अहय	तूहय	देय
(علامت معطوفہ)	کر۔ کے	अवान	दुवा - अवूणा	ऊदवाय
(علامت اسم)	پن۔ پنا	अवम	-दरार	पराय

بھنڈارکر نے ان کلمات کی بابت لکھا ہے کہ یہ پراکرت سے ماخوذ نہیں ہو سکتے۔ ان میں، سنسکرت، अहय کو य سے بدلا گیا ہے۔ یہ تبدیلی بہت قدیم ہے۔ عہد، اشوک، کے کتبوں میں بھی ہمیں اس کے آثار ملتے ہیں (۲)۔

اس کے علاوہ اپ بھرنش میں معطوفانہ کی علامات میں سے अवान اور अवाने، بھنڈارکر کے نزدیک قدیم ' ویدک ' अवावय یا अवीय سے حاصل کی گئی ہیں۔ (۳) پراکرت کا آلی لاحقہ दम ' سنسکرت ' अवाम سے تراشا گیا ہے۔ اب بھرنش میں दम اور दाय دو لاحقے مستعمل تھے۔ یہ دونوں براہ راست قدیم अवाम سے لئے گئے ہیں۔ یہ زبردست ثبوت ہے اس بات کا کہ اپ بھرنش پراکرت سے ماخوذ نہیں۔ بلکہ کسی اور قدیم بولی سے ترقی پا کر بنی ہے۔

قدیم ہند آریائی زبان کا ڈھانچہ اور اس کا کینڈا اگرچہ ایک تھا لیکن

---

(۱) ہندی بھاشا کا اتہاس صفحہ ۲۴ (۲) لیکچرز صفحہ ۱۱۸
(۳) ایضاً صفحہ ۱۱۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس کے روپ ایک سے زیادہ تھے۔ زبان کے یہ روپ بول چال میں مستعمل تھے۔ ہند و پاکستان کی موجودہ بولیاں قدیم زبان کے ان مختلف اور متنوع روپوں سے اجاگر ہوئیں۔ شیام سندر داس لکھتے ہیں "آریوں کے سپت سندھو میں بس جانے کے بعد ہی ان کی زبان نے وہ روپ اختیار کرلیا تھا۔ جسے آج کل قدیم سنسکرت کہتے ہیں پر اس وقت اس کی کئی مقامی بولیاں تھیں۔ آج کل بھارت ورش میں جتنی آریا بھاشائیں بولی جاتی ہیں ان سب کی پیدائش انہی مقامی بولیوں اور نئی بولیوں سے ہوئی۔" (۱)

ان مقامی بولیوں کی ایک تاریخ ہے۔ انہوں نے قانونِ فطرت کے مطابق ارتقا کے بے شمار مراحل طے کئے ہیں۔ یہ بولیاں کسی زمانے میں ادب اور فلسفہ کی شائستہ اور مہذب زبان "سنسکرت" سے ممتاز بنانے کے لئے "پراکرت" کہلاتی۔ بعد میں جب ان میں سے چند "سنسکرت" کے پہلو میں بیٹھیں اور "سنسکرت" کی طرح ان کا شمار مہذب اور پاکیزہ زبانوں میں ہونے لگا تو اپ بھرنشٹ بنیں اور پراکرت کے مقابلے میں ان کے الفاظ پست اور گرے ہوئے سمجھے جانے لگے۔ "پتنجلی" کے مہابھاشیہ میں گو (گائے) شبد کے حسب ذیل اپ بھرنش گنائے گئے ہیں۔ گاوی، گوُنی، گوتا، گوپوتا کا یہ تمام لغات اس لئے اپ بھرنش ہیں کہ یہ برہمنوں کی شستہ اور شائستہ زبان (سنسکرت) کے لب و لہجہ کے خلاف اس زمانے میں عوام کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ "شیام سندر" کا بیان ہے (۱) کہ ان میں سے "گاوی" "بنگال" میں بولا جاتا تھا اور "گونی" "سندھ" میں۔ اغلب ہے کہ بقیہ لغات

---

(۱) ہندی بھاشا اور ساہتیہ صفحہ ۲۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بھی اس عہد کی کسی نہ کسی بولی میں رائج ہوں۔ بولیوں کی موجودہ حالت ان کی راہ ارتقا کی آخری منزل ہے۔ اس منزل میں یہ بولیاں ان مقامات کے نام سے موسوم ہوئیں جہاں یہ بولی جاتی تھیں۔ 'بنگال' کی بولی 'بنگلہ' کہلائی اور 'بہار' کی 'بہاری'۔

موجودہ دیسی بولیوں کی گروہ بندی اس بنیاد پر کی جاتی رہی ہے کہ ایک گروہ کی زبانوں کا ماخذ ایک ہے مثلاً مشرقی زبانوں کا ایک زمرہ بنایا جاتا ہے اور ان کا ماخذ 'ماگدھی' اپ بھرنش کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ مدھیہ دیش کی بولیوں کا ماخذ 'شورسینی' اپ بھرنش بتائی جاتی ہے۔ یہ بات ہر چند عام مسلمات میں سے ہے اور قریب قریب لسانیات کے ہر طالب علم نے اس کا ذکر کیا ہے (۲) لیکن مجھے اس کی صحت میں شبہ ہے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ امر قرین قیاس نہیں کہ 'بہار' آسام' بنگال' اور 'اڑیسہ' جیسے دور دراز مقامات میں کسی زمانے میں ایک زبان بولی جاتی ہو۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ڈاکٹر دھیریندر ورما کو ان مقامات میں "الگ الگ بولیوں" کا وجود پراکرت اور اپ بھرنش عہد ہی میں ماننا پڑا۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی آریا قبیلہ جو ایک زبان بولتا تھا ہندوستان کے مشرقی علاقے کی طرف گیا اور 'بہار' یا 'اڑیسہ' میں بس گیا۔ بعد میں ان

---

(۱) ہندی بھاشا اور ساہتیہ صفحہ ۲۲ (۲) چیٹرجی کی رائے ہے کہ دو یا اس سے زیادہ زبانوں کی مشابہت اس لئے بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں ایک جیسی لائنوں پر ترقی کا موقع ملا، یا قریب قریب ہونے کی وجہ سے ایک نے دوسرے کو متاثر کیا۔ (بنگالی صفحہ ۳۳) نیز ملاحظہ فرمائیے "دی ہسٹری آف لنگویج" صفحہ ۸۰۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

میں سے کچھ گھرانے، بنگال' اور آسام کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس طرح اس قبیلے کی زبان کسی قدر تغیر کے بعد سارے مشرقی علاقے میں رواج پا گئی۔ لیکن اس مفروضے کے مطابق اولاً اس زبان کو جسے ان بولیوں کا ماخذ بتایا جاتا ہے، بہت زیادہ قدیم ماننا پڑے گا اس لئے کہ یہ اس زمانے کی بات ہے جب آریا قبیلے ہنوز مشرقی حصّوں میں آباد نہیں ہوئے تھے۔ اور خانہ بدوشوں کی طرح ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے۔ ثانیاً اس صورت میں اس علاقے کی زبانیں ایک دوسرے سے زیادہ مختلف اور بعض اصلی اور بنیادی چیزوں میں، الگ تھلگ نہ ہونی چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی زبان کی شاخوں میں، جو آس پاس علاقوں میں بولی جاتی ہیں، کبھی اتنا اختلاف نہیں ہوتا کہ وہ مستقل اور آزاد زبانوں کی حیثیت اختیار کر جائیں۔

دراصل یہ اصول ہی صحیح نہیں کہ زبان کی وحدت اس کی کثرت یا تنوع سے پہلے ہے۔ زبان سے پہلے بولیاں ہیں اور بولیوں سے پہلے زبانیں۔ روز و شب کی طرح یہ سلسلہ یونہی جاری ہے۔ قطعی اور آخری طور پر یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ ان میں کون مقدم ہے اور کون مؤخر۔ اگرچہ "میکس مولر" نے بولیوں کو زبان سے مقدم بتایا ہے ان کے خیال میں "یہ محض لغویوں کی اپج ہے کہ وہ بولیوں کی کثرت کا تصور ہی نہیں کر سکتے جب تک وہ ان کا کوئی مشترک ماخذ قرار نہ دے لیں"۔ ادھر وِٹنے کی رائے ہے کہ زبان بولی سے پہلے ہے مگر سچائی ان دونوں کے درمیان ہے۔ کم سے کم اصول کے طور پر اس کا فیصلہ ناممکن ہے۔ عملاً یہ ہو سکتا ہے کہ ہم کسی ایک مقام پر ٹھہر جائیں۔ اور پھر یہ طے کریں کہ اس سے پہلی منزل کونسی ہے۔

میں اس کی وضاحت کے لئے اپنی زبان کو لیتا ہوں۔ اس کا شجرہ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یا راہ ارتقا کی چھوڑی ہوئی منزلیں یہ بتائی جاتی ہیں۔

قدیم ہند آریائی

|

سنسکرت

|

پالی

|

شورسینی

|

اپبھرنش

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)
راجستھانی	پنجابی	مغربی ہندی	سندھی	گجراتی

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)
اردو (کھڑی)	برج بھاشا	ہریانی	قنوجی	بندیلی

'گریرسن' نے 'ہریانی' کو 'اردو' کا ایک روپ اور 'قنوجی'، 'بندیلی' کو 'برج' کی کسی قدر بدلی ہوئی صورت بتایا ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس شجرے پر تفصیلی بحث سے پہلے لسانیات کے ایک اصول کی وضاحت ضروری ہے۔ جن زبانوں یا بولیوں کے درمیان صوتی یا صرفی مشابہتیں پائی جاتی ہیں اس میں شبہ نہیں کہ وہ زبانیں ایک خاندان کی ہونگی۔ لیکن ان میں سے اگر کوئی ایک زبان اتفاق سے ادبی سرمایہ کی مالک بھی ہے تو محض اسی وجہ سے اسی کو قدیم سمجھ کر دوسری زبان کی اصل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ 'تیوتانی' یا جرمانی' گھرانے کی زبانوں میں سے 'گوتھک' زیادہ قدیم ہے۔ اس زبان کے آثار ہمیں پانچویں صدی عیسوی سے پہلے مل جاتے ہیں اور اس کی ہمسر بولیاں کہیں ساتویں صدی کے بعد رونما ہوتی ہیں۔ 'گوتھک' کی قدامت عہد سے فریب کھا کر کچھ علماء نے اس کو 'جرمانی' گروہ کی اصل و بنیاد قرار دیا ہے۔ (۱) زبان کی ادبی قدامت اور ہے اور لسانی قدامت اس کا ثبوت نہیں کہ زبان اصل کے اعتبار سے قدیم ہے۔ کبھی کبھی گرامر کے لحاظ سے قدیم ہوتے ہوئے بھی تاریخی طور پر کوئی زبان اپنی ہمسر بولیوں کی اصل نہیں ہوتی۔ مثلاً گوتھک اصول صرف و نحو کی بناء پر 'بی ازلفا' کی اینگلو سیکسن' اور چارلی میگنے کی قدیم ہائی جرمن سے زیادہ قدیم ہے لیکن اس پر بھی وہ اینگلو سیکسن اور قدیم جرمن کے مرادف کلمات کے مقابلے میں زیادہ نئے ہیں۔ قدیم ہائی جرمن میں علامت جمع متکلم 'mes' ہے جو سنسکرت मसः یونانی mes اور لاطینی mos سے زیادہ قریب ہے۔ گوتھک 'm' کسی قدر تراش تراش کے بعد mes سے بنا ہے اور اس سے بہت بعد کی پیداوار ہے اس لئے گوتھک 'm'، کو ہائی جرمن کی اصل کسی طرح بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

سنسکرت، لاطینی، اور یونانی ایک ہی خاندان کی زبانیں ہیں۔ ان میں صوتی اور صرفی دونوں طرح کی مشابہتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ زبانیں برابر کی حیثیت رکھتی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی اصل نہیں۔ یہ بات صرف ایک مادہ "اس" (ہونا) سے ثابت ہو جا سکتی ہے۔

(۱) سنسکرت یونانی کی اصل نہیں اس لئے کہ سنسکرت میں مادہ "اس" سے صیغہ واحد حاضر (حال) "اسی" ہے اور یونانی میں "اس۔سی" ظاہر ہے آخر الذکر اول الذکر سے ماخوذ نہیں ہو سکتا۔

(۲) سنسکرت لاطینی کی اصل بھی نہیں اس لئے کہ سنسکرت صیغہ جمع حاضر "ستھ" کو لاطینی [illegible] - [illegible] کی اصل نہیں ٹھیرایا جا سکتا۔

(۳) یونانی لاطینی کا ماخذ نہیں اس لئے کہ یونانی [illegible] (صیغہ جمع غائب) خود لاطینی SUNT سے تراشا گیا ہے۔ (۱)

اس تفصیل کے بعد یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی زبان اصول صرف و صوت کے اعتبار سے قدیم ہوتے ہوئے بھی ہمسر بولیوں کی اصل نہیں ہو سکتی اگر بعض اصول و اصوات میں وہ ان بولیوں سے بعد کی چیز ثابت ہو جائے۔ اسی اصول کی بنا پر ہم سنسکرت کو پالی کی اصل نہیں کہہ سکتے۔ سطور بالا میں اس کی کسی قدر تفصیل دی جا چکی ہے۔ مادہ "اس" سے بھی اس کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ پالی کا [illegible] (تھا) سنسکرت [illegible] سے زیادہ قدیم ہے یا کم سے کم اس کا ہمسر ہے (۲) اس لئے کہ اس کا ماخذ [illegible] مرکب ہے [illegible] سے۔ پالی میں مادے کے دونوں جزو موجود ہیں لیکن سنسکرت میں منحوت ہو کر وہ صرف [illegible] رہ گیا ہے۔ مصدر "بننا" کا مادہ پالی اور پراکرت میں "سن" ہے لیکن سنسکرت میں جسے، ان زبانوں کی اصل بتایا جاتا ہے، "شرو" ہے۔ غالباً "شر"

---

(۱) یہ تفصیل میکس مولر کی کتاب "سائنس" سے ماخوذ ہیں (۲) چیٹرجی صفحہ ۳۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اور "سن" کی اصل "شرن" کوئی اور مادہ تھا۔ سنسکرت میں اس مادے سے فعل حال 'شرنوتی' بنا ہے۔ "شرن" ہند آریائی زبان کے کسی قدیم روپ میں ضرور ہونا چاہیئے۔ فارسی 'شنو' (شنودن) یا 'شنی' (شنیدن) سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہند ایرانی میں "شرنو" موجود تھا۔ اُردو "سن" اسی مادے کی ایک بھولی بسری یاد ہے۔

(شورسینی پراکرت اگرچہ پالی سے بہت قریب ہے اور دونوں میں اتنی مشابہت ہے کہ ڈاکٹر چٹرجی نے شورسینی کی جگہ پالی ہی کو "ایک طرح سے مغربی ہندی کا مورثِ اعلیٰ اور جدِ امجد" بتایا ہے۔ (۱) لیکن بہت سے اصول و کلمات میں شورسینی پالی سے زیادہ قدیم ہے۔ اس کی کسی قدر وضاحت میں اوپر کر آیا ہوں۔ شاید اسی لئے چٹرجی کے نزدیک پالی سنسکرت کی طرح ایک ادبی زبان ہے۔ جو مدھیہ دیش کی بولیوں میں سے کسی ایک بولی پر مبنی ہے (۲)

("اپ بھرنش" کی بابت میں پہلے تفصیل سے لکھ آیا ہوں کہ ہر دیش کی 'اپ بھرنش' الگ تھی اس لئے، راجستھانی، پنجابی، گجراتی، سندھی، جیسی مختلف زبانوں کا ماخذ ایک 'اپ بھرنش' کو قرار دینا صحت سے دور ہے' جس طرح موجودہ بولیاں بعض اصول میں متفق ہیں اور بعض میں مختلف۔ یہ بولیاں جن اپ بھرنشوں سے ترقی پاکر بنی ہیں ان کا حال بھی یہی تھا۔ بعض اصول اور اصوات کی یکسانی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ بولیاں متحد الاصل ہیں اور ان کا ماخذ واحد ہے) میں اس کی وضاحت کے لئے صرف ایک مثال دیتا ہوں۔ "شورسینی" پراکرت میں مذکر مفرد (مفتوح الآخر) اسماء کی فاعلی حالت کا لاحقہ ओ تھا۔ یہ 'شورسینی' کی ایک ایسی خصوصیت ہے جو اس کو 'ماگدھی' پراکرت سے ممتاز بناتی ہے۔ 'ماگدھی'

---

(۱) انڈو آرین اینڈ ہندی صفحہ ۱۱۶ ۔ (۲) ایضاً۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

میں [illegible] کی جگہ ے ہوتا تھا۔ 'شورسینی'، 'اپ بھرنش' میں پراکرت کا [illegible] تخفیف ہو کر ے ہوا۔ موجودہ بولیوں میں سے 'شورسینی' زمرے سے تعلق رکھتی ہیں۔ صرف 'سندھی' اور قدیم مرہٹی میں 'اپ بھرنش' کا یہ ے نظر آتا ہے۔ جیسے ہتھو (سندھی) ہاتھ (اردو) دوسری زبانوں میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ اس کے علاوہ 'شورسینی' پراکرت میں مذکر صفات اور مشتقات کے آخر میں [illegible] یا [illegible] ہوتا تھا۔ جو قاعدے کے مطابق اپ بھرنش میں ئے کی شکل میں نمودار ہوا۔ 'برج'، 'بندیلی' وغیرہ بولیوں میں یہ [illegible] موجود ہے۔ جیسے۔ گبو۔ بیارو۔ وغیرہ لیکن اکھڑی یا اُردو میں نہیں۔ اس کی جگہ یہاں [illegible] ہے۔ پہلی صورت میں تو کہا جا سکتا ہے۔ موجودہ بولیوں میں تخفیف کی نذر ہو گیا۔ لیکن دوسری صورت میں وُ۔۔۔ ہ کی جگہ 'ا' کہاں سے آیا۔ یہ بتانا ذرا دشوار ہے۔

(اُردو جس اپ بھرنش سے نکلی ہے اس کا ذکر 'ہیم چندر' نے اپنی گرامر میں کیا ہے۔ اس اپ بھرنش میں اسمار و صفات اُردو کی طرح 'ا' پر منتہی ہوتے تھے۔ ہیم چندر نے ذیل کا شعر مثال میں پیش کیا ہے۔ (۱)

ڈھولا سانولا دھن چنپا وَنی
ڈھولا۔ مٹیں تہم واریا ماکرو دیہا مانوِ
ندرگا گمہا رتری وڑ وڑ ہوئی وہانو

ترجمہ :۔ میں تجھ پر واری جاؤں بہت زیادہ ناز نخرے نہ کر۔ ساری رات سوتے گنوا دی اب چٹ پٹ صبح ہوئی جاتی ہے۔

---

(۱) بحوالہ ساہتیہ صفحہ ۱۱۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس میں ڈھولا (دلہا) واریا (واری گیا) سالا (سانولا) وہیا (لمبا) ان سب کلمات کے آخر میں "ا" ہے۔ ان اپ بھرنش کے بارے میں شیام سندر داس نے لکھا ہے "معلوم نہیں یہ پرے شناچی اپ بھرنش کا روپ ہے یا کسی اور کا۔ ہیم چندر نے تو اس کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ پنجابی میں "ا" پر ختم ہونے والے روپ ملتے ہیں اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ کسی پرے شناچی اپ بھرنش کا روپ ہے۔ (۱)

"مغربی ہندی جیسے 'کھڑی' اور 'برج' کا سرچشمہ اور ماخذ بتایا جاتا ہے ایک طرح سے فرضی اور خیالی زبان ہے۔ میکس مولر کے الفاظ میں اسے لغویوں کی اپج کہنا چاہیئے۔ 'برج' 'کھڑی' بندیلی اور قنوجی کے علاقے میں کبھی کوئی ایک زبان نہ تھی۔ جو ان بولیوں کے درمیان کی چیز ہو اور جو بعد میں ان بولیوں میں بٹ گئی ہو۔ شروع ہی سے ان علاقوں میں مذکورہ بالا بولیاں رائج تھیں چند ملتی جلتی زبانوں کو دیکھ کر ان کا ایک مشترک ماخذ فرض کرنا ایک ایسا فعل ہے جسے فکر انسانی کی اختراع سمجھنا چاہیئے۔ اپ بھرنش کے بعد کی زبان کو قدیم ہندی کہا گیا ہے۔ اور چند بردائی کو راسو کو اس کی مثال بنایا گیا ہے۔ راسو کی زبان 'برج بھاشا' کا ایک قدیم روپ ہے۔ اس میں برج کی طرح "ا" کی جگہ اسما "و" پر منتہی ہوتے ہیں۔ "ے" سے اور "ے" ہی 'برج' کی نشان دہی کرتے ہیں۔ 'ہے' کے لئے 'تے' برج ہی کی ایک خصوصیت ہے۔ شیام سندر داس کی رائے ہے کہ 'پرتھی راج راسو میں اس کے (برج کے) ڈھانچ کا بہت کچھ آبھاس ہے "(۱)

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۱۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

برج اور کھڑی کو خلط ملط کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ 'برج' کے ماخذ کو کھڑی کا ماخذ سمجھ لیا گیا۔ ایک زمانے تک 'اردو' کو 'برج' ہی کی ایک شاخ بتایا گیا۔ یہ غلط فہمی دور ہو جانے پر اسے 'برج' کی بہن بتایا جا رہا ہے۔ اور شورسینی اپ بھرنش اور پراکرت سے اس کا رشتہ جوڑا جا رہا ہے۔

"شورسینی" برج بھاشا کی ایک قدیم تر صورت ہے" یہ درست ہے۔ لیکن 'برج' ہندوستانی کی بہن ہے" (۱) یہ غلط ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ 'برج' اور ہندوستانی دونوں نے "شورسینی" سے جنم لیا۔

اردو کی صرفی و نحوی خصوصیات پر ایک نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو کا ماخذ 'شورسینی' پراکرت یا اپ بھرنش نہیں۔ 'شورسینی' پراکرت میں جو اسما و صفات 'و' یا 'ہ' پر منتہی ہوتے ہیں۔ اردو میں ان کا آخری حرف 'ا' ہے۔ شورسینی میں اسم حالیہ کی آخری 'ت' 'د' سے بدل جاتی ہے لیکن 'اردو' میں وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہے۔ پراکرت [illegible] کا اردو میں 'پال' کی طرح [illegible] تلفظ کیا جاتا ہے۔ مرکب یا مشدد حروف کی تخفیف کے بعد ماقبل حرکت کا اشباع ایک ایسا رجحان ہے جو 'شورسینی' پراکرت سے بیر رکھتا ہے اس باب میں اردو مہاراشٹری کی ہم نوا ہے (۲) اردو علامت فاعل (یا آلہ) 'نے' براہ راست سنسکرت [illegible] سے ماخوذ ہے' پراکرت' میں اس کا روپ [illegible] ہے جو کسی طرح بھی 'نے' کا ماخذ نہیں ہو سکتا۔ 'نے' قدیم ہندی میں بھی نہ تھا جیسا کہ 'بیمز' نے لکھا ہے اس لئے قدیم ہندی کو اردو کی اصل نہیں ٹھیرایا

---

(۱) انڈو ایرین اینڈ ہندی صفحہ ۱۲۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جا سکتا۔ اغلب یہ ہے کہ "نے" 'اردو' سے 'برج' میں پہنچا (۲) کچھ یہی وجہ ہے کہ 'سورداس' وغیرہ شعراء کے یہاں اس کے استعمال میں ایک طرح کی ناہمواری پائی جاتی ہے۔ اس کا ایک قرینہ اور بھی ہے۔ مشرقی ہندی (اودھی) 'برج' کے زیر اثر رہی چنانچہ اس پر 'برج' کی چھاپ زیادہ گہری ہے۔ مشرقی ہندی میں 'نے' کا فقدان بتاتا ہے کہ 'نے' برج کا اپنی چیز نہیں۔ ہندوستانی سے مستعار لیا گیا ہے۔ گریرسن اس کے معترف ہیں کہ 'نے' 'برج' اور قدیم ہندی میں مستعمل نہ تھا۔ لیکن وہ یہ طے نہ کر سکے کہ "یہ "دہلی" اور میرٹھ" کی پیداوار ہے یا ان مقامات میں 'مرہٹی' سے درآمد کیا گیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "اس کی (اردو) علامت فاعل 'نے' کے متعلق اختلاف رائے ہے کہ یہ 'مرہٹی' سے اردو میں آیا یا مضافات 'دہلی' کی زبان سے اتنا یقینی ہے کہ یہ لفظ بھاشا میں اس معنی میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔" (۳)

صوتی اعتبار سے 'بھائی' 'مائی' 'جمائی' جو اردو میں قدیم زمانہ سے ہیں۔ 'پراکرت' 'بھاترو' 'جاماترو' یا 'بھاتا' ۔ اور 'ماتا' سے ماخوذ نہیں ہو سکتے۔

یہ براہ راست سنسکرت 'بھراتر' 'ماتر' اور 'جاماتر' سے لیے گئے ہیں اس لیے کہ 'اردو' کلمات کی آخری 'ی' سنسکرت 'ر' کا بقیہ ہے اور اس

---

(۱) ولی صفحہ ۲۷ (۲) ملاحظہ فرمائیے راقم کا مقالہ "نے" کی سرگزشت مطبوعہ رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۵۲ء

(۳) کلکتہ ریویو جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کی یاد دلاتی ہے۔

کسی زبان کے متعلق یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ اس کا ماخذ کیا ہے۔ ضروری ہے کہ اس زبان کا لسانی تجزیہ کیا جائے اور اس کے صرفی و نحوی اصول اور صوتی تبدیلیوں کی ارتقائی و تقابلی تاریخ پر نظر رہے۔ اس سلسلے میں صرفی و نحوی قاعدوں اور صوتی تبدیلیوں کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ہندو پاکستان کی زبان کے رشتے، ان کی امتیازی صفات اور ان کی خصوصیات کا علم ہے انہی چیزوں سے ہوتا ہے اس لئے میں نے اس مقالے میں گرامر اور صوتی تبدیلیوں سے بحث کی ہے اور اردو کے صوتی نظام کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ڈاکٹر بلاک فرماتے ہیں "تنہا صرفی و نحوی اصول ہی سے ہند آریائی زبانیں ایک دوسرے سے ممتاز ہو سکتی ہیں۔ ان کا صوتی نظام قریب قریب یکساں ہے۔" (۱)

میرے مقالے کے مطالعے کے بعد اس میں غالباً شبہ نہ رہے کہ 'اردو' شورسینی پراکرت، شورسینی اپ بھرنش اور اس سلسلے کی موجودہ بولیوں یعنی 'برج' ہریانی، بندیلی، وغیرہ سے ماخوذ نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ 'ہندو پاکستان' کی قدیم و جدید بولیاں ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ بہت سے اصول و اصوات میں ہیں، ان کا لفظی سرمایہ ایک بڑی حد تک مشترک ہے۔ اس مماثلت اور اشتراک کے اسباب ہیں جن پر تفصیلی بحث اس مقالے کے حدود سے باہر ہے۔ لیکن یہ کبھی فراموش نہ کیا جائے کہ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کی مماثلت اور بعض اصول و اصوات

---

(۱) مرہٹی زبان باب ۲۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں مشابہت اپنی جگہ اس امر کا ثبوت نہیں کہ وہ زبانیں متحد الماخذ ہیں یا ان میں سے ایک دوسرے کی اصل ہے۔ اس کے لئے زبان کا تفصیلی جائزہ لینا ضروری ہے۔ خصوصیت کے ساتھ زبان کی لسانی خصوصیات کا کھوج لگاکر یہ دیکھنا کہ ان کی ارتقائی تاریخ کیا ہے اور وہ کیسے اور کہاں سے آئیں۔

'اردو' کی لسانی اور صوتی خصوصیات باب دوم میں شمار کی جا چکی ہیں۔ اور 'اردو' کے پورے لفظی سرمایہ کی ارتقائی تاریخ کا کھوج اصل مقالے میں لگایا گیا ہے۔ میں اس مطالعے اور بحث کے بعد جس نتیجے پر پہنچا ہوں مختصر طور پر اس کا ذکر کئے دیتا ہوں۔

اردو، ہندوستانی یا کھڑی قدیم ویدک بولیوں میں سے ایک بولی ہے۔ جو ترقی کرتے کرتے یا یوں کہیئے کہ اولتے بدلتے پاس پڑوس کی بولیوں کو کچھ دیتے اور کچھ ان سے لیتے۔ اس حالت کو پہنچی جس میں آج ہم اسے دیکھتے ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ میرٹھ اور اس کے نواح میں بولی جاتی تھی (۱) پالی اس کی ترقی یافتہ ادبی اور معیاری شکل ہے۔ اردو اور 'پالی' دونوں کا منبع ایک ہے۔ 'پالی' ادب، فن اور فلسفے کی زبان ہے اور ہندوستانی روزانہ بول چال لین دین اور کاروبار کی۔ پالی ادبی درجہ کو پاکر ٹھہر گئی لیکن ہندوستانی عوام کی زبان ہونے کی وجہ سے اور بازار ہاٹ میں بولے جانے کے باعث برابر ترشتی ترشاتی اور پھلتی پھلاتی رہی۔ اس قیاس کے وجوہ باختصار درج ذیل ہیں۔

---

(۱) کیتی وتانتریہ کا مقالہ "ہماری زبان"، اردو جلد ۱۹۳۲ صفحہ ۶۵۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) پالی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سنسکرت مرکب حرکات ऐ اور औ روپ بدل کر ए اور ओ ہو جاتی ہیں یہ کلیہ قاعدہ ہے جس میں استثناء نہیں (۱) اس کے مقابلے میں یہی حرکتیں अइ اور अउ کے روپ میں پراکرت میں ہیں (۲)، اُردو اس باب میں پالی کی ہم نوا ہے۔ اس میں अइ اور अउ نہیں۔ اردو کا یہ صوتی رجحان اس کی ایک امتیازی صفت ہے جو غالباً اسے اپنی اصل سے ورثہ میں ملا ہے۔ جیسے۔

چلے = चलै = चलइ = चलहि

کرو = करौ = करउ = करहु = करसु = करस्व

(۲) شورسینی میں سنسکرت त ہر جگہ द ہو جاتی ہے لیکن پالی میں بدستور وہ त ہی رہتی ہے۔ اردو میں بھی ایسا ہی ہے: سنسکرت اسم حالیہ کی آخری 'ت' شورسینی میں تو "د" ہو گئی لیکن اُردو میں وہ "ت" ہی رہی۔ حالانکہ پنجابی میں جو اُردو سے بہت قریب ہے، اس نے 'د' کا روپ اختیار کر رکھا ہے۔ جیسے وہ کرتا ہے (اردو) اوہ کردا ہے (پنجابی) اس سلسلے میں یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ قدیم فارسی کی 'ت'، پہلوی میں تو 'ت' ہے لیکن جدید فارسی میں 'د' ہو گئی ہے جیسے ان شات (پہلوی) انا شاد (فارسی) پہلوی گویا ایران کی پالی ہے۔

(۳) بعض لاحقے پالی اور اُردو میں مشترک ہیں۔ مثلاً 'وا' (والا) پالی میں بھی ہے جیسے گنوا (گن والا) اُردو کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں بھڑوا

---

(۱) لیکچرز صفحہ ۴۶ (۲) ایضاً صفحہ ۸۱

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

پٹوا۔ پورا۔ پچھوا۔

(۴) ظرفی لاحقہ "میں" سنسکرت "سمن" سے پالی میں ہوتا ہوا اردو میں آیا ہے۔ تفصیل مقالے میں دیکھی جائے۔

(۵) ضمیر واحد متکلم "میں" کی تاریخ آپ اگلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہ ضمیر پالی سے لی گئی ہے۔

(۶) "ہو" فعل معاون ایک مستقل اور آزاد مادہ ہے جو پہلوی میں بھی تھا اور پالی میں بھی۔ 'اردو' میں اس کا وجود بتاتا ہے کہ اردو اور پالی مشترک الماخذ ہیں۔

(۷) "تھا" سنسکرت "ستھا" سے ماخوذ بتایا جاتا ہے۔ اس کی غلطی میں واضح کر چکا ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ "ہو" سے نکلا ہے۔ اس میں یہ "ہوتھا" تھا؛ اردھ ماگدھی میں "ہوتھا" "تھا" کے معنی مستعمل تھا۔ دکنی اردو کے "اتھا" کا الف 'ہ' کا بدل ہے۔ ڈاکٹر سکسینہ قدیم اردھ ماگدھی کو "پالی" سے بہت مشابہ بتاتے ہیں (۱)

(۸) مصدر 'کرنا' سے ماضی "کیا"۔ سنسکرت "کرتہ" سے ماخوذ ہے۔ شورسینی میں 'کرتہ'، "کدو" ہوا اور مہاراشٹری میں "کا"، لیکن 'پالی' کے ایک کتبے میں اس کا روپ کیت (۲) ہے۔ اردو کیا "کت" کی وساطت سے بنا ہے۔

(۹) سنسکرت "ت" 'پراکرت' میں "د" ہو جاتا ہے۔ لیکن 'پالی' میں اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے۔ اردو کا حال بھی یہی ہے۔ اس میں 'پراکرت' "د"

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۷

(۲) بھنڈارکر صفحہ ۶۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اور سنسکرت [illegible] سے بدل گئے ہیں۔

جین پراکرت یا قدیم 'اردھ ماگدھی' غالباً پالی سے بعد کا ایک روپ ہے جسے اس زبان کے ارتقا کی دوسری منزل کہنا چاہیئے۔ سب سے بڑی خصوصیت اس زبان کی یہ ہے کہ اس میں حروف 'قفیہ' 'ی' سے بدل جاتے ہیں۔ "اردو" گیا" کی "گی" غالباً جین 'پراکرت' کی اس صوتی خصوصیت کی ایک نشان ہے۔ اس زبان کے بعد کے مراحل کی نشان دہی دشوار ہے۔ اس لئے کہ 'زبان' جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا' بول چال کی زبان تھی۔ اور بول چال کی زبان کے تغیرات کا پتہ چلانا آسان نہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی عرض کر دوں کہ 'اردو' جس بولی سے متفرع ہوئی اس کا قدیم فارسی اور 'پہلوی' سے بہت قریب کا تعلق رہا ہے۔

'اردو' کے بہت سے صیغوں میں اور بعض ضمیروں اور اشاروں کی تاریخ 'پہلوی' اور قدیم فارسی روپوں سے مقابلہ کرنے کے بعد آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس کی تفصیل قارئین آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

'اردو' کی ایک اہم صوتی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے مذکر اسماء وصفات اور بعض افعال 'ے' 'ا' پر ختم ہوتے ہیں۔ اس 'ے' 'ا' کے متعلق آپ آئندہ سطور میں پڑھیں گے کہ یہ قدیم 'سنسکرت' 'ک' کا بدل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ 'ک' اکثر 'سنسکرت' کلمات کے آخر میں اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ یہ 'ک' 'پہلوی' میں بھی تھا۔ 'سنسکرت' اور 'پہلوی' کا یہ 'ک' اصلی ہو یا الحاقی، 'ایران کی جدید 'فارسی' میں 'ہ' سے اور ہندوستان کی بولیوں میں [illegible] سے بدلا۔ یہ [illegible] ماقبل حرف کے [illegible] سے مل کر 'ے' 'ا' ہوا۔ جیسے نامک (پہلوی)، نامہ (فارسی) ہمیشنک (پہلوی)، ہمیشہ (فارسی)، گھوٹکہ (سنسکرت) گھوٹ 'ے' ہ (پراکرت) ا، گھوڑا۔ گھوڑا (اردو) بنکچہ (سنسکرت)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

لچا (اردو) اردو کا یہ اختتامیہ (ـــــے ا) پراکرت' اور 'اپ بھرنش' کے
جس روپ سے لیا گیا ہے۔ اس کا ایرانی گروہ کی زبانوں سے تعلق ہے اس لئے
شیام سندر داس کا یہ قیاس صحیح ہوسکتا ہے کہ 'ـــــے ا' پر ختم ہونے والے
اسمار جس 'اپ بھرنش' میں پائے جاتے ہیں اور جس کا ذکر ہیم چندر کے حوالے
سے اوپر کیا گیا وہ 'پپے شاچی' سلسلے کی زبان ہے۔

آخر میں یہ اور عرض کردوں کہ اردو کو 'گریرسن' نے اصول صرف و نحو اور
مفرد الفاظ دونوں کی اعتبار سے ایک عام اور مخلوط زبان بتایا تھا اور اس
سے انکار کیا تھا کہ اس کا ماخذ کوئی خاص زبان ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"اردو" اپنے قواعد اور الفاظ کے اعتبار سے ایک مخلوط عام' اور مشترک
زبان ہے۔ اس میں شمالی ہندوستان کی تمام مقامی بولیوں کے علاوہ عربی'
فارسی' ترکی' تلیگو زبان کے الفاظ بھی ہیں۔ اور اس کے قواعد نے شمالی ہند
کے ہر خرمن سے خوشہ چینی کی ہے۔ اس لئے یہ کہنا ممکن نہیں کہ وہ کسی ایک مخصوص
اور متعین زبان سے نکلی ہے" (۱)

لیکن کسی زبان میں کسی قدر مشترک سرمایہ الفاظ کا وجود اس بات کا ثبوت
نہیں کہ وہ زبان بقول شخصے "کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا' بھان متی نے کنبہ
جوڑا" چند زبانوں کو سامنے رکھ کر وضع کرلی گئی۔ اس کے علاوہ سطور ما اردو

(۱) شور سینی پراکرت میں اس کی تصرف و تعلیل اس طرح ہوگی۔ گھوٹ ــــے و
"گھوڑو" میں نے جو روپ دیا ہے وہ اس پراکرت کا ہے جو اردو وغیرہ ان زبانوں کا
ماخذ ہے جن کے اسمار "ـــــے ا" پر منتہی ہوتے ہیں۔ اس کو شیام سندر نے 'پپے
شاچی' سلسلے کی زبان بتایا ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کی جو صوتی اور صرفی خصوصیات شمار کرائی گئیں، 'گریرسن' کے نظریہ کے بطلان کے لئے وہی کافی ہیں۔ ڈاکٹر چٹرجی نے 'پالی' کو وسطی علاقے کی بولیوں پر مبنی اور 'مغربی ہندی' کی صورت اعلیٰ بتایا ہے۔ یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ مغربی ہندی کو شورسینی 'اپ بھرنش' اوہٹھ اور قدیم ہندی سے الگ اور ان سے بالکل مختلف ایک بول چال کی زبان فرض کیا جائے۔ اس صورت میں اردو کا ماخذ یہی مغربی ہندی ہوگی اور اس کا شجرہ نسب یہ ہوگا۔

قدیم ہند ایرانی

|

قدیم پراکرت

پالی

جین پراکرت
|
قدیم اردھ ماگدھی
|
مغربی اپ بھرنش
|
مغربی ہندی
|
اردو

---

(۱) کلکتہ ریویو جلد ۵۱ صفحہ ۱۵۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'اردو' اور ایرانی، ایک اور رجحان میں بھی شریک ہیں۔ پہلوی اور فارسی میں اکثر کلمات کے شروع سے "ا" ساقط ہو جاتا ہے جیسے یافتن (ایافتن) دام (ادام) سوار (اسوار) 'آ' اور 'ا' کا سقوط اردو میں بھی ہے اور بہت ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

پر		اُپر
بھی	پی	اپی
رہٹ	ارہٹ	ارگھٹ
لبھینگا		ابھی۔ آپنچ
جھانکنا		ادھیکش
بیٹھنا		اپ وشٹ

'اردو' کو مختلف لوگوں نے مختلف ناموں سے یاد کیا ہے۔ ہمارے مصنفین نے 'برج' وغیرہ سے ممتاز بنانے کے لئے اس کا 'کھڑی بولی' نام رکھا۔ دوسری بولیاں اس کے مقابلے میں 'پڑی' کہلائیں۔ ڈاکٹر عبدالحق کے نزدیک کھڑی بولی کے معنی گنواری بولی ہیں "جیسے ہندوستان کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ وہ نہ کوئی خاص زبان ہے اور نہ زبان کی کوئی شاخ"۔ (۱) 'کھڑی' کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک اکھڑا اور کھردری۔ 'اردو' کو کھڑی اس لئے کہا گیا کہ 'برج' کے میٹھے اور سڈول بولوں کے مقابلے میں 'اردو' کا لہجہ ان کو کچھ اکھڑا اکھڑا سا محسوس ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے کھڑی کو منہ نہ لگایا۔

(۱) رسالہ اردو جولائی ۱۹۳۴ء صفحہ ۵۹۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہندو برج اور اودھی ہی میں شعر کہتے رہے ہیں۔ امیر خسرو (المتوفی ۷۲۵ھ) غالباً پہلے شاعر ہیں جنہوں نے 'برج' کے ساتھ ساتھ کھڑی بولی میں بھی شعر کہے۔ دوسرے معنی کھڑی کے ہیں وہ بولی جس کے اسماء صفات، و افعال کے آخر میں "ے ۱" ہو۔ اُردو کی ہمسر اور پڑوسی بولیوں میں 'برج'، بندیلی قنوجی، اودھی، اس لئے پڑی کہلائیں کہ ان کے اسماء وصفات "ے" و "یہ" پر ختم ہوتے ہیں۔ لب و لہجہ کے اعتبار سے گویا یہ بولیاں پڑی ہوئی ہیں اور اُردو کھڑی ہوئی۔

'اردو کو 'ہندی' یا ہندوی بھی کہا گیا ہے۔ 'برج' اس کے مقابلے میں 'بھاکا' کہلاتی تھی۔ انشاء اللہ خاں نے "رانی کیتکی کی کہانی" میں اس کا اختتام کیا تھا کہ 'ہندی چھوٹ اور کسی بولی کی پٹ" نہ ملے۔ اس کے لئے انہیں اس کا التزام کرنا پڑا کہ اس میں "بھاکا پن نہ گھلنے جائے"۔ "بھاکا پن" سے مراد 'برج بھاشا کی پٹ ہے۔ اُردو کو ذیل کے ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ 'دہلوی'، 'گجری' یا گوجری۔ 'دکنی'، ریختہ'۔ ان میں سے ریختہ خاص شعر اور غزل کی زبان تھی۔ پہلے تین نام عام ہیں: یہ نام اُردو کو ان مقامات کے تعلق سے دیئے گئے جہاں اوّل اوّل اُردو کو فروغ ہوا۔ جہاں اس نے آنکھ کھولی۔ 'اردو' 'دہلی' اور اس کے نواح کی زبان تھی۔ یہیں وہ پیدا ہوئی اور یہیں پروان چڑھی۔ اس کے بعد مسلمان امراء و اشراف کے ہم رکاب وہ دوسرے مقامات پر پہنچی۔ 'گجرات' اور 'دکن' سے اس کا گہرا اور شدید تعلق رہا۔ یہاں اس نے اپنی زندگی کی بہت سی بہاریں' خصوصیت کے ساتھ 'دکن' میں وہ بہت کچھ پھلی پھولی۔ اس لئے ان مقامات کی اُردو زبان کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'اردو' کو مغربی مصنفین نے 'مورس' بھی کہا ہے اور ہندوستانی بھی۔ 'مورس' کے معنی ہیں مسلمانوں کی زبان۔ مشہور مستشرق کولبروک جب ہندوستان پہنچا تو اس نے اپنے ایک خط میں اپنے والد کو لکھا (۱)

"آپ فرماتے ہیں کہ میں یہاں کی زبانوں کے سیکھنے میں کوشش کروں میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ مجھے ان کی تحصیل میں غیر معمولی محنت کرنی پڑے گی۔ ان میں سے ایک مورس ہے جو ضروری ہے لیکن وہ لکھی نہیں جاتی۔ اس لئے اس پر پوری توجہ درکار نہیں رہی۔ فارسی سو وہ اتنی خشک اور بے مزہ ہے کہ میری توجہ جذب نہیں کر سکتی۔ اور نہ اس کی چنداں ضرورت ہے۔ اس لئے میں بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ اس کو سیکھ رہا ہوں۔"

اس اقتباس میں "مورس" سے مراد اردو ہے۔ یہ نام غالباً 'اردو' کو اس لئے ملا کہ 'فارسی' و 'عربی' الفاظ کی آمیزش اس میں مقابلتاً زیادہ ہے۔ لیکن زیادہ صحیح اور قرین دانش یہ ہے کہ 'اردو' (کھڑی) مسلمانوں کی آمد سے پہلے ایک نہایت ہی افتادہ اور لسانی اعتبار سے بڑی ہی پس ماندہ زبان تھی۔ بلکہ مسلمانوں کی آمد کے بعد بھی ایک مدت تک وہ صرف روزانہ کاروبار اور عام بول چال کی زبان رہی۔ مسلمانوں نے اوّل اوّل اس گھٹنوں چلنے والے بچے کو اٹھایا اور پال پوس کر بڑا کیا۔ اس سرپرستی اور مربیانہ تعلق کی بناء پر اردو کو مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

اس اقتباس سے ایک اور بات یہ دریافت ہوئی کہ کول بروک کی

---

(۱) جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد ۶۲ صفحہ ۵۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

آمد کے وقت اردو صرف بول چال کی زبان تھی۔ اس میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا۔ شیخ عین الدین، گنج علم رحمتہ اللہ علیہ کے صوفیانہ رسالوں کی زبان اگر اردو ہے تو یوں کہیے کہ 'اردو' میں باقاعدہ تحریر و انشا کا آغاز دکن سے ہوا۔ اور وطن سے دور دکن ہی میں 'اردو' نے چودھویں صدی عیسوی کے لگ بھگ ادب شعر و انشا کے لئے ایک معیاری زبان کا درجہ پایا۔ 'اردو' بول چال کی زبان تھی اور اپنا موجودہ روپ اختیار کرنے کے بعد بھی وہ صرف بول چال کی زبان رہی اس لئے قدامت عہد کے باوجود نہ ہم اس کی ارتقائی تاریخ بنا سکتے ہیں اور نہ اس کے طویل سفر حیات کی مختلف منزلوں کی نشان دہی کر سکتے ہیں 'اردو' کا قدیم سے قدیم روپ وہ ہے جو خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور دوسرے 'دکن' اور گجرات، کے متقدمین شعراء کے یہاں ہمیں ملتا ہے۔ اس زمانے میں شمالی ہند کی اردو زبان کا روپ کیا تھا۔ یہ بتانا کسی قدر دشوار ہے۔ اس لئے کہ ہمیں اس عہد کی کوئی مستند اور معتبر کتاب نہیں ملی جو شمالی ہند میں لکھی گئی ہو۔ محمد افضل جھنجانہ، ضلع مظفر نگر کے ایک بزرگ ہیں جن کا ذکر مولانا محمود شیرانی نے کیا ہے۔ شمالی ہند کے غالباً (خسرو کے بعد) وہ پہلے شاعر ہیں 'بارہ ماسہ' یا 'بکٹ کہانی' ان کی مشہور نظم ہے۔ ان کی زبان 'دکنی' اردو سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ اور اگر ماضی مطلق بغیر اضافہ "ی" ان کے یہاں استعمال نہ ہوتی تو مجھے یہ ماننے میں بھی تامل تھا کہ وہ شمالی ہندوستان کے باشندے تھے: ہو سکتا ہے کہ اس عہد کی دکنی تصنیفات کی پیروی میں افضل نے 'دکنی' زبان لکھی ہو اور ان کی اپنی زبان اس سے مختلف ہو۔ 'دتاسی' نے مشہور تذکرہ نگار 'کمال' کے حوالے سے لکھا ہے کہ 'محمد افضل' کا طرز بیان شستہ نہیں۔ اس زمانے میں جب اس نے لکھنا شروع کیا ریختہ مقبول نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اسے مجبوراً 'دکنی' میں لکھنا پڑا (۱)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

افضل کی زبان کا اُردو کے باوا آدم امیر خسرو کی زبان سے مقابلہ کرنے کے بعد ان میں جو فرق اور اختلاف نظر آتا ہے اس سے یہ امکان اور قوی ہو جاتا ہے۔ شمالی ہند کی زبان ہر چند دکن کی زبان سے مختلف تھی مگر افضل نے دکنی شعراء کے تتبع میں اس عہد کی ادبی زبان یعنی 'دکنی' استعمال کی اس لئے کہ وہ رائج الوقت سکے کی طرح قبول عام کا تمغہ حاصل کر چکی تھی (۲) دکنی زبان میں جو ایک طرح کی ناہمواری پائی جاتی ہے یا اس زبان کے جو مخصوص رجحانات ہیں وہ 'دکنی' کی پڑوسی زبانوں سے تاثر کا نتیجہ ہیں۔ میں نے کہیں کہیں اس تاثر کی طرف آئندہ سطور میں اشارے کئے ہیں۔ 'دکنی' کی چند صرفی و نحوی خصوصیات کا ذکر مولانا عبد الحق' صاحب نے 'سب رس' کے مقدمے میں کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

(۱) مذکر و مؤنث دونوں کی جمع "ان" سے آتی ہے۔ جیسے باتاں، حجاباں، کتاباں، وغیرہ۔ سہائی کی جمع سہائیاں۔ غمزہ کی جمع غمزیاں۔

(۲) ایسے متعدی افعال میں جن کی ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی البعید، ماضی احتمالی کے ساتھ "نے" آتا ہے فعل ہر حالت میں مذکر ہوتا ہے خواہ فاعل مؤنث ہی کیوں نہ ہو لیکن دکنی میں مذکر و مؤنث کے لئے مؤنث فعل ہوتا ہے۔ جیسے اس عورت نے کہی۔ لڑکی نے پانی پی۔

(۳) "نے" کا استعمال بہت بے قاعدہ ہے۔ اس حرف کے استعمال کے قواعد حال

---

(۱) وتاسی خطبہ پنجم۔

(۲) ڈاکٹر زور بھی مانتے ہیں کہ شمالی ہند والے دکنی شعرا کی پیروی میں "دکنی زبان اور محاورے استعمال کرتے تھے اور جو دکنی طرز کے خلاف لکھتا تھا اس کو زجر و توبیخ کرتے تھے" (اردو جلد نہم صفحہ ۱۸۶)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

میں منضبط ہوتے ہیں۔ میر و سودا کے زمانے میں بھی یہی بے قاعدگی پائی جاتی ہے (۱)

(۴) فاعل اگر جمع مؤنث ہے تو فعل بھی جمع ہوگا۔ جیسے "اصیل عورتاں اپنے مرد بغیر دوسرے کو اپنا حسن دکھلانا گناہ کر جانتیاں ہیں۔ اپنے مرد کو ہر دو جہان میں اپنا دین و ایمان کر پہچانتیاں ہیں۔" پرانی اردو میں بھی یہ استعمال تھا۔

(۵) مؤنث کی صورت میں حرف اضافت کی بھی جمع آتی تھی "دل کے فائدے کیاں بہت باتاں ہیں۔"

(۶) اسی طرح ایسی، جیسی، جتنی کی جمع 'ایسیاں، جیسیاں، جتنیاں' آتی ہے۔

(۷) ایسے مصادر کی ماضی مطلق جن میں علامت مصدر سے قبل 'ا' یا 'د' نہیں ہوتا اس طرح بنتی ہے کہ امر کے آگے 'ا' بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے دیکھنا سے دیکھا۔ لیکن دکنی میں بجائے 'د' 'یا' لگاتے ہیں۔ جیسے دیکھیا۔ ملیا۔ پھریا۔

(۸) 'سی' مستقبل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ علامت ہندوستان کی کئی زبانوں میں خفیف تغیر کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ اور پنجابی میں تو بالکل اس کا اس طرح استعمال ہوتا ہے جس طرح قدیم دکنی میں جیسے "نظر سوں خدا کوں دیکھیں گے تو خدا نظر میں نہ آسی۔"

(۹) "کر" کا استعمال۔ یہ میر امن کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ جیسے "دانا ہمارا سہا کر جانے لگا۔"

---

(۱) گریرسن کے نزدیک "نے" کے استعمال کے قواعد ۱۷۷۸ء میں مرتب ہوئے۔ پہ بنگال زبان اردو کی ایک گرامر میں یہ تصریح ہے کہ فعل متعدی ماضی مطلق کے ساتھ "نے" کا استعمال ہونا چاہیے (جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال جلد ۱۸۹۲ء صفحہ ۴۹)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱۰) ضمائر میں بھی کسی قدر تغیر پایا جاتا ہے۔ یو (یہ) وو (وہ) انو (انہوں نے) انو کو (ان کو) انوکا (ان کا) ہمنا (ہم کو) جنو (جنہوں نے) جنو کو۔ جنو کا۔

(۱۱) الفاظ کے آخر میں "ich" تاکید کے لئے اکثر لگا ہی جاتی ہے۔ جس کے معنی عموماً "ہی" کے ہوتے ہیں۔ خدا منا کیا سو برے فعلاچ خاطر۔ یو پچ یار کیوں یا سکنے۔

(۱۲) مانگنا بمعنی چاہنا۔ اگر کچھ او نچا چڑھنے مانگتا ہے تو شراب پی۔

(۱۳) الفاظ کی تذکیر و تانیث کا بھی کچھ زیادہ خیال نہیں۔ مثلاً شراب۔ خبر۔ صورت۔ دنیا کو مذکر لکھا ہے۔

(۱۴) اکثر عربی الفاظ کے املا کو سادہ کر دیا ہے۔ یعنی جس طرح بولتے ہیں ویسا ہی لکھ دیتے ہیں۔ جیسے نفع کو نفا۔ واقعہ کو واقا۔ منع کو منا۔

(۱۵) اردو کے جس لفظ میں دو ڈالیں یا ایک 'ڈ' اور 'ٹ' ہوتی ہے۔ پہلی ڈال دال بولی جاتی ہے جیسے ڈھونڈھ کو دھونڈ، ڈانٹ کو دانٹ کہیں گے۔

(۱۶) 'اردو' میں اکثر الفاظ کی تکرار ہوتی ہے۔ اور یہ تکرار خاص معنی پیدا کرتی ہے جیسے گھر گھر۔ در در وغیرہ۔ قدیم 'دکنی' میں ان دو کے درمیان 'ہی' کا اضافہ کرتے تھے جیسے گھرے گھر۔ ہمارے کبھی "ے" کی جگہ "ہی" استعمال کرتے ہیں جیسے گھر ہی گھر۔ اس کے علاوہ بعض حروف اور کلمات کی تشکیلیں اور ان کے لہجے ان سے مختلف ہیں جن شکلوں اور لہجوں میں آج یہ حروف استعمال ہوتے ہیں۔ اور قیاس کیا جاتا ہے کہ شمال ہندوستان میں اس وقت بھی یہ اپنی موجودہ شکل میں بولے جاتے تھے۔ جیسے سوں (سینی) دکوں، نیں (نو) (۱) ۔

دکنی اردو کی یہ خصوصیت دکن کی پیداوار ہیں (۲) شمالی ہند یا

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'دلی' اور میرٹھ کی زبان اس وقت بھی دکنی اردو سے مختلف تھی۔ اس کا ایک قرینہ اردو میں 'حاتم'، 'میر' 'مرزا' اور 'ناسخ' کے اصلاحی تحریک ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ 'اردو' کو دوسری زبانوں کے اثر سے پاک کیا جائے۔ اور شعر و ادب کی زبان کو جو دکنی کی تقلید میں اس عہد کی رائج اور چالو زبان سے دور جا پڑی تھی۔ عام بول چال اور 'دلی' و میرٹھ کے روزمرہ سے قریب لایا جائے۔

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ صرفی و نحوی استعمالات و محاورات جو دکنی اردو کی خصوصیات بتائے جاتے ہیں۔ شمالی ہند کی زبان میں بھی تھے اور اس اعتبار سے اس عہد کی اردو اور دکنی میں کوئی فرق نہ تھا۔ تو حاتم و 'ناسخ' کی اصلاحی تحریک ایک بے معنی اور استبدادی فعل سے زیادہ کچھ نہ ہوگی۔ جس کے جواز کی کم سے کم لسانیات میں کوئی گنجائش نہیں۔ لسانیات کا مانا ہوا اصول ہے کہ

(۱) نحو دکن میں 'سوں' کے ساتھ 'سے'، 'منے' کے ساتھ 'میں'، اور 'سینا' کے ساتھ 'سنا' مستعمل تھے۔ ایاغی بیجاپور کا ایک شاعر ہے۔ جس نے گیارہویں صدی ہجری میں "نجات نامہ" کے نام سے ایک مثنوی لکھی۔ اس میں یہ کلمات دلی کے محاورے کے مطابق استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً 'سے' ازل سے بنی ہے نہیں آج کا۔ "میں" "ترے تیغ میں" بوجھیو سب ہتھار ہے۔ "سنا" جیسے۔ "جو کوئی نہیں "سنا" ہے محمد کی بات سے" (ملاحظہ فرمائیں رسالہ "ہندوستانی" جلد ۱۰ صفحہ ۲دوم)

(۲) مولانا عبدالحق فرماتے ہیں "دکنی اور گجراتی وہی زبان ہے جو دلی سے ان علاقوں میں پہنچی البتہ اس میں مقامی الفاظ اور ترکیبیں بھی شامل ہوگئیں (" اردو " جنوری ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۲)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کسی لفظ کو رواج دینے یا ٹکسال باہر کرنے کا حق کسی ایک فرد کو نہیں چاہے وہ شعر و ادب کی دنیا میں کتنا ہی بلند مقام رکھتا ہو۔ یہ حق عوام کو ہے۔ وہ جس لفظ کو چاہیں چلن دیں اور جسے چاہیں کھوٹے سکے کی طرح زبان سے نکال باہر کریں۔ لسانیات کا یہ اصول اتنا عام اور مشہور ہے کہ میں اس کی مزید شرح و تفصیل غیر ضروری سمجھتا ہوں۔

اردو کا اولین مصلح 'حاتم' ہے۔ اس نے اپنے 'دیوان زادے' کے دیباچے میں ان اصول کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے جو اس کے پیش نظر تھے وہ یہ ہیں۔

(۱) 'ہندی بھاکا' کے لفظوں کو چھوڑ کر روزانہ بول چال میں آنے والے الفاظ و محاورات اختیار کرنا جنہیں عوام و خواص سبھی سمجھتے ہیں۔

(۲) ان 'عربی' و فارسی' الفاظ کا استعمال جو قریب الفہم ہیں اور بکثرت استعمال ہوتے ہیں یا 'دلی' میں عام طور سے بولے جاتے ہیں۔

اصلاح کے یہ اصول بتاتے ہیں کہ 'حاتم' سے پہلے 'دکنی' اور دہلوی بولیوں میں فرق تھا۔ دونوں کا روزمرہ الگ الگ تھا۔ بہت سے الفاظ جو دکنی میں مستعمل تھے 'دہلی' میں ان کا چلن نہ تھا اور 'عربی' و فارسی' الفاظ جو دکن میں غلط بولے جاتے تھے اور جیسے بولے جاتے تھے ویسے ہی لکھے بھی جاتے تھے۔ 'دلی' والے انہیں صحیح بولتے تھے۔ اور ٹھیک لکھتے تھے۔ اسی بنیاد پر 'سعد اللہ گلشن' نے حسب روایت 'قدرت دلی' کو مشورہ دیا تھا کہ "شمالی زبان دکھنی را ریختہ موافق اردوئے معلیٰ شاہجہان آباد موزوں بکنید تا موجب شہرت و رواج و قبول خاطر صاحب طبعان عالی مزاج گردد۔" میر و مرزا نے جن کلمات و محاورات یا صرفی و نحوی تصرفات کو غیر فصیح

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ناسخ نے غلط قرار دیا ان کی ایک تشنہ سی فہرست جلوۂ خضر میں ہے۔ مولانا عبدالسلام نے 'شعرالہند' میں اس کو نقل کر دیا ہے۔ اس فہرست پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مخصوص دکنی الفاظ و محاورات ہیں جنھیں متروک ٹھیرایا گیا ہے۔ سوں، سین، سیتی، لگ، گنے، تیں، اچھن، یہ الفاظ دکن میں مستعمل تھے اسی طرح آنکھ کی جمع انکھیاں، جاری کیا ہے۔ میں نے کی جاری کیا ہوں۔ کرنا سے ماضی "کتیا" یہ استعمالات دکن میں جائز سمجھے جاتے تھے۔ میر و مرزا نے ان الفاظ، محاورات، اور استعمالات کو ناجائز اور غیر فصیح قرار دیا۔ دلی میں اس طرح ان کا استعمال نہ تھا۔

'حاتم'، اور میر و مرزا کی مصلحانہ کوششوں کے بعد بھی جو الفاظ اور محاورے زبان میں باقی رہ گئے۔ 'ناسخ' نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ اور اردو زبان سے یہ کوڑا کرکٹ کی طرح نکال باہر کئے گئے۔ 'ناسخ' کا یہ کام اصلاحی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ذیل میں ناسخ کی اصلاحات کا ایک خاکہ دیا جا رہا ہے۔ یہ ان متروکات کی بنیاد پر تیار کیا گیا ہے۔ جن پر 'ناسخ' نے خط تنسیخ کھینچا۔ (۱)

(۱) اس سے پہلے مؤنث کے لئے فعل کو "اں" سے جمع بنایا جاتا تھا۔ مثلاً گھٹائیں۔ چھائیاں۔ ندیاں۔ بہتیاں ہیں۔ ناسخ نے اسے ناجائز قرار دیا۔

(۲) اسم کی جمع بھی 'اں' کے اضافے سے بنتی تھی۔ جیسے شرح رویاں۔ ہوا خواہاں۔ ناسخ نے "وں" سے جمع بنائی۔ ہمسایہ سے ہمسایوں۔

(۳) اکثر 'تے'، 'کو'، 'پر'، 'سے'، وغیرہ حروف معنوی ترک کر دیئے

---

(۱) ملاحظہ فرمایئے راقم کا مقالہ "اصلاح زبان اردو" مطبوعہ نگار۔ دسمبر ۴۸ء

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جاتے تھے۔ ناسخ نے اسے زبان کا مجہول ٹھہرایا۔

(۴) مضارع پر "ہے" بڑھا کر فعل حال بنا لیا جاتا تھا۔ جیسے پھرے ہے۔ رہے ہے۔ ناسخ نے "تا ہے" کے اضافے سے فعل حال بنایا پھرتا ہے۔ رہتا ہے۔

(۵) ماضی معطوفہ اور امر میں عموماً کوئی فرق نہ تھا۔ ناسخ نے امر پر "کر" بڑھا کر ماضی معطوفہ بنائی۔ مثلاً لگا کر۔ دیکھ کر۔

(۶) 'مجھ' اور 'تجھ' اضافی حالت میں بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ مثلاً تجھ گھر۔ مجھ پاس۔ ان کی جگہ 'میرا' اور 'تیرا' استعمال کیا۔

(۷) ان مصادر سے فعل مضارع وضع کرتے وقت جن کے آخر میں 'ی'، 'و' یا 'ا' ہے ایک 'و' اور بڑھا دیتے تھے۔ جیسے 'ہو' سے 'ہووے' دے سے 'دیوے' جا سے 'جاوے'، ناسخ نے ان کو ہوے دے اور جائے کہا اور لکھا۔

(۸) جو الفاظ اور کلمات دکن یا گجرات کے لہجے میں استعمال ہوتے تھے۔ انہیں اپنے ہاں کے لہجے میں استعمال کیا۔ مثلاً آگو کو آگے، تمہیں کو تو۔ سیں اور سیتی کو سے۔ کسو کو کسی۔ کبھو یا کدھی کو کبھی۔ جد کو جب، تد کو تب۔ تس پہ کو اس پر (۱)

(۹) کچھ الفاظ سرے سے "غیر فصیح" قرار دے کر چھوڑ دیئے۔ یہ الفاظ لفظیاً وہی ہیں جو دکن میں مستعمل تھے لیکن دہلی اور لکھنؤ میں ان کا رواج نہ تھا۔ جیسے جون، تئیں، تنک، نپٹ، بچ یا باج، نداں وغیرہ۔

اس فہرست کا مولوی 'عبد الحق صاحب کی' اس فہرست سے مقابلہ کیجئے جس میں 'دکنی' 'اردو' کی حرفی و نحوی خصوصیات شمار کرائی گئی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں۔ آپ کو اس میں شبہ نہ رہے گا کہ "ناسخ" کی اس اصلاحی کوشش کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ شمالی ہند کی "اردو زبان کو" دکنی" الفاظ، دکنی محاورات، دکنی استعمالات اور بعض دوسرے اجنبی و نامانوس عناصر سے پاک کیا جائے اور اس طرح شعر و ادب کی زبان کو عام بول چال کی زبان سے قریب لایا جائے۔ ڈاکٹر محی الدین صاحب قادری زور کی رائے بھی یہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ "دکنی" بھی فارسی کی طرح ان کی (شمال والوں) اپنی زبان نہ تھی۔ اس میں بھی خیال ادا کرنے کے لئے انہیں تکلف کرنا پڑتا تھا۔ اب انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنی مادری اور بول چال کی زبان میں "فارسی" اجزا ملا کر شاعری کریں۔ اگرچہ پہلے پہل بعضوں نے اس کی مخالفت بھی کی لیکن یہ چونکہ فطری چیز تھی وہ اس تبدیلی میں کامیاب ہو گئے۔ اور بہت جلد اردو نے

---

(۱) ان میں سے کچھ الفاظ ایسے ہیں جو برج بھاشا سے اردو میں آئے۔ ان کو متروک قرار دینے کی وجہ ظاہر ہے۔ یہ اردو کے مزاج کو ساز گار نہ تھے اور ابھی اچھی طرح اردو میں جڑ نہ پکڑ سکے تھے۔ ان کو ٹکسال باہر قرار دینا ہی مناسب تھا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

معلیٰ کی زبان میں شعر و شاعری شروع ہو گئی۔ اس کا آغاز و مظہر نے کیا اور اس کی ترقی و ناسخ کے زمانے تک جاری رہی" (۱)

---

(۱) رسالہ "اردو" جلد نہم صفحہ ۱۸۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تحقیقی

باب اوّل

"صوتی تبدیلیاں"

آوازیں دو طرح کی ہیں۔ کچھ منہ میں محض ہوا کی سرسراہٹ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ 'حرکات' و 'علل' کہلاتی ہیں۔ کچھ زبان اور منہ کے کسی دو حصّوں کے باہم ٹکرانے سے وجود میں آتی ہیں۔ انہیں حروف "صحیح" کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم کی آوازوں کے خاص خاص مقام ہیں جو اصطلاح میں 'مخارج' کہتے ہیں۔ ان کی تشریح و تفصیل کا تعلق 'صوتیات' سے ہے۔

اردو آوازوں کی بھی ایک تاریخ ہے۔ زبان کا آغاز اور اس کا ارتقا جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ان آوازوں کی تاریخ دریافت کی جائے۔ لفظوں میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کے دو بڑے سبب ہیں۔ ایک کا تعلق معنی سے ہے اور دوسری کا صورت سے۔ کبھی لفظ میں ردوبدل نئے معنی حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ جیسے چلنا سے چلوں' یا چلے گا۔ یہ معنوی یا صرفی تغیر کہلاتا ہے۔ اس کی تفصیل آپ کو اگلے ابواب میں ملے گی۔ کبھی آلات صوت، امتداد زمانہ، تلفظ میں سہل نگاری، اور بعض دوسرے گوناں گوں اسباب

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri.

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کی بناء پر لفظ کی شکل بدل جاتی ہے۔ لیکن اکثر معنی وہی رہتے ہیں یہ صوتی تغیر ہے اس باب میں اس تغیر کی تاریخ بیان کی جائے گی۔ صوتی تغیر کی کئی منزلیں ہیں انمیں درمیانی منزل زیادہ اہم ہے یہ منزل وہ ہے جب ہماری زبان نے 'پراکرت' دور میں قدم رکھا اس منزل میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں انمیں خاص قسم کا نظم پایا جاتا ہے اسکے بعد کی منزل جو اسوقت ہمارے سامنے ہے اتنی اہم نہیں۔ اس منزل میں ٹوٹ پھوٹ کم ہوئی ہے۔ اس کے اسباب کیا ہیں۔ اس وقت اس سے بحث نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ صوتی تغیرات کے سمجھنے کے لئے اس راہ کی ساری منزلیں اور ان کے نشان روشن کئے جائیں اور جہاں جہاں نئے موڑ آئے ہیں ان کو بتایا جائے۔ حروف و حرکات کے تغیرات کی حسب ذیل چھ قسمیں ہیں۔

(۱) کسی حروف یا علت کا سرے سے مٹ جانا۔ جیسے [illegible] یا [illegible] یہ حروف سنسکرت میں تھے لیکن پراکرت اور اردو نہیں پائے جاتے۔

(۲) کسی حرف یا حرکت کا وجود میں آنا جو پہلے نہ تھی۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

الف۔ یہ حرف یا حرکت کسی اجنبی زبان سے مستعار ہے جیسے ص۔ ق۔ ژ وغیرہ پہلے دو عربی کے ہیں اور تیسرا فارسی۔

ب۔ یا ہماری زبان میں ارتقا کے اثر سے وجود میں آئے جیسے ڑ۔ ڑھ۔ اور ـُـ ـے ـٔ ـَـ و (۱)

(۳) کسی حرف یا حرکت کا گر جانا جیسے "بہن" یہ لفظ سنسکرت میں "بھگنی" تھا

---

(۱) ملاحظہ فرمایئے صفحہ ۷۶ (نمبر ۳)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۴) کسی حرف یا حرکت کا دوسرے حرف یا حرکت سے بدل جانا جیسے سنسکرت "ن" اردو میں "ن" ہوگیا ہے۔ "چونچ" کی اصل سنسکرت چنچو ہے۔

(۵) دو حرکات یا حروف کا مدغم ہوکر ایک تیسری حرکت یا حرکت کی شکل اختیار کرلینا۔ اسے اصطلاح میں تعلیل (سندھی) کہتے ہیں۔ جیسے "چلتی" سے "چلے"۔ "مرتکا" سے "مٹی"۔

(۶) کسی حرف یا حرکت کا جگہ بدلنا۔ اسے قلب کہتے ہیں۔ جیسے "موچھ" (شمشیر)، "گھر" (گرہ)

ان میں بہت کم تغیرات ایسے ہیں جنھیں عام یا مسعود کہا جا سکے۔ ان میں ایک طرح کی ناہمواری پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان کو ہمہ گیر اصولوں میں منضبط کرنا دشوار ہے۔ حرکات اور حروف علت سے متعلق کچھ تبدیلیاں جو بہت عام ہیں نیچے دی جا رہی ہیں۔

(۱)

حرکات و علل

(۱) سنسکرت الفاظ کے آخر کی حرکات اکثر اردو میں گر جاتی ہیں اور یہ الفاظ ساکن الاواخر رہ جاتے ہیں۔

رایکھ	آگ	ہاتھُ
بیس	کِسنُو	آگنِو
باھُو	وِنشتِ	

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کبھی ان حرکات کا اشباع ہو جاتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس وقت جب آخر سے کوئی حرف گرا دیا گیا ہو یا حرکت (۱) 'فتحہ' الف ہو جاتا ہے

جیسے۔

گُتّا	گُگَرو
چیتا	چِترَکہ
پوتا	پوتُرہ

کسرہ 'ی' سے بدل جاتا ہے۔ جیسے۔

مالی	مالِن
پجاری	پُجارِن
دہی	دَوَھ
تیلی	تیلِک
بھی	اَپِ
نائی	ناپیتِ

ضمہ 'و' ہو جاتا ہے۔ جیسے۔

آنسو	اَنشُرو
بالکو	بالکا

اول یا وسط کلمے کی حرکات کبھی کبھی کھینچ جاتی ہیں۔

کھاٹ	کھٹوا
بیس	وِنشَت
تیس	تِرنشَت
جیبھ	جِھُوا

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مُشکل	موسّل
پُرُر	پاُدر

اس کی وجہ "ہیمر" یہ بتاتے ہیں کہ آخر سے کسی حرف یا حرکت کے ساقط ہو جانے کے بعد کلمے کے آخری جزو پر جو زور دیا جاتا تھا وہ پہلے جزو پر آپڑا۔ اور اس کے زیر اثر اس کی حرکت کھینچ گئی۔

مثلاً "پر" میں زیادہ زور 'ر' کی حرکت پر تھا۔ جب وہ گری اور لفظ احادی المقطع بن گیا تو سارا زور "پ" پر آپڑا اس لئے اس حرکت کو کھینچ دیا گیا۔ اس کے برعکس جب کلمے کے آخر میں کوئی تعمیری جزو یا لاحقہ جوڑا جاتا ہے تو پہلے کلمے کی طویل حرکت (علت) کو قصیر بنا کر ہلکا کر لیا جاتا ہے۔ جیسے پن چکی (پانی + چکی) پھلیل (پھول + تیل) وغیرہ۔

(۲) مرکب یا مشدد حروف کی ماقبل حرکات کا کبھی اشباع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی جھ اور ک بہ ترتیب جھ اور .... سے بدل جاتے ہیں۔ اصطلاح میں اسے گن کہتے ہیں۔ اشباع کی مثالیں (۲)

سنسکرت	پراکرت	اردو
اگن	آگی	آگ
×	بپّ	باپ
ہست	ہتھی	ہاتھی
اکش	اکھ	ایکھ
جہوا	ججّبا	جیبھ

---

(۱) تقابلی گرامر جلد ا صفحہ ۱۵۶ (۲) کیلاگ پارہ ۷۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بھیک	بھکھا	بھکشا
بھوک	بُبھکھ	بُبھکشا
دُودھ	دُدھ	دُگدھ
پُوت	پُت	پُتر
اُونچا	اُچّ - اُچ	اُچّ

یہ کلیہ نہیں۔ کچھ الفاظ جو غالباً براہ راست 'پراکرت' سے لئے گئے ہیں مشدد استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں ماقبل حرکت کا اشباع نہیں ہوتا۔ جیسے مٹی۔ گچھا۔ 'شورسینی' اور 'ماگدھی' میں عام طور سے مشدد حروف باقی رکھے جاتے ہیں اور ماقبل حرکت اگر ممدود ہے تو مقصود کر لی جاتی ہے۔ تقصیر کا یہ رجحان پالی میں بھی تھا! - (۱)

اس کے برعکس مشدد کی تخفیف اور ماقبل حرکت کا اشباع مہاراشٹری اور اودھ ماگدھی کی خصوصیت ہے۔ 'اردو' مہاراشٹری کی ہمنوا ہے۔ 'پنجابی' کا رجحان وہی ہے جو شورسینی کا تھا (۲) "گوش" کی مثالیں۔

توند	توند	تُنڈ
کوکھ	کوکھی	کُکشِ
کوڑھ	کوڈھ	کُشٹھ
پوتھی	پُتھا	پُستک
سیندور	—	سِندور
بیل	—	بلیوَر

---

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۴۴ (۲) ولز صفحہ ۲۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سیم — شمبا

بھوندو — بودھو — مگدھ

قاعدے کے مطابق ان مثالوں میں بھی حرکتوں کا اشباع ہونا چاہیئے۔ بیمز کی رائے ہے کہ غیر آریائی زبانوں کے زیر اثر ایسا نہیں ہوا(۱) تحقیقی طور پر اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اردو میں مشدد یا مرکب حروف کی ماقبل حرکت کا اشباع ضرور ہونا چاہیئے۔ اس صورت میں حرکت کا گُن اُردو کے عام رجحان اور اس کے مزاج کے خلاف ہے۔ بیمز اسے اجنبی زبان کا اثر بتاتے ہیں۔ کلمے کو اپنی حالت پر رکھنا اور اشباع نہ کرنا بھی اُردو کی فطرت نہیں۔ یہ شور سینی میں تھا۔ وہاں سے پنجابی اور سندھی میں آیا۔ لیکن سندھی میں کلمے کی تخفیف کر لی گئی۔ پنجابی نے اس کو بھی گوارہ نہ کیا(۲) اُردو میں مشدد کلمات کی کثرت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ پنجابی کا اثر ہے۔ مثلاً۔ پتھر۔ پیٹا۔ پکا۔ پتی۔ بھٹی۔ یہ کلمات بنگالی میں مخفف ہیں اور یہاں ان کی ماقبل حرکت کھینچ کر پڑھی جاتی ہے۔ بیمز کا بیان ہے کہ ہندی (اُردو) کے دو رخ ہیں۔ ایک مغربی دوسرے مشرقی، غربی علاقے میں اس کا میلان قصیر حرکات کی طرف ہے اور مشرقی حصے میں طویل حرکات کی طرف (۳) میرے خیال میں یہ صحیح نہیں۔ ہریانی میں جو اُردو ہی کا ایک رُوپ ہے، وہ تمام کلمات مخفف کر لئے گئے ہیں اور اشباع حرکت سے بڑھ گئے ہیں جو اُردو میں مشدد تھے۔ اس کی چند مثالیں جو اوپر درج کی جا چکی ہیں پھر لکھی جاتی ہیں۔

---

(۱) تقابلی گرامر جلد ۱ صفحہ ۱۵۷ (۲) تقابلی گرامر جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ (۳) ایضاً صفحہ ۱۵۳۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اُردو	ہریانی
مکھن	ماکھن
ہڈی	ہاڈ
مٹی	ماٹی
رکھے	راکھے

صحیح بات یہ ہے کہ تخفیف اور اشباع اُردو کی اپنی چیز ہے۔ یہ کسی دوسری اینچی یا ایرانی زبان کا اثر نہیں (۱)

(۳) سنسکرت ऐ اور औ اُردو میں روپ بدل کر अइ اور अउ ہو گئے ہیں۔ یہ رجحان قدیم ہے۔ پالی اور پراکرت میں تھا (۲)

گورا		گورر
تیل		تیل
چور		چور
جوبن	جودن	یوون
موتی		موکتکم
گیرو		گیرک
جھولی		جھولکک

اُردو میں "جھولی سے" اور "ے" "و" بھی ہیں۔ یہ جدید حرکات میں غالباً अइ (ے) अय (ی) اور अउ (ے) व (و) کی تالیف و ترکیب سے وجود میں آئیں۔ اس کے مقابلے میں سنسکرت ऐ اور औ کی ترکیب अइ (ے) इ (ــِ) اور आ (ــا) उ (ــُ) سے ہوئی ہے۔ ان حرکات کی ایک مرکب صورت اور بھی ہے جو پراکرت اور بعض دیسی بولیوں میں

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مستعمل ہے۔ وہ یہ ہے۔ ऐ (ے۔ ے) 3 औ یہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ سنسکرت مرکب سور (حرکات) کا کسی قدر شرعت کے ساتھ اور زور دے کر تلفظ کیا جاتا ہے اور اُردو حرکات کا ٹھہر کر۔ جیسے ہیں' اور وغیرہ۔ پراکرت میں الگ الگ دو حرکتیں ہیں۔ الگ الگ دونوں کو ادا کیا جاتا ہے۔ جیسے "ے۔ ے ا ی" نائی میں اور "ے ا ے و" ناؤ میں۔ اُردو 'ے' اور 'ے۔ و' ایسے ہیں جیسے عربی آئے اور آؤ، عیب اور طور وغیرہ میں۔

ایسا، جیسا، کیسا، تیسا، یہ کلمات وضعی ہیں جو 'ایہ' اور 'تھا' یا 'سان' کی ترکیب سے خود اردو میں گھڑے گئے تھے۔ بیل میلا اور تھیلی سنسکرت بلی۔ ملی اور ستھلی سے ڈھلے گئے ہیں۔ بیمز کے خیال میں ان کی ء آنری ج کی شرمندۂ احسان ہے۔ (۱)

(۴) کبھی شروع سے حرف علت ساقط ہو جاتا ہے۔ 'آ' کے سقوط کی مثالیں:-

بھیتر	—	آبھیتر
بھی	پی	اپی
رہٹ	ارہٹ	ارگھٹ
بھلنگا	ابھینگ	ابھر۔ اج
جھانکنا	ابھلنگ	ادھیکش

---

(۱) تقابلی گرامر جلد ا صفحہ ۱۵۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"آ" کے سقوط کی مثالیں :-

بیٹھنا - اَو اِٹھ - اَپھا وٹھ اپ وشٹ -

(ا) کی مثال

چاہنا اچھّا (۱)

جان بیمز کے خیال میں ابتدائی حروف علت صرف ان کلمات سے گرتے ہیں جو اُپ سرگ (سابقوں) کی مدد سے بنائے گئے ہیں (۲)

(۵) آخر سے بھی حروف علت گر جاتے ہیں اور یہ بکثرت ہوتا ہے -

"ا" کی مثالیں :-

نیند		ندرا
چھال		چھایا
بات		وارتا
پرکھ	پریکھا	پریکشا
باگ		ولگا
جیبھ		جھوا

"ی" کی مثالیں :-

گابھن	گربھنی
بہن	بھگنی

"ے" کی مثالیں :-

سسرال	ششرالے
چھنال	کیشنالے

---

(۱) جرنل سوسائٹی بنگال جلد ۹۴ صفحہ ۵۸ (۲) گرامر جلد ۱ صفحہ ۱۷۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"یے" کی مثالیں۔

پاس	پارشوے
سنگ	سنگے

نیچے اور "تلے" اپنی اصلی حالت میں ہیں۔

(۹) سنسکرت ... اردو میں نہیں۔ اس کی جگہ ... ... اور ... ہمیں ... ملتی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

گھٹ	گھٹو	گھرشٹ
مٹی		مرتکا
گدھ		گردھر
گھن		گھرنا
گھی	گھلم	گھرتم
پیاسر	پترگھر	پترگرہم
میٹھا	مٹھا	مرشٹم
بڑھا		وردھ
پوچھ	پچھ	پرچھ
موا		مرتہ
بھائی		بھراتر
مائی		ماتر

لیکن کبھی سنسکرت ... (ر) کا روپ اختیار کر لیتی ہے جیسے گرہ سے گھر۔ بیز کہتے ہیں کہ سنسکرت، اور پراکرت میں گرہ کا بدلا ہوا روپ "گیہ" ہے اس لئے اردو، گھر کا ماخذ "گرہ" نہیں بلکہ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس کا کوئی اور قدیم روپ "گرہ" ہے (۱) بھتیجا اصل ہیں "بھراتر جا" بھتا اور بھاوج "بھراتر جایا"۔ د ر ا نے ایک جگہ ڑ کا روپ اختیار کیا اور دوسرے جگہ ڈ کا۔ "بھتنی" "بھاتی" کا مخفف ہے۔ یہ لفظ آج بھی "اُردو" میں بولا جاتا ہے۔ اور پراکرت "بھاآ" سے زیادہ قدیم ہے۔ "بھاتی" وہ لوگ جو بھات لے کر آئیں یعنی بھائی۔ بھتیجے وغیرہ۔

(۷) اُردو میں اکثر حرکات جگہ بدل کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہیں۔ اسے قلب حرکت کہہ سکتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

املی	آنکا
انگلی	اُنگلی
بونڈی	بُنڈ
موچھ	شمشیر
کھُملی	کھُرج
چُونچ	چیخ

ہمبز نے حرکات کے ردوبدل کا ایک اُصول بتایا ہے کہ اگر دو حرکتوں کے درمیان مخلوط حروف یعنی صحیح حائل ہوں تو بعد کی حرکت پہلی حرکت کی جگہ آجائے گی۔ اور اگر بسیط حروف یعنی صحیح ہو تو دونوں حرکتیں ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں گی۔ اور "ے" مل کر "ے" ہو جائیں گے اور "ے" سے "و" وجود میں آئے گا۔ جیسے پیچ سے چوپخ۔ پتر سے پیٹر۔ ولی سے بیل (۲)

---

(۱) جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ (۲) جلد ۱ صفحہ ۱۳۷۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۸) بسیط حرکات کا باہمی تبادل بہت ہوا ہے۔ اِن کا کوئی بندھا ٹکا ضابطہ نہیں۔ ذیل میں چند مثالیں دی جا رہی ہیں۔ "ـے" کا تبادل "ـِ" سے

پینتیس — پٲنٛژ ترٛٹھ
سیلتالیس — سَتٕ چتوارٕژ
بینگن — وٲنٛگُن

"ـَ" سے جیسے

پنجرا — پٲنٛجر
گنٹھا — گنٛژ

"ـُ" "ـے" سے جیسے

نیول — نکُل
کیلا — کدٕلی
بیر — بَدرٕ

"ـِ" کا تبادل "ـُ" "ـو" سے

سونگھ — شُنٛگھ
بچھو — وچھا — وٲرٕشچِک
گیرو — گیرُک

"ـِ" کا "ـَ" سے جیسے۔
"ـٕ" کا "ـِ ی" جیسے

بانی — پرٛیکشا
وائی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۹) دو لسبیط

(۹) دو لسبیط حرکتوں کا اجتماع اُردو میں ثقیل سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہ حرکتیں ہم جنس ہیں تو مدغم ہو کر حرف علت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ "ـَ × ـَ" سے "ا" وجود میں آتا ہے۔

مبلا	مبلَ × ـَ	مبلکہ
گھوڑا	گھوٹ × ـَ	گھوٹکہ

اور اگر مختلف الجنس ہیں لیکن قابلِ تعلیل ہیں تو تعلیل (سندھی) ہو جاتی ہے۔ ـِ اور ـَ سے ے بنتا ہے۔

(وہ) چلے	چلَ × ـِ	چَلِتَ (چلِت)
(تو) کرے	کرَ × ـِ ، گرہ × وِ	گرِسَ (گرِس)

ـِ اور ـُ سے ـٗ ہوتا ہے۔

گرُو	گرَ × ـُ ، گرَ × ـُ	گرِس۔ گرِشو

کبھی "ـُ و" کی جگہ "ـَ" وہی ہو جاتا ہے۔ جیسے: چوتھا۔]
پَح × ـُ ـھ ۔ پچ + اُرتھ ، ژُرتھ ۔ یا پانچواں پچ + اُدھ ۔ پچ × اُردشا ۔
چتر دش ۔ یا اتول ۔ کاول ۔ بمشکل ۔

]اور اگر قابلِ تعلیل نہ ہوں تو اپنی حالت پر قائم رہتی ہیں۔]
لیکن اُردو میں عام طور سے "ـِ" یا "ـِ" کے بعد ـِ (ی) سے بدل جاتا ہے، جیسے۔

رگی	رگِہ × ـَ	رگہ تند
بیاہ	ب × ـِ × اُہ	وِواہ (۱)

(۱) "وِواہ" میں "و" ماقبل کسرہ کی وجہ سے "ی" ہو سکتا ہے "یا" کی "وی" اور "کنواں"

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

گھوڑی	گھوڑیا۔ گھوڑ ــ ا	گھوڑِکا
پپاسا	پپ × ــ اسا	پپاسِنہٓ
دِیا	دِ × ــ ا۔ دِوا	دِیپ (۱)

ا یا ہ کے بعد ی ہ (و) ہوجاتا ہے۔ جیسے۔

بالو	بالُ × ــ	ہالک
گوا (کنواں)	کُ × ــ	کُوپ
مُوا	مُ × ــ	مُرشہ (۲)

(۱۰) ہ کے بعد آنے والے ا اور ہ ساکن کر دیئے جاتے ہیں اور ہو ہ سے ''ــ'' اور ہ × ہ سے ''ــ'' ــ گ وجود میں آتے ہیں۔

جیسے

میں	بیم	وِیم
اوڈ	اوِر	اَپر
نیَن	نَیَن	نَیَن
سمے	—	سَمے
لونگ	—	لَونگ
لون۔ لونَ	—	لُوَنڑ
سوت	سُوتی	سَیتی
گوڑی	گوڈر کیلا	کیرد
بونا	واون	وامن
چونڑی	جانور	جام

(۱) بہیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ (۲) ایضاً

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱۱) ج یا ژ کے بعد آنے والے ی اور ے بترتیب ہ اور و سے بدل جاتے ہیں۔

باولا — با × ے لا — وانکہ

کویل — کوُ ے ل — کوکِل

لیکن و ے اور ے ئ اگر کلمے کے آخر میں ہوں تو اپنی حالت پر قائم رہتے ہیں۔ دستور کے مطابق ان کا اشباع ہو جانا چاہئے۔ جیسے

کوئی — کوُپ

نائی — (ناپ) — ناپیٹ

پائی ر — (رات) — راتج سوئی

کچھ کلمات اردو میں وضع کئے گئے ہیں جن میں و ے یا ے نہ کا اجتماع و ، و اور ے ا کے ساتھ ہو گیا ہے۔ جیسے لائی۔ دھلائی۔ کتائی۔ بھوئی۔

(۱۲) مرکب یا ممدود حروف علت کے بعد آنے والی حرکتیں یا مقصور علیتیں ہو جاتی ہیں۔

دونا — دو ے نا — دُوگُنا = (دُودِگُنتار)

رونا — رو ے نا — رُوَدَنم (۱)

(۱۳) سنسکرت ... اور ... پالی میں غنہ ہو جاتے تھے۔ (۲)

اردو میں یہ رجحان بہت شدید ہے۔ جیسے۔ گو مفہوم

چلوں — چلا ے م ، — چلامی

---

(۱) ہیمز جلد ا صفحہ ۱۸۸ (۲) بھنڈارکر صفحہ ۵۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

دھواں	دٕھوٗم
گاؤں	گَرَامَ
کنوارا	کُمَار
کانپنا	کَمپنَر
کانٹا	کَنٹَک
چاند	چَنٛدٕر
بھونرا	بَھرمَر
سائیں	سُوامی

کچھ کلمات اردو میں ایسے ہیں جن میں غنّہ پایا جاتا ہے۔ لیکن اصلی کلمات جن سے وہ بنے ہیں "م" یا "ن" سے خالی ہیں۔

آنسو	اشرُو
سانس	شوٗاس
پھانس	پَاشَ
بھوں	بھرُو
جوں	یوٗکا
جونک	جَلوکَا
پاؤں	پَادَ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۲)

حروفِ صحیح

شروع میں آنے والے حروف صحیح میں عام طور سے کوئی تغیر نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی مابعد حروف کے زیر اثر ان میں خفیف سی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ذیل کے کلمات میں "ہ" یا "ش" کی وجہ سے شروع کا حروف صحیح مخلوط بنا ہو گیا ہے۔

پھانس		پَاشَ
بھاپ		کی شپ
پھول	پپھر	پُشپ
کھانسا		کانس
رِھی (دبیٹی)		دُھِکتر
گھر		گرہ
بھینس	مہینس	مَہیش

"کھیل" کی بابت کہتے ہیں کہ وہ "سنسکرت" "کریڈ" سے ماخوذ ہے لیکن خود سنسکرت میں ایک مادہ "کھیل" ہے جس کے معنی ہلانے اور کھیلنے کے ہیں (۱)

(۱) "پراکرت" میں (ماگدھی کو چھوڑ کر) "ش"، "س"، سے بدل جاتا تھا۔

(۱) بمبئی جلد ا صفحہ ۲۳۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

یہ رجحان ا میں بھی ہے اور بہت عام ہے۔

سِل	شِلا
ساگ	شاک
سو	شت
سولہ	شوڈش

(۲) الف' پنجابی' میں اکثر 'ہ' سے بدل گیا ہے؛ اور پنجابی' میں 'ہو' بولا جاتا ہے؛ 'اردو' میں بھی اس کی دو ایک مثالیں ہیں۔

ہونٹ	اوشٹ

(۳) 'ی' کا 'ج' سے بدل جانا' ماگدھی' کے علاوہ تمام پراکرتوں میں تھا۔ 'اردو' میں یہ تغیر کلمات کے شروع میں بھی دیکھا گیا ہے۔

جب	جاو	یاوت
جلد	جلدکا	یَدَ۔ یَتھا
جُو	—	یَہ۔ یُو
جُوگی	—	یُوگی۔

(۴) 'ن' 'ل' سے بدل جاتا ہے۔

لادنا		نی
لوٹنا	نوٹ	نوَرت

(۵) 'بھ' شروع کلمے میں ہوتے ہوئے بھی 'ہ' کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔

ہانڈی	بھانڈکا
ہنڈی	بھنڈکا

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مشہور ماہر لسانیات "گریرسن"، کا یہ اصول کہ شروع کلمے کے حروف صحیح جوں کے توں باقی رہتے ہیں اور ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا جہاں تک "اردو"، کا تعلق ہے کلیتہً کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

(۱) وسط میں آنے والے حروف میں بہت کچھ ردو بدل ہوتا ہے قدیم "پراکرت" یعنی "پالی" میں حرکات کے درمیان واقع ہونے والے حروف "ک، ت، پ"، بترتیب "گ، د، ب"، سے بدل جاتے تھے۔ "مہاراشٹری" میں یہ حروف حذف ہو جاتے تھے اور اُن کی حرکتیں ان کی جگہ لے لیتی تھیں۔ "جین پراکرت"، میں ساقط شدہ حروف کی جگہ ایک خفیف التلفظ "ی"، اضافہ کر دی جاتی تھی (۲)، "ماگدھی"، اور "شورسینی"، وغیرہ میں اکثر ان حروف کو گرانے کے بجائے "پالی"، کی طرح ک۔ د۔ ب سے بدل کر خفیف کر لیا جاتا تھا۔ اُردو میں دونوں رجحان ملتے ہیں۔

الف۔ یہ حروف ساقط ہو جاتے ہیں۔

"ک"، کے سقوط کی مثالیں۔

لوہار	لُوہ کار
سُنار	سُورن کار
کمہار	کُمبھ کار
نیول	نکلُ
مول	مکلُ

"گ"، کی مثالیں۔

دونا	دوئے ئو	دُوگُنڑ
نیہر (میکا پیہر میں)	نیہرُو	نگرہ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سونا دھا	سا ندھ	سُگنڈہ
پھس		پھگنی
پ ح، کی مثالیں		
سوئی		سوٗچ
ج، کی مثالیں۔		
راؤ	را۔ و۔ ہ	راجا
ت، کی مثالیں۔		
باؤلا		واتُل
پیارا		پرینز
کئی		کینژ
سو	سُ و	شَتھ
گھاؤ		گھاٹ
ر، کی مثالیں		
ہیا		ہرفے
رونا		رودُنم
کیلا		کدلی
پ، کی مثالیں		
پانا		پرانپم
دیا		دیپ
کتوال		کوٹپ
پیاسا		پیاسہِ۔ پیاسُ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"بیمز" کا کہنا ہے کہ "ٹ" اور "ڈ" کبھی ساقط نہیں ہوتیں۔ غیر آریائی لفظوں میں تو اس کا امکان ہی نہیں اس لئے کہ وہ یہاں کلمے کا ایک اصلی اور حقیقی جزو ہیں۔ آریائی لفظوں میں "ٹ" اور "ڈ" کا بدلا ہوا روپ ہونے کی وجہ سے ان میں مزید تصرف روا نہیں سمجھا جاتا۔ اردو میں بہت کم یہ حروف اپنی اصلی حالت پر قائم رہتے ہیں۔ اس کا تفصیل آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ "ب" ابھی بہت کم گرتی ہے۔ ان حروف کے ساقط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جہاں ضرورت پڑتی ہے یہ اپنا چولا بدل لیتے ہیں اس طرح ان کی ثقالت کم ہو جاتی ہے اور ان کو گرانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(ب) تشدید و رخوہ سے بدل جاتے ہیں:۔

"ک"، "گ" ہو جاتا ہے۔

لوگ		لوک
آگلس (ایل)		آسکاش
سوگ		شوک
کنگن		کنکڑو
پلنگ	پلنکو	پرینک
بسگلا (اسپ)		تسگلاک
بگلا		وُلاک
کاگ (کوا)		کاک

"چ"، "ج" ہو جاتی ہے اور "چھ"، "جھ"۔

کنجی	کنچکا
جھائی	چھایا

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"ٹ"، اول "ڈ" کا روپ اختیار کرتی ہے۔ پھر "ڈ"، "ڑ" ہو جاتی ہے۔

گھوڑا	گھوڑو	گھوٹگر
گھڑا	گھڈو	گھٹگرہ
کڑاہی	کڑاہیو	کٹاہ
بھاڑا		بھاٹک
کواڑ	کواڈو	کپاٹ
کپڑا	کپاڈو	گرنپٹ
ساڑی	ساڈی	شٹکا
بڑ	وڈو	وٹا
کیڑا	کیڈو	کیٹک

"پ"، "ب" کا روپ اختیار کرتی ہے اور "ہا"، "دو" کا پھر "و" حسب دستور ساکن ہو جاتا ہے۔

سونا (سوونا)		سوپن
کوڑی	(اگوڈو)	گپرو
اور	اور	اپر
تاؤ		تاپ
سوت		کپتی
لنگوٹ		لنگ پٹی

ان حروف کے حذف و ابدال کے سلسلے میں 'بیمز' نے یہ اصول بتایا ہے کہ ان سے پہلے اگر ممدوح حرکت یا علت ہو تو یہ گر جاتے ہیں اور اگر ان سے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

پہلے مقصودہ حرکت ہو تو یہ علیٰ حالہ قائم رہتے ہیں یا تبادل کے ذریعے اُن کی تسہیل کرلی جاتی ہے (۱) لیکن مندرجہ مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلیہ نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے ان کی تسہیل نہیں کی جاسکتی تو یہ حذف ہو جاتے ہیں۔ زبان کا اصلی اور طبعی رجحان یہی ہے کہ ان کو بدل کر سہل اور ہلکا کرلیا جائے۔

(۶) 'سنسکرت' 'ٹھ' جو پراکرت میں 'ڈھ' ہو گئی تھی' 'اردو' میں 'ڑھ' ہو جاتی ہے۔

پڑھ	پڈھو	بیٹھ
پیڑھا	پی ڈھو	پینٹھک

'سنسکرت' 'ڈ' اُردو میں 'ڑ' ہو گئی ہے جیسے :-

آنڈا	اوڈی
جاگڑا	جاگڑے

'سنسکرت' 'ت' 'اردو' میں کبھی 'ٹ' سے اور 'د' 'ڈ' سے بدل جاتی ہے۔

ٹیکا	ٹِلک
ڈر	دِر
ڈسنا	دُنش
ڈنڈا۔ ڈانڈ	دَنڈ
ڈولا	دُل
ڈالی	دَل

چند کلمات ایسے ہیں جن میں 'ت' 'ٹ' اور 'ڈ' ہوتی ہوئی 'ڑ'

---

(۱) جلد ا صفحہ ۲۰۵.

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بن گئی ہے۔

پڑنا	پٹ	پڈ	پت
پڑوسی	پٹ ویسی	پڈ ویسی	پرتی ویشی
اکھاڑا	اکھاٹ	اکھاڑ	انتُ کھات

(۸) ان حروف نے 'ی' کا روپ بھی اختیار کیا ہے۔ جیسے:-

گیا	گتہ
رائے	راجا

(۹) 'سنسکرت' کے مخلوط ہا حروف میں سے 'وقفیہ' گر جاتا ہے اور حرف 'ہ' باقی رہ جاتی ہے۔ یہ تغیر 'تھ' 'گھ' ۔ 'دھ' ۔ اور 'بھ' میں زیادہ ہوا ہے۔

کہنا	کتھتم
مینھ	میگھ
بہرا	بدھر
اہیر	ابھیر
گیہوں	گودھوم
منھ	مکھ
دہی	ودھی
بہو	ودھو
سُہاگ	سوبھاگیہ

(۱۰) 'صفیریہ' حروف میں سے 'ش' عام طور سے 'س' ہو جاتا ہے۔ اور 'س' 'ہ' سے بدل جاتا ہے۔ 'پنجابی' اور 'سندھی' میں غالباً 'فارسی'

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کے زیر اثر 'س' کا 'ہ' سے تبادل بہت عام ہے۔

تیہا		ترشا
پاہا		پاش
سہرا		شوشر
بارہ		دواوش
اکہتر		ایک سپتتِ
نہان		سنان
(دش) دہاڑے	وھڈو	دوِسہ

(۱۱) 'س' اور 'ش' کا 'چ' اور 'چھ' سے تبادل ہند ایرانی عہد کی یادگار ہے۔ "سنسکرت" چھایا 'فارسی' میں 'سایہ' ہے۔ اردو میں بھی اس کے آثار ملتے ہیں۔

لالچ		لالسا
چھ		ششش
چھٹا		ششٹھ
چھوکرا	چھاوک سے و	شاوک

(۱۲) اردو کے بعض الفاظ میں 'س' اول 'ہ' بنا اور پھر حذف ہوگیا۔

(تو) کرے کرَ سے کرَہ کرَسِ

کرو کرِے کرَہ کرہس کرتو

(۱۳) 'سنسکرت' ✱ جو دراصل ✱ اور غنہ سے مرکب ہے کبھی ✱ سے بدل جاتا ہے اور ماقبل حرکت کو غنہ بنا دیتا ہے۔ جیسے:۔

گانو گرام

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

آنولا	آملک
سانولا	شاملکسا
گنوارا	کمُار
آنولا	آم
کنول	کمک

ذیل کی مثالوں میں غنہ حذف کردیا گیا ہے اور شفوئی 'و' اس کو ماقبل حرکت میں مدغم کردیا گیا ہے یا یوں کہئے کہ ساکن کردیا گیا ہے۔

بوَنا	دامن
گونا	گمن

اس کے برعکس کبھی 'و' 'م' کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ یہ تبادل زیادہ قدیم ہے۔ اس کی مثالیں پالی میں بھی ہیں۔ 'م' 'و' سے تبادل بھنڈارکر کے خیال میں حال کی چیز ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپ بھرنش عہد میں اس کا آغاز ہوا۔

نیم	نیو	نیپ
می	میم	ویم
دھیم		دھیور

(۱۴) 'سنسکرت' کا اکثر 'اردو' میں 'ر' ہو جاتا ہے۔ 'ر' اور 'ل' کے ہم جنس ہونے کی وجہ سے ماگدھی اور قدیم وید کا میں 'ر'

(۱) لیکچرز صفحہ ۱۷۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'ل' سے بدل جاتی ہے۔ (۱)

لنگر		لانگل
سیار		شرگال
سراہنا	سلاہ	شلاگھ
دُلارا		دُرلل
اٹاری		اٹالکا

(۱۵) 'ی' کی بابت پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ وہ شروع کلمے میں 'ج' سے بدل جاتی ہے۔ وسط کلمے میں عام طور سے وہ 'ے' کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ ساکن ہوجاتی ہے اس کی متعدد مثالیں اوپر دی جاچکی ہیں۔ آخر میں بھی 'ی' نے کہیں کہیں 'ج' کا روپ اختیار کیا ہے۔ جیسے 'کاریہ' سے 'کاج'۔ اردو 'لاٹھی' کو سنسکرت 'یشٹی' سے ماخوذ بتلایا جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو 'ل' کو بھی 'ی' کا بدل ماننا پڑے گا۔ ہیمچندر اس اشتقاق کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ پراکرت 'لٹھی' کو مادہ "لسنا" سے مشتق مانتے ہیں (۲)

(۱۶) 'و' قریب قریب ہر جگہ 'ب' سے بدل گیا ہے۔

سَب	سَرْو
لبس	وِیش
بیل	وَلّی
بچا	وڈوالکا

(۱۷) عام طور سے کلمے کے آخر کا 'و' (اصل ہو یا 'پ' کا بدل) حذف

---

(۱) مبادیات پراکرت صفحہ ۲ و صفحہ ۶۲ (۲) جلد ۱ صفحہ ۲۵۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہوجاتا ہے۔

چی		رچیئو
پا (نا)	پاؤ	پراپ
ٹا (نا)	ٹاؤ	ٹاپ

خصوصیت کے ساتھ متعدی بالنفس افعال کا 'و' جو 'پ' کا بدل ہے اردو میں گر گیا ہے۔ قدیم 'اردو' میں یہ بولا جاتا تھا 'اردو' کا لاحقہ تعدیہ 'ے' 'او' پراکرت 'ے' ' "پے" سے ماخوذ ہے۔

جلانا	جلاونا	جلاوے	جلاپیتی
چلانا	چلاونا	چلاوے	چلاپیتی
اٹھانا	اٹھاونا	اٹھاوے	اٹھاپیتی

ج۔ حروف مخلوط

جان بیمز نے صوتی تبدیلیوں کے پیش نظر حروف کی دو قسمیں کی ہیں۔ 'ضعیف' وہ یہ ہیں۔ م۔ ن۔ ر۔ ل۔ و۔ ی۔ س۔ ش۔ ہ۔ باقی سب حروف 'قوی' ہیں۔ اس حساب سے 'مخلوط حروف' کی حسب ذیل تین قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) قوی حروف کے مخلوط جیسے پت۔ گدھ۔ پنج۔ وغیرہ۔

(۲) ضعیف حروف کے مخلوط جیسے شر۔ ری۔ لو۔

(۳) ملے جلے حروف کے مخلوط جیسے۔ تن۔ دش۔ دی۔

ان مخلوط حروف کی صوتی تبدیلیوں کے اصول جو بیمز نے لکھے ہیں ذیل میں دیئے جاتے ہیں (۱)۔

(۱) پہلی قسم کے حروف میں 'مخلوط' کا پہلا حرف ساقط ہو جاتا ہے۔ اور

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس کے ماقبل حرکت کھینچ دی جاتی ہے۔ 'پراکرت' میں پہلا حرف دوسرے میں مدغم ہوجاتا ہے۔ اس قسم کے تمام الفاظ 'پراکرت' دور سے گزرتے ہوئے اُردو میں آئے اس لئے اُردو میں مدغم حروف میں سے ایک کو گرا کر اس کی جگہ ماقبل حرکت کا اشباع کر دیا گیا۔

مونگ	مگ	مُدگ
دودھ	دُدھ	دُگدھ
سات	ستا	سپت

بعض کلمات اردو میں ایسے بھی ہیں جن میں 'پراکرت' کی طرح پہلے کو دوسرے سے بدل کر ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا گیا۔ جیسے ستر جو اصل میں "سپتتی" تھا۔ اس کے تغیرات یہ ہیں۔ سپتتی۔ ستّی۔ ستر یا ستر۔ اس کی متعدد مثالیں اوپر آچکی ہیں۔

اس سلسلے میں 'بیمز' نے ایک اور امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جو بہت اہم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موجودہ دیسی بولیوں، میں ماقبل حرکت کا اشباع اس صورت میں نہیں کیا جاتا جب مخلوط حرف کے بعد طویل یا کسی قدر ثقیل جزو ہو (۲) جیسے مٹی اور کبڑا جو مرتکا اور کبج سے بنے ہیں۔

(۲) دوسری قسم کے حروف میں جو حرف زیادہ ضعیف ہوتا ہے۔ وہ حذف ہوجاتا ہے اس کی کئی صورتیں ہیں۔

الف۔ دونوں غنہ ہوں۔ یہ بہت کم ہوتا ہے۔ 'ن' اور 'م' کے خلط ملط ہونے کی صورت میں 'ن' اول 'م' ہوتا ہے پھر ایک 'م' گر جاتا ہے۔ جیسے۔

---

(۱) تقابلی گرامر جلد باب چہارم

(۲) جلد صفحہ ۲۸۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جمنا (اُگنا)	جمّ	جنم

ب۔ ایک ایک غنہ اور دوسرا نصف حرف علت (ی۔ ر۔ ل۔ و) ہو۔ اس صورت میں نصف حرف علت گر جاتا ہے۔ چاہے غنہ سے پہلے ہو یا بعد میں۔

سُونا		شُورنیہ
ادن		اورنسڑ
کان		کرنسڑ
کام	گمّ	کرم
دھام	دھمّ	دھرم
چام	چمّ	چرم
ران		اَرنیۂ
مان		ملیہ
آم		امر
تانبا		تامر
پان		پرنسڑ

'چورا' اور 'پورا' کی اصل اگر 'چورنسڑ' اور 'پورنسڑ' ہیں تو ان کو مستثنیات میں شمار کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ ان میں "نسڑ" اہم غنہ حذف ہوا ہے۔ 'بیمز' ان کلمات کو براہ راست سنسکرت 'چور' اور 'پور' سے ماخوذ بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں انہیں اپنے طریقے سے خود اُردو میں وضع کر لیا گیا۔ اُردو چورن کا ماخذ سنسکرت 'چورنسڑ' ہے۔ یہ قاعدے کے خلاف ہے۔ اس میں غنہ اور نصف علت دونوں موجود ہیں 'املی' کی کیفیت بھی یہی ہے۔ یہ سنسکرت 'املکا' سے لیا گیا ہے۔ اس میں 'م' بھی ہے اور 'ل' بھی۔ 'بیمز' 'چونا' کو بھی 'چورنسڑ' ہی سے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ڈھلا ہوا مانتے ہیں (۱)، گھومنا اور گھورنا دو مختلف مادے ہیں۔ بیمز، ان دونوں کی اصل "گھورنتڑ" بناتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں گردش اور دوران۔ گھورنا میں 'د' قائم رہی ہے۔ اور گھومنا میں "نتڑ" لیکن 'ذ'، کے ضم ہوجانے کے بعد 'نتڑ' نے 'م'، کا روپ اختیار کرلیا۔ بیمز، نے اشتقاق کو کچھ زیادہ تسلی بخش نہیں بتاتے (۲)

ج۔ ایک غنہ اور دوسرا صفیری (س۔ش۔ہ۔) ہو۔ اس میں کوئی خاص اور منضبط اصول نہیں۔ کبھی غنہ گرجاتا ہے۔ جیسے۔

راس۔ رسی۔ — رشمی۔ (رشم)

مسان — شمشان

کبھی صفیری 'ہ' سے بدل جاتا ہے اور دونوں قائم رہتے ہیں۔

نہال — سنان

کنہیا — کرشن

د۔ دونوں نصف حرف علت ہوں۔ کبھی ایک ساقط ہوجاتا ہے اور یہ عام طور سے 'ی' ہوتی ہے۔ جیسے۔

مول — مولیہ

کل — کلیہ (لغوی معنی فجر)

اور کبھی 'و' جیسے۔

بیل — بلیہ

کبھی دونوں قائم رہتے ہیں لیکن ایک اپنا روپ بدل دیتا ہے۔

پورب — پورو

---

(۱) جلد اصفحہ ۳۴۲ (۲) ایضاً صفحہ ۳۴۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سورج		سوڑیہ
چھری		چھُریہ

کبھی دونوں اپنا روپ بدل دیتے ہیں۔

اناڑی		اناڑیہ
پلنگ	پلنکت	پرینک
پلٹا	پلٹھ	پرلیبٹا

۵- صفیری اور نصف علت کا اجتماع۔ اس صورت میں کبھی نصف علت ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسے۔

پاس	پارشو
سنائولا	شیاملا، شیامل
مالش	ملشیہ

کبھی صفیری گر جاتا ہے۔ جیسے۔

سر	شرش

صحیح یہ ہے کہ 'سر' فارسی ہے ہندی 'سیس'، 'شیرش' سے وضع کیا گیا تھا۔

کبھی دونوں باقی رہتے ہیں۔ روپ بدل کر یا اصلی حالت میں۔

آسرا	آشرے
سرہانا	سلاگھ

(۳) تیسری قسم کے مرکبات کی بھی کئی قسمیں ہیں۔

الف۔ قوی اور غنہ (۱) کا اجتماع۔ اگر قوی پہلے ہو اور غنہ بعد میں تو غنہ گر جاتا ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

آگ	اگیّ	اگنِیْ
لاگ	لگّ	لگن

اردو میں 'لاگ' کے معنی عداوت کے ہیں' دوستی کے لئے 'لگن' ہے۔ جو لاگ کا ماخذ ہے لیکن اس میں 'گ' اور 'ن' ایک دوسرے سے الگ کر لئے گئے ہیں۔

اور اگر غنہ پہلے ہے تو ماقبل حرکت کا گن یا اشباع کر دیا جاتا ہے۔ اس صورت میں 'ن' کا اظہار تو بڑی بات ہے 'م' بھی غنہ ہو جاتا ہے۔

جانگھ	جنگھا
چاند	چندر
کانٹا	کنٹک
کانپنا	کمپ
چونچ	چنچ
سونٹھ	شنٹھ
کاندھا	سکندھ

(۱) غنہ سے مراد 'م' 'ن' وغیرہ حرف ہیں۔ جو سنسکرت میں انوناسک یعنی انفی کہلاتے ہیں۔ میں نے ہر جگہ اُن کو غنہ کہا ہے۔ سنسکرت کے انوناسک اردو میں 'ن' سے بدل گئے ہیں۔ 'ن' کی دو حالتیں ہیں۔ اظہار اور اخفا۔ پہلی حالت میں اسے انوناسک کہنا چاہیئے اور دوسری حالت میں غنہ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جیسے (ج + ی) میں 'ج' حذف ہوجاتا ہے اور غنہ باقی رہ جاتا ہے۔

جنیو[1]		یجنوپویت
رانی	راگنی	راجینی
جاننا		جناں

ب۔ قوی اور نصف علت کا اجتماع۔ اس صورت میں نصف علت جو ضعیف ہے گر جاتا ہے۔

جوگ	جوگ	یوگیہ
چونا (ٹپکنا)		چیو
ڈاگھ	دگھ	دیاگھر
آگے	اگ	اگر
چاک	چکر	چکر
دبلا	دُبل	دُربل
پکا	پک	پکو
جلنا		جول

اگر نصف علت کے ساتھ اسنانی حروف (ت، تھ، د، دھ) میں سے کوئی ایک ہو تو نصف علت ساقط ہوجاتا ہے اور اسنانی نصف علت کے مناسب کسی حرف سے بدل جاتا ہے۔ مثلاً 'ی' کے تعلق سے جن کی (ج۔ چ) ہوجاتا ہے۔

---

(۱) جنیو کا 'ج'، 'ی' کا بدل ہے۔ اصل کلمے کا 'ج' حذف ہوگیا ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ناچ		نژتیہ
سیچ		مستیہ
آنچ		اُوثیہ
بانجھ		بندھیا
سانجھ		سندھیا
بجلی		وِدی
اپجنا	اپ پیچ	اُت پدتی
بوجھنا		بُدھیت

"ر" کے تعلق سے لسانی ہو جاتا ہے۔

بٹیر	وٹا ٹ و	وَرتَیک
سکاٹنا	کٹنم	کَرتن
کوڑی	گپنڈ	کپرد
گاڑی		گنتر

گاڑی ہیں "ن" کے کئی روپ بدلے ہیں۔ ت۔ ٹا۔ ڈ۔ ڑ،
گنتی۔ گنی۔ گنٹی۔ گڈی۔ گاڑی۔

"و" کی نسبت سے شفوی (پ۔ ب) ہو جاتا ہے۔ اس اصول کے مطابق سنسکرت [illegible] یا [illegible] اردو میں [illegible] یا [illegible] ہو گئے ہیں۔ یہ تغیر بہت قدیم بتایا جاتا ہے۔

بڑھاپا	وِرِدھتو

میرا خیال ہے کہ بارہ اور بیس وغیرہ اعداد میں "و" کی "د" نہیں

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

گری۔ بلکہ قاعدے کے مطابق 'د' حذف ہوا ہے اور اس کی نسبت سے 'د' سے 'ب' کا روپ اختیار کرلیا ہے۔ اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ 'د' قوی ہے اور 'د' ضعیف۔ دوسرے 'دگنا' میں 'د' تو موجود ہے لیکن 'و' حذف ہوگیا ہے۔

یہ کلیہ نہیں۔ اردو میں ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں 'ر' کے جذب یا حذف ہو جانے کے بعد بھی اسنانی حروف 'ت' اور 'د' اپنی حالت پر قائم رہے۔ اور ان کو لسانی نہیں بتایا گیا۔

مثلاً

کھیت	کشیتر
رات	راتر
پوت	پیتر

'کھیڑا'[1] کی بابت 'بیمز' کی رائے ہے کہ وہ کھیت کی طرح سنسکرت 'کشیتر' کی پیداوار ہے اور 'کھیت' سے زیادہ قدیم ہے۔ اس لفظ میں معنوی اعتبار سے کئی تصرفات ہوئے۔ اوّل اوّل یہ میدان اور مقام کے معنی میں بولا گیا۔ پھر اس جگہ کو کہنے لگے جہاں کسی زمانے میں کوئی شہر آباد تھا۔ اور اب کسی قدیم شہر کے آثار کھنڈر، ڈھنڈر یا ٹیلے کو کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ سنسکرت 'کھیٹ' سے وضع کیا گیا ہو۔

---

(۱) لیکن یہ بہت ہی نادر اور کمیاب ہے۔
بیمز جلد ا صفحہ ۳۲۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جس کے معنی گاؤں کے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ ماہرین لسانیات کھیٹ کا بھی کشتیاتر ہی سے جوڑ لگا لیتے ہیں۔

ج قوسی کا صفیریہ کے ساتھ اجتماع (س، ش) اس صورت میں صفیریہ گر جاتا ہے۔ لیکن گرتے گرتے بھی 'وقفیہ' کو ہائیہ بنا دیتا ہے۔ یا یوں کہیے کہ 'صفیریہ' وہ 'ہ' کا روپ اختیار کر کے 'وقفیہ' میں ضم ہو جاتا ہے۔ 'ش' کی مثالیں

ریچھ	رِکش
آنکھ	آکش
دیکھ	دِرِکش
سوکھا	شُشک
تیکھا	تیکشنڑ
پیچھے	پشچا
کھیت	کشیتر
کھیر	کشیر
پیٹھ	پرشٹھ
آٹھ	اشٹ
کاٹھ	کاشٹ
کھار	کشار

'س' کی مثالیں:-

تھن	ستن

(۱) بیمز صفحہ ۳۴۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تھم (ستون)	ستمبھ
ہاتھ	ہست
ہاتھی	ہستن
ماتھا	مستک
پُتھی	پُستک

یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مثالوں میں اول 'صفیریہ' وقفیہ کے اثر سے 'وقفیہ' ہوا پھر اپنے اثر سے اس نے وقفیہ کو "ہائیہ" بنا دیا۔ اس کے بعد 'اردو' میں ایک وقفیہ حذف ہو گیا۔ ذیل کی مثالوں میں دونوں موجود ہیں۔

بچھو	ورشچک
پچھم	پشچم
مٹھی	مشٹی
پتھر	پرستر
لٹھ	یشٹی

'بھاپ' کی اصل 'واشپ' ہے۔ قاعدے کے مطابق 'باپھ' ہونا چاہیے تھا۔ 'صفیریہ' نے یہاں اپنے سے پہلے حرف کو متاثر کیا ہے۔ 'پھول' کا حال بھی یہی ہے۔ یہ 'سنسکرت' میں 'پُشپ' اور پراکرت میں 'پُپھ' تھا۔ تسھ
'تس'، 'اردو' میں 'چھ' ہو جاتا ہے۔ جیسے۔

مچھلی ۔ مچھی	متسیہ ۔ لی
بچھڑا	وتسک

تنہا 'س' اور 'ش' میں دو طرح کی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ (۱)

---

(۱) بحر جلد ۱ صفحہ ۳۰۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'ہ' کا روپ اختیار کرنا یہ قدیم 'فارسی یا 'ژندی' میں بھی تھا۔ اور جس کی 'چھ' سے بدل جاتا ہے۔ 'پراکرت' میں زیادہ تھا۔ اُردو 'چھ' جو 'سنسکرت 'ششش' کا روپ ہے۔ 'پراکرت' میں 'چھ' ہی بولا جاتا تھا۔ اور 'سنسکرت' آج نے جو 'ک' اور 'ش' کا مرکب ہے پراکرت میں چھ کا روپ اختیار کیا تھا۔ مخلوط میں یہ دونوں رجحان ہیں۔ اگر 'صیفریہ' پہلے ہے۔ اور 'وقفیہ' بعد میں تو 'صیفریہ' 'ہ' سے بدل جاتا ہے۔ اس کی مثالیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اگر 'صیفریہ' آخر میں ہے تو وہ 'چھ' کا روپ اختیار کرتا ہے۔ پھر اس کی مناسبت سے 'وقفیہ' بھی 'جنکی' ہو جاتا ہے۔ لیکن اُردو میں یہ گر جاتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کلمات براہِ راست 'پراکرت' سے اُردو میں آئے ہوں جس طرح 'چھرا' پراکرت سے لیا گیا ہے اس لئے 'کہ' اس کی اصل 'کشر' ہے اور دستور کے مطابق 'کش' کا بدل 'اردو' میں چھ چاہئے۔

حرکات کی طرح حروف صحیح میں بھی قلب ہوتا ہے۔ اس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

نہان	سنان
گھر	گرہ
بلاری	وڈالکا

آخری مثال میں یہ ممکن ہے کہ اول "ڈ" کو "ل" سے بدلا گیا اور پھر آخری 'ل' کو 'ر' سے۔ سنسکرت 'ڈ' کا 'ل' سے تبادل تالاب میں بھی ہوا ہے۔ جس کی اصل 'تڈاگ' ہے (۱) اور 'ر' کا 'ل' سے تبادل ہوتا ہی رہتا ہے۔

---

(۱) صفحہ ۱۶۴ پر دیکھیے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

آخر میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا صوتی تبدیلیوں کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ حروف روپ بدل کر سنسکرت سے اُردو میں چلے آئے اور ان کا موجودہ 'تلفظ' سنسکرت 'تلفظ' سے بعد کا ہے۔ در اصل یہ حروف کسی زمانے میں کچھ اس طرح ادا کئے جاتے تھے کہ وہ سنسکرت اور موجودہ بولیوں کے مختلف تلفظ کے درمیان کی چیز معلوم ہوتے تھے۔ مثلاً سنسکرت श کا 'ش' اور 'کھ' کے درمیان تلفظ کیا جاتا تھا۔ 'س' اور 'ہ' ایک دوسرے سے مشابہ تھے۔ 'ی' کو 'ج' سے ملتا جلتا ادا کیا جاتا تھا۔ 'ر' اور 'ل' میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ 'ت' اور 'ٹ' اور 'د'، 'ڈ' میں بھی اس وقت امتیاز نہ تھا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان حروف کا تلفظ واضح ہوتا چلا گیا۔ اور دو ملی جلی آوازوں میں سے ہر ایک کو اختیار کر لیا گیا۔ اس لئے جہاں قدیم زمانے میں ایک آواز کسی قدر غیر واضح طور سے ادا کی جاتی تھی۔ اس کی جگہ دو آوازیں دو ہمسر بولیوں میں استعمال ہونے لگیں۔ لوگوں نے سمجھا کہ ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ قدیم ہے یا ایک اصل اور دوسری اس کی فروغ ہے۔ 'اردو' اور 'سنسکرت'

---

(۱) شاید 'تالاب' ایک جدید لفظ ہے جو 'تال' اور 'آب' سے مرکب ہے۔ 'تال' 'تٹ' (کنارہ) یا 'تڈ' کا بگاڑ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں شبہ ہے کہ 'آب' 'آک' یا 'آگ' سے وضع ہوا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ 'آک' اول 'آؤ' ہوا اور پھر آب۔ 'اُردو' میں تلاد بھی کہتے ہیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

میں آوازوں کا جو اتار چڑھاؤ دیکھا گیا ہے۔ بالکل اس سے ملتا جلتا قدیم 'فارسی اور 'سنسکرت' میں بھی تھا۔ اس لئے جب تک کہ کوئی واضح لسانی شہادت نہ ہو ہم ان متشابہ آوازوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کی اصل قرار نہیں دے سکتے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

باب دوم

"اخذ و اشتقاق

اُردو ہند آریائی خاندان سے ہے۔ اس خاندان کی زبانوں میں اخذ و اشتقاق کی صرف یہ ایک صورت ہے کہ لفظوں کو پہلو بہ پہلو رکھ دیا جائے۔ لفظوں کی دو قسمیں ہیں۔ اصلی اور تعمیری۔ اس لئے اشتقاق کی دو صورتیں ہوئیں۔ اصلی الفاظ پہلو بہ پہلو رکھے جائیں یا اصلی لفظ کے ساتھ کوئی تعمیری لفظ جوڑ دیا جائے۔ پہلی قسم کے اشتقاق کو ترکیب کہتے ہیں۔ جیسے آنکھ پھوڑ اس میں "آنکھ" اور "پھوڑ" دونوں اصلی لفظ ہیں جن کو برابر برابر رکھ کر آنکھ پھوڑ ایک صفتی صیغہ بنا لیا گیا ہے۔ دوسری قسم کے اشتقاق کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں۔ ہم نے اس کا نام تالیف رکھ لیا ہے۔ تالیف بھی ایک طرح کی ترکیب ہی ہے لیکن اس میں لفظوں کا تال میل مرکب کے مقابلے میں کسی قدر زیادہ گہرا، زیادہ شاید، اور زیادہ پختہ ہوتا ہے۔ جیسے اچھوت اور گویا۔ اچھوت "ا" نافیہ اور چھوت سے بنا ہے۔ اور گویا، گا اور "یا" سے پہلی مثال میں "ا" نافیہ اور دوسری میں "یا" دونوں تعمیری کلمے ہیں۔ جو چھوت اور گا کے ساتھ گھل مل کر ایک ہو گئے ہیں۔ اُردو اشتقاق کو اچھی طرح سمجھنے اور اس کی ارتقائی تاریخ جاننے کے لئے ضروری ہے کہ اشتقاق کی ان دونوں قسموں پر الگ الگ بحث کی جائے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

الف۔ تالیف الفاظ

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آریائی زبانوں میں ہر کلمے کے دو ٹکڑے کیے جا سکتے ہیں۔ اصلی اور تعمیری۔ کلمے کے اصلی جزو کو مادہ کہتے ہیں۔ تعمیری جزو کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اصلی جزو کے شروع میں آنے والے۔ یہ "سابقے"، (سنسکرت "اپ سرگ" اور انگریزی (PREFICES) ہیں۔ اصلی جزو کے آخر میں جوڑے جانے والے لاحقے، (سنسکرت "پرتے" اور انگریزی (SUFFIXES) کہلاتے ہیں (۱)

ا۔ سابقے

اردو میں سابقے کئی طرح کے ہیں۔ کچھ براہ راست فارسی سے لئے گئے ہیں۔ ان میں عربی سابقے بھی ہیں۔ یہ سب اپنی اصلی حالت پر ہیں کچھ سنسکرت سے ماخوذ ہیں یا یوں کہئے کہ سنسکرت اور اردو میں مشترک ہیں۔ یہ دو طرح کے ہیں۔ کچھ اپنی قدیم شکل و صورت میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ تت سم (جوں کے توں) کہلاتے ہیں۔ اور کچھ مسخ ہو کر کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں۔ یہ تد بھو کے نام سے موسوم ہیں۔ ارتقا کے زبان کے سلسلے میں سنسکرت تت سم اور تد بھو سابقے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

---

(۱) سابقہ اور لاحقہ کی اصطلاحیں ان مفہوموں کیلئے سب سے پہلے مولانا وحید الدین سلیم نے استعمال کیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) 'ا' نافیہ

یہ سابقہ سنسکرت "آ" سے ماخوذ ہے۔ یہ پالی، پراکرت اور اوستا میں بھی تھا۔ اور اغلب یہ ہے کہ یہ 'ان' کا مخفف ہے۔

امر۔ اتھا (ا + ستھا) یا اناہ (ا + ناہ) اچھوت، اٹل، اکارت، اسطے۔
اوپر اصل میں اویلا تھا۔ ویلا سنسکرت میں وقت کو کہتے ہیں۔ 'ل' 'ر' سے بدل گیا ہے۔ بنگلہ میں یہ ابیر ہے۔

'ان' سنسکرت اور اوستائی میں ان کلمات کے شروع میں اضافہ کیا جاتا تھا۔ جن کا پہلا حرف کوئی حرف علت ہوتا تھا (۱) جیسے انیک (ان + ایک) اور ارتھ (ان + ارتھ) لیکن اردو اور پہلوی میں اس قسم کا کوئی فرق نہ کیا جاتا۔ جیسے اراست (ناساست) اور ان شات (ناشاد) اردو کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔
ان بن۔ ان پڑھ۔ ان گڑھ۔ ان مل۔ ان مول۔ ان ہوت۔ انوکھا۔ (ان + دیکھا) ان گنت۔ فارسی 'ن' بھی 'ان' ہی سے تراشا گیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ 'ا' نافیہ کا استعمال جدید فارسی میں کم دیکھا گیا ہے۔

(۲) 'آ': ضد، قریب، طرف

اردو 'آنا' 'آ' اور 'ری' (جانا) سے مرکب ہے۔ اصل میں آیتنا + آ تھا 'ی' تخفیف ہو گئی ہے۔ (۲)

---

(۱) اوستائی گرامر جیکسن جلد اصفحہ ۲۰۹ (۲) کیلاگ صفحہ ۲۶۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۳) 'آ' نیچے، دوسری طرف

سنسکرت [illegible] کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ یہ قدیم فارسی میں بھی تھا(۱)، جدید فارسی میں اردو کی طرح بگڑ کر 'ا' ہو گیا۔ افتادن اصل" اوپتنم" (افتادن۔ افتادن) اترنا (آ+ترِ) آلٹ (آ+لٹ) آرے (ودے) کی اصل 'اُدارے' ہے۔ شروع سے 'ا' گر گیا ہے (۲)

(۴) 'اُ' : اوپر

سنسکرت میں یہی (اُد) قدیم فارسی اور ژندی میں 'اُز' (۳) ہے مگر جدید فارسی میں کٹ کٹا کر صرف (زِ) رہ گیا ہے۔ 'زودون' اصلی میں 'اُزدودن' تھا۔

اٹھنا۔ (اُد+ستھا+اُتھا+اُٹھ) اکھاڑ (اُد+کر) اُدھیڑ (اُد+وھر) (۴)

(۵) 'اُن' : ایک کم

سنسکرت میں بھی 'اُن' ہی ہے "ایکون" بمعنی 'ایک کم'۔

---

(۱) فارسی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۰۴ (۲) کیلاگ صفحہ ۲۶۹ (۳) فارسی گرامر صفحہ ۱۰۵۔ (۴) ہورنلے 'اکھاڑ' کو 'ات کرشٹ' سے ماخوذ مانتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے جرنل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۴۹ صفحہ ۴۶)۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

انیس (اُن + بیس) اُنتیس (اُن + تیس) انتالیس۔ انچاس۔
انسٹھ۔ انہتر۔ اُناسی۔

(۶) 'پ' : دوسری طرف

سنسکرت परा اور اُردو 'پردے' یا 'پار' سے ماخوذ ہے۔ جیسے
پلٹ (پ + لٹ = پر + ورت)

(۷) دُ۔ دُر : بد برا

یہ سنسکرت میں 'دُر' یا 'دُس' اور پہلوی میں 'دُش' یا 'دُژ' ہے دُبلا
(دُ + بلا + دُر + بلا) دُرگت (دُر + گت)

(۸) 'ن' : نافیہ

سنسکرت میں "نر" تھا۔ بھاشا اور پراکرت میں بھی 'نر' ہی ہے
مگر اُردو میں صرف 'ن' رہ گیا ہے۔
نِکما۔ نڈر۔ نچنت۔ نچلا۔ نرالا (نِ + رلا) نتھار (نِ + ستھر)
نہتا (نِ + ہتھیار) نگوڑا (نِ + گنڈا)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۹) 'س' : ساتھ

سنسکرت सं سے لیا گیا ہے جو غالباً सहित کا مخفف ہے 'سویرا' اصل میں سویلا تھا (س + ویلا) "تڑکے۔ علی الصباح۔ اس کی ضد 'اویرا' ہے 'س' ضد ہے 'ا' نافیہ کی۔

(۱۰) سُ۔ سَ : نیک۔ خوب

سنسکرت میں सु ہے۔ سُگھڑ۔ سُپوت۔ سُکھ۔ سُڈول۔ سُہانا۔ گپھڑ۔ کیچڑ۔ وغیرہ۔

(۱۲) 'ب' : جدا، بعیثہ

سنسکرت میں वि ہے جو غالباً قدیم آریائی 'دویت' سے لیا گیا ہے۔ پہلوی میں "دویت گوہری" کے معنی ہیں اصل سے جدا ہونا یعنی بد گوہری۔ بڈول۔ بکھیڑا۔ (کھیل بکھیڑا = کھیل بکھیلا)

(۱۳) "بہ" : بہت

سنسکرت "بہو" کا مخفف ہے۔ بہروپ (بہو + روپ) بہو چکا۔ (بہو + اُچکا) بہت اُچکنے والا (۱)

(۱۴) بن : بغیر

سنسکرت میں "بنا" ہے بن بیاہا۔ بن سرا۔ بن جنی۔ (ز بیچ)

---

(۱) وضع اصطلاحات صفحہ ۲۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱۵) ادھ : آدھا

سنسکرت "اردھ" کا مخفف ہے۔ ادھ کچا۔ ادھ موا وغیرہ۔
فارسی و عربی سابقے بہت ہیں۔ لیکن زیادہ تر وہ مستقل کلمے ہیں جن کا ذکر مرکب الفاظ کے سلسلے میں ہونا چاہیئے۔ ان میں سے چند جو بطور جزو کلمہ مستعمل ہیں درج ذیل ہیں۔

نا ۔ نفی	ناپسند ۔ نالائق ۔ ناکارہ
ب : ساتھ	بدستور ۔ بدولت
بے ۔ بغیر	بے ایمان ۔ بے راہ ۔ بے خوف ۔ بے ڈھب ۔
تہ : نیچے	تہ بند تہ بازاری ۔ تہ خانہ ۔ تہ نشین
شاہ ۔ شہ ۔ بڑا	شہ باز ۔ شاہ راہ ۔ شہ رگ ۔ شہ سوار
ہم : شریک	ہم آغوش ۔ ہم آواز ۔ ہم پیشہ ۔ ہم پیالہ
ذی : والا	ذی ہوش ۔ ذی شعور ۔ ذی اختیار ۔

۲ ۔ لاحقے

اردو میں لاحقے بھی دو طرح کے ہیں : تدبھو اور تت سم ۔ تدبھو لاحقے اپنی تاریخ رکھتے ہیں اور ضرورت ہے کہ ان کا کھوج لگایا جائے ۔

(۱) 'ا' : اسمی ، مصدری ، صفتی

سنسکرت وسرگ : ﷲ اور 'ادستانی' ، 'اہ' سے لیا گیا ہے ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

وسرگ 'ہ' کی آواز دیتا ہے۔ 'ہ' اور 'ا' کا تبادل قدیم ہندی میں ملتا تھا۔
اُردو 'ہار' اصل میں 'آر' تھا۔ اُردو کا 'اور' پنجابی میں 'ہور' ہے کیونکہ
اس کی اصل سنسکرت 'اپر' بتاتے ہیں ۱۱۔ چیٹرجی وغیرہ علمائے لسانیات کے
نزدیک 'اردو' 'ا' کی اصل 'سنسکرت' 'ہ' ہے۔ ان کا خیال ہے کہ 'پراکرت'
میں اکثر 'سنسکرت' کلمات کے آخر میں 'ہ' کا الحاق کر دیا جاتا تھا۔ یہ الحاقی
'ک' پہلوی میں بھی تھا۔ گھوڑا سنسکرت میں 'گھوٹک' تھا۔ گھوٹک۔ گھوٹ۔
ے۔ گھوٹا۔ گھوڑا۔ اس صورت میں 'ک' کی جگہ صرف ایک ے ہوگا۔
دوسرا "وسرگ" سے لیا جائے گا۔ صحیح بات یہ ہے کہ 'اردو' 'ا' 'سنسکرت'
اور پراکرت کلمات کی آخری حرکت کے اشباع سے پیدا ہوا ہے۔ خود سنسکرت
وسرگ اور فارسی ہائے مختفی اس آخری حرکت 'ـَـ' کے اظہار کے لئے ہیں۔
البتہ فاعلی 'ا' 'اک' یا 'اک' تھا۔ پہلوی گویاک۔ داراک 'فارسی' میں
گویا اور دارا ہیں۔ سنسکرت جھنجک بھونجا (حظ بھونجا) اور لنجک لچا بناء 'ا'
'ک' کا بدل ہے۔ اس خیال کا اظہار سب سے پہلے ڈاکٹر ہورنلے نے کیا۔ مسٹر
بیمز ویسے تو اس سے متفق ہیں لیکن ان کے نزدیک زیادہ بہتر یہ ہے کہ 'ا' کو
سنسکرت طرز تلفظ کا اثر سمجھا جاتے اور یہ کہا جائے کہ وہ آخری حرکت کے
اشباع سے پیدا ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ 'ا' کو پراکرت یا سنسکرت 'ک' کا
رہین منت بتاتے ہیں آخر وہ اس کی کیا وجہ بتائیں گے کہ یہ 'ک' بغیر کسی معقول
وجہ کے بعض کلمات کے آخر میں اضافہ کیا جاتا رہا ہے۔ اور 'اردو' کے وہ اسماء
جو ساکن الاواخر ہیں اس 'ک' کے بے پناہ اثر سے محفوظ ہیں۔ 'سنسکرت' انڈک'

۱۱۔ گرگھر پاڑہ ۱۷۱ھ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کا حاصل تھا جس سے 'انڈا' بنا لیکن اوشٹھ جو ہونٹ کی اصل ہے اس سے محروم رہا۔ آخر کیوں۔؟

بیمز نے سنسکرت اسماء و صفات کی دو قسمیں کی ہیں۔ اول وہ جن میں تلفظ کے وقت آخری جزو پر زور دیا جاتا تھا۔ ان سب کی آخری حرکت کا اُردو میں اشباع ہو گیا ہے۔ جیسے انڈا، کیڑا۔ دوسرے وہ جن کے ماقبل آخر پہ زور پڑتا ہے۔ اردو میں یہ ساکن الآواخر ہیں۔ جیسے ہونٹ، کان، تیل وغیرہ (۱)۔ جو کلمات اس اصول کے خلاف بولے جاتے ہیں وہ غالباً اُس زمانے کی پیداوار ہیں جب 'سنسکرت' طرز تلفظ کو فراموش کر دیا گیا اور کسی کو علم نہ تھا کہ 'سنسکرت' بولنے والے کلمے کے کس حصے پر زور دیتے تھے۔

اسمی کی مثالیں۔

گھوڑا، کتا، بلا، چونا، چھُرا، بھالا، نالا، کیڑا، کھمبا۔

مصدری کی مثالیں۔

جھگڑا، کھٹکا، ٹوٹا، ٹپکا، دھڑکا۔

صفتی کی مثالیں

اچھا، اندھا، کالا، گاڑھا، گھنا، بہرا، سوکھا۔

ذیل کی مثالوں میں 'ا' فاعلی ہے۔

چھوٹا، بھوکا، لچا، اُچکا، کھمبا۔ بڑبولا۔ ملبا، اکھلا، گہرا وغیرہ۔

---

(۱) جلد ۲ پارہ ۳ ۱۴

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۲) — نت: مصدری

'دھیریندر ورما' کے نزدیک سنسکرت علامت فاعل [illegible] اُس کی اصل ہے (۱)، یہ صحیح نہیں۔ یہ 'اَن' (سنسکرت [illegible]) اور 'ت' (سنسکرت [illegible]) دو لاحقوں سے مرکب ہے۔ پڑھنت اصل میں [illegible] تھا۔ 'میسودا' نے ایک قصیدے میں اس قسم کے مصادر استعمال کئے ہیں۔ جیسے 'گھڑنت' لڑانت' بھڑانت' وغیرہ۔

(۳) — گر: فاعلی

دھیریندر اسے دیسی لاحقے بتاتے ہیں حالانکہ یہ سنسکرت 'کار' کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ 'ڑ' 'ر' کا بدلا ہوا روپ ہے۔ یہ اُردو کا عام رجحان ہے۔ اناڑی اصل میں 'اناریہ' تھا۔ 'ک' کی تکرار غالباً حذف الف کی وجہ سے ہے۔ بھولکڑ، بوجھکڑ وغیرہ۔

یہ بھی ممکن ہے کہ 'سنسکرت' لاحقہ [illegible] کو جو 'پراکرت' میں [illegible] ہوگیا تھا۔ اس کی اصل مانا جائے۔ 'ٹ' 'ک' (ماگدھی) اصل میں ہر وک تھا۔ یا ہگے۔ اگے۔ اکھم۔ اہم (میں) 'ڑ' بعد میں اضافہ کردی گئی۔ جیسے گود۔ گودنا۔ گودکڑ۔ یہ 'ڑ' 'ماوڑی' لاحقہ 'اکل' سے بھی ماخوذ ہوسکتا ہے، جیسے 'ناڑ' (چلنا) سے ناڑکل۔ 'ل' کا 'ڑ' سے تبادل بہت عام ہے۔

---

(۱) ہندی بھاشا کا اتہاس پارہ ۱۸۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱۴) ۔ اندھ : اسمی

وہیر بیندر سنسکرت "گندھر" کا مخفف بتاتے ہیں (۱) بسا ندھ ۔ سٹراندھ ۔

(۵) ۔ ائی : مصدری

ہورنلے اس لاحقہ کی اصل "سنسکرت" علامت "تانیث" [illegible] بتلاتے ہیں ۔ پراکرت میں یہ [illegible] تھا ۔ "اردو" میں ۔ "ائی" ہوا ۔ جیسے مشٹنیکا ، اول مٹھاپیا اور پھر مٹھائی (۲) ڈاکٹر چٹرجی کے نزدیک یہ لاحقہ پراکرت عہد کا ہے یہ اصل میں "آپ کا" تھا ۔ اس کے تغیرات یہ ہیں "آپکا ۔ اَوُ ۔ ا ، آویا ۔ اؤہی ۔ آئی (۳) یہ سب دور از کار قیاسات ہیں ۔ یہ لاحقہ مرکب ہے ۔ "ا" اور "ی" سے ۔ "ا" لاحقہ فاعلی ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور "ی" علامت مصدر ہے جو پہلوی میں "ایہ" اور "پالی" سنسکرت" اور اوستائی" میں [illegible] ہے (۴) ۔ "اردو" کے تمام الفاظ جن کے آخر میں یہ لاحقہ ہے ۔ اسماء صفات ہیں اور ان میں سے جو سنسکرت "تدبھو" ہیں وہ اسم مفعول ہیں ۔

لڑائی ، ڈھلائی ، بندھائی ۔ جھلائی ۔ چڑھائی ۔ اترائی ۔ سلائی ۔ بھلائی ، صفائی ۔ کچائی ۔ کھٹائی ۔ بڑائی ۔ چھوٹائی ۔

مصدری "ی" ان کلمات میں بھی ہے جن کے آخر میں الف نہیں ۔ جیسے چوری ، بے ایمانی ، الوانی وغیرہ "کیلاگ" کا خیال بھی یہی ہے کہ یہ لاحقہ سنسکرت "ائی" [illegible]

---

(۱) ایضاً پارہ ۱۸۳ (۲) گوڑین گرامر پارہ ۲۲۳
(۳) بنگالی پارہ ۴۰۲ (۴) فارسی گرامر پارہ ۱۱۹ اوستائی گرامر پارہ ۸۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہے لیکن وہ اس کی اصل 'سنسکرت' [illegible] قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے ایک لاحقہ نچہ اور مانا ہے جو ان کے نزدیک [illegible] کی تخفیف ہے۔ یہ جن اسماء کے آخر میں جوڑا جاتا ہے وہ متعدی مصادر سے ماخوذ ہیں اور ان افعال کی اجرت بتاتے ہیں مثلاً دھلائی۔ دھلانے کی اجرت۔ ڈھلائی ڈھلوانے کی اجرت (۱) بیمز نے اس لاحقہ کو ہندی الاصل یا دیسی بتایا ہے وہ کہتے ہیں اس لاحقے کا سنسکرت اور پراکرت میں وجود نہ تھا۔ اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ کسی مشترک الماخذ زبان سے لیا گیا ہے۔ (۲) ہورنلے کا قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس لاحقے کا روپ 'اوائی' بتاتے ہیں ے۔ ای' اس کا مخفف ہے۔ دھلائی اور ڈھلائی اصل میں دھلوائی اور ڈھلوائی تھے۔ یہ کلمے اس طرح بھی بولے جاتے ہیں۔ اوائی ان کے نزدیک 'او' یا 'ے' او' اور 'ے' ای سے مرکب ہے 'ے' 'ای' علامت مصدر ہے 'او' ان کے خیال میں سنسکرت [illegible] لیا گیا ہے۔ ڈھلو اور دھلو کے معنی ہیں دھلوایا جانے والا اور ڈھلوایا جانے والا اس لئے دھلائی یا ڈھلوائی کے معنی ہوئے دھلائے جانے والا ہونا یعنی اس کی اجرت۔

(۶) مُنزَے او : حاصل مصدر

بیمز اس کی اصل [illegible] یا [illegible] بتاتے ہیں۔ (۳) کیلاگ اور ہورنلے کے نزدیک سنسکرت [illegible] یا [illegible] پراکرت [illegible] یا [illegible] اور اپ بھرنش [illegible] اس کی اصل (۴) ہے۔ چیٹرجی اس سے اختلاف رکھتے

---

(۱) ہندی گرامر پارہ ۹۶۴ ۔ (۲) تقابلی گرامر جلد ۲ صفحہ ۶۱

(۳) بیمز جلد ۲ پارہ ۱۶۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں۔ ان کے خیال میں اس کی اصل آپ کا ہے۔ اردو میں تعدیہ کی دو علامتیں ہیں۔ 'ـے' اور 'وا' جیسے جلانا اور جلوانا۔ لکھانا، لکھوانا وغیرہ جلوانا اور لکھوانا۔ اصل میں 'جلاونا' اور 'لکھاونا' تھے۔ سنسکرت کے متعدی افعال کا [illegible] پراکرت میں [illegible] ہوا اور [illegible] حسب قاعدہ 'و' سے بدل گیا۔ سنسکرت [illegible] (وہ پکواتا ہے) پراکرت میں पचावेइ ہے۔ اگر اس کے آخر سے 'ئ' علامت واحد غائب گرا کر اس کی جگہ (نا) علامت مصدر بڑھا دی جائے تو پچا دینا یا پچاونا ہوگا اور اس کا اصل مصدر پچاؤ۔

بناؤ۔ چباؤ۔ دکھاؤ۔ بچاؤ۔ سمجھاؤ، وغیرہ۔ آخر میں 'ا' بڑھا کر ملاوا۔ ڈراوا۔ پچھتاوا۔ وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ کبھی 'ٹ' اضافہ کر دیتے ہیں۔ جیسے کہاوت کبھی یہ 'ت'، 'ٹ' سے بدل جاتی ہے۔ جیسے سجاوٹ، گھساوٹ، لگاوٹ، بناوٹ، ملاوٹ، رکاوٹ۔ 'و' کی جگہ 'ہ' بھی دیکھی گئی ہے۔ جیسے گھبراہٹ۔ جھنجھناہٹ، آہٹ اردو میں آواز کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس لئے بیمز کے نزدیک ممکن ہے آہٹ کی ترکیب سے یہ کلمے بنے ہوں۔ دوسری طرف ان کے نزدیک یہ بھی محتمل ہے کہ یہ لاحقہ ان کلمات سے الگ کر لیا گیا اور آواز کے لئے استعمال ہونے لگا۔ (۲)

(۱۷) "ـی": مصدری، اسمی وغیرہ

"ـی" مصدری کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یہ کیلاگ اور بیمز کے نزدیک

---

(۱) ہورنلے پارہ ۲۲۷ کیلاگ ۳۵۲ (۲) جلد ۲، صفحہ ۵۵۔ صحیح بات یہ ہے کہ آہٹ "آ" اور "ہٹ" سے مرکب ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'سنسکرت' ہی سے ماخوذ ہے (۱) جس نے دیسی زبانوں میں نج کا روپ اختیار کر لیا ہے۔ چاری 'سنسکرت' ईय پراکرت ईअ یہ بھی ممکن ہے کہ 'اُردو' ـــِ ی' سنسکرت' لاحقہ مصدر ईक کا بقیہ ہو۔ چیٹر جی کا خیال ہے کہ فارسی یائے مصدری کا اس پر گہرا اثر ہے۔ (۲)

ڈھلائی وغیرہ کلمات کی ـــِ ی' بھی مصدری ہی ہے اس کی بابت کیلاگ کی یہ رائے اوپر دی جا چکی ہے کہ وہ ईका سے حاصل کی گئی تھی۔

اسمی 'ـــِ ی' بھی 'اردو' میں استعمال ہوئی ہے۔ اس 'ـــِ ی' کے ماخذ 'سنسکرت' کے دو لاحقے ہیں इन اور इक سنسکرت میں یہ دونوں صفتی ہیں لیکن 'اردو' میں ان سے جو کلمات بنے ہیں وہ بطور اسم استعمال ہوئے ہیں۔

الف۔ इन جیسے مالی (مالِن) پجاری (پجارِن) بڑھئی اور دھکن (بھکاری (بھکارِن)

ب۔ इक جیسے تیلی (تیلیک) تنبولی (تنبولِک) کاچھی' (کچھِک)

صفتی یا نسبتی 'ی' کی اصل سنسکرت ईय ہے۔ اس پر عربی یائے نسبت کا گہرا اثر معلوم ہوتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ہندی، مہاراشٹری، دیسی، دکھنی۔ یہ کلمات سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ ہندوستانی پہاڑی وغیرہ الفاظ ان کی مثال پر بعد میں گھڑ لئے گئے۔

'ـــِ ی' جو تانیث یا تحقیر کے لئے ہے۔ اس کا سرچشمہ سنسکرت علامت

---

(۱) ہندی گرامر ص ۳۶۹ و تقابلی گرامر ج ۲ صفحہ ۸۰

(۲) بنگالی کا آغاز و ارتقا ص ۲۱۹)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تانیث [illegible] ہے۔ 'اردو' میں جو اسمار مؤنث ہیں وہ یا تو براہ راست سنسکرت مؤنث کلمات سے لیے گئے ہیں یا 'ـــــی' علامت تانیث ان پر [illegible] اضافہ کردی جاتی۔ جیسے اپلی (اپلا) ٹوکری (ٹوکرا) رسی (رسا) بوڑھی پگلی وغیرہ۔

حسب ذیل اسمار سنسکرت سے ماخوذ ہے۔

گھوڑی (گھوٹکا) چھری (کشر کا) روٹی (روٹکا) پائی (پادکا) دھوتی (دھوتر کا) چھتری (چھتر کا) مٹی (مرتکا) بتی (ورتکا وغیرہ)

(۸) ـِیا : نسبت، علامت تصغیر

یہ علامت تانیث بھی ہے۔ پہلی صورت میں اس کا ماخذ [illegible] اور دوسری صورت میں [illegible] یا [illegible] ہوگا۔ تحقیر کا پہلو غالباً اس میں تانیث سے آیا۔ لیکن تصغیر کی وساطت سے۔ 'ـِی' اور 'ـِیا' دونوں کا ماخذ واحد ہے۔

چوہیا۔ لٹیا۔ کتیا۔ بڑھیا۔ گڑیا۔ (چھوٹا گھڑا) چڑھیا وغیرہ۔ یہ لاحقہ عربی و فارسی کلمات میں بھی جوڑا گیا ہے۔ جیسے بگیا (باغیچہ) کتیا (کتابچہ) اور ان فارسی کلمات میں بھی جوڑا گیا ہے۔ مصغر ہیں جیسے دیگچیا (دیگچی) بقچیا (بقچی) منسوب کی مثالیں۔

قنوجیا۔ پہاڑیا۔ پوربیا۔ کالیا۔ نیچریا۔ بڑھیا۔ بنیا۔ لٹیا نٹ کی طرف منسوب ہے یا ناتی کی طرف۔

(۹) ـــو : صفتی

اردو میں بہت مستعمل ہے۔ جیسے ڈاکو۔ اڑاؤ۔ بگاڑو، بکاؤ ـــ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

گھاڑو، جڑاو وغیرہ۔

ہورنلے سنسکرت तृक سے اس کا تعلق بتاتے ہیں جو پراکرت میں ہے یا उक ہوگیا تھا۔ مثلاً کھادِ ترک ہے کھائی او ہے کھاؤ (۱) چرٹ جی کہتے ہیں مناسب یہ ہے کہ اسے سنسکرت उक (علامت فاعل) سے ماخوذ مانا جائے جو سنسکرت الفاظ کامک (عاشق) اور بھاؤک (خوش) وغیرہ میں (۲) ہے۔ لاحقہ 'و' 'پالی' میں بھی تھا۔ جیسے بھکو (بھکاری) کرو (کرنے والا) (۳) یہ غالباً 'سنسکرت' کی کا قائم مقام ہے اکھکو ہے بھکش)

سنسکرت میں چار مستقل علامات ہیں۔ جو فاعلی معنی ادا کرتی ہیں 'ے' جیسے بھکشق۔ 'ک'، جیسے کامک۔ 'ے' 'وک'، اور 'تر' جو پالی اور موجودہ بولیوں میں 'ٹ' یا 'تو' سے بدل گیا ہے جیسے 'کرتر' (کرنے والا) سے کتّو) اُردو میں یہ تمام علامات ممدود 'ے' 'و' کی شکل میں ہیں۔ جب تک کسی لفظ کا ماخذ معلوم نہ ہو یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی علامت کا ماخذ کیا ہے۔ مثلاً ذیل کے کلمات جن کی آخر میں 'ے' 'و' ہے۔ بیمز کے نزدیک مختلف مادوں سے لئے گئے ہیں۔ کارو (کرنے والا) کاٹو (کاٹنے والا) جاجرو (جاگنے والا) ناٹو (پلٹنا) (۴)

(۱۰) 'ے' 'وا' 'وا' صفتی، تحقیری

یہ پالی میں بھی ہیں (۵)۔ جیسے گنوا (گن والا) ہو سکتا ہے کہ 'وا'

---

(۱) گوڈین گرامر ب ۳۳ (۲) بنگالی پ ۴۴۸ (۳) پالی گرامر ب ۲۸۰
(۴) تقابلی گرامر ج ۲ صفحہ ۵۸ (۵) پالی گرامر پارہ ۲۴۵۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سنسکرت 'وان' سے مخفف کر لیا گیا ہے۔ اردو میں یہ لاحقہ فارسی الفاظ کے آخر میں بھی استعمال ہوا ہے۔

بھڑوا، کلوا، ننھوا، جھورا، مرھوا، بندھوا، پٹھوا۔ (اپٹے سے کپڑا) پوروا۔ پچھوا۔ لیوا، دیوا، ٹھلوا، کیچھوا۔ (کیچ ھوا) وغیرہ۔

چٹرجی کہتے ہیں کہ یہ لاحقہ "ک" کی توسیع ہے جس میں 'ا' کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یہ تعلق اور نسبت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) ڈکیلاگ کا خیال ہے کہ 'وا' 'یا' کی بدلی ہوئی صورت ہے اور 'یہ' بہاری، اودھی وغیرہ۔ مشرقی زبانوں میں خصوصیت کے ساتھ تصغیر و تحقیر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جیسے گھوڑوا۔ بٹوا وغیرہ (۲)۔ گریرسن 'یا' اور 'وا' کو اسماء کی اشباعی علامت بتاتے ہیں۔ جو اسماء کو کھینچ دیتے ہیں۔ معنی میں اُن کی وجہ سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ مثلاً گھوڑا، گھوڑوا۔ سیٹھ۔ میٹھا، مٹھوا۔ (۳) بیمز اس کی اصل علامت تصغیر بتاتے ہیں۔ 'و' دو حرکتوں کے اجتماع کا نتیجہ ہے۔ لیکن اسماء کی آخر کا "د" سے مختلف ہے جو نسبت اور تعلق کے لئے ہے اور جس کا ماخذ [illegible] یا [illegible] سے الگ کوئی اور صفتی لاحقہ ہے۔ کیلاگ نے اپنی گرامر کے دوسرے ایڈیشن میں اس 'وا' کا ماخذ [illegible] کو قرار دیا ہے اور اسے 'پیا' کا ہم رشتہ بتایا ہے (۴)۔

(۱۱) "ــــ ہت" : فاعلی

سنسکرت 'آئیت'، یا 'آنیت'، پراکرت 'آدنت' یا 'آانت'

---

(۱) بنگالی ص ۶۹۴ (۲) ہندی گرامر ص ۳۷۴ (۳) بہاری گرامر ح اپیا ۱۴
(۴) ہندی گرامر پارہ ۳۵۷۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ژندی، منت، فارسی 'مند' سے بنا ہے۔ کیلاگ اس کی اصل 'سنسکرت' त्व بتلاتے ہیں جو اصل کلمے کی آخری حرکت سے مل کر त्य ہوگیا (۱) 'بیمز' بھی اس سے متفق ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ त्व اصل میں ان کلمات کے آخر میں جوڑا جاتا تھا جو 'ا' پر منتہی ہوتے تھے۔ अ اور त्व کے اجتماع و ادغام سے त्य وجود میں آیا۔ لیکن 'اردو' میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ त्व ساکن الاواخر کلمات کے آخر میں بھی اضافہ کردیا جاتا ہے اور اس کا تلفظ त्यम ہوتا ہے۔ جیسے ڈھال سے 'ڈھلیت'۔ دوسری دیسی زبانوں میں ان کے عام مزاج کے مطابق لاحقہ کی त्व اور کلمے کی آخری अ کا جدا جدا تلفظ کیا جاتا ہے۔ جیسے مرہٹی 'ڈھائیت' (۲)

پٹیت، ڈنگیت (ڈنگا + یت)، ڈکیت (ڈک + شور کرنا) نٹھیت۔ بچپیت۔ پھکیت۔

(۱۴) ـــ وتی : اسمی، مصدری

یہ لاحقہ سنسکرت 'علامت مصدر' ति ہے جو متعدی مصدر کے آخر میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ قاعدے کے مطابق مصدر کا 'ت' او جب اس کے آخر میں 'ت' بڑھایا جاتا ہے ती ہوجاتا ہے۔ جیسے کٹاؤ سے کٹوتی۔ بیمز کہتے ہیں کہ یہ سنسکرت "وت" سے بھی ماخوذ ہوسکتا ہے۔ اصل لاحقہ ان کے نزدیک वत ہے 'اوتی' کو وہ اس کی اشباعی شکل بتاتے ہیں۔ اس لئے اصرار ہے کہ اس کو فاعلی یا صفتی لاحقہ شمار کیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جو

---

(۱) ہندی گرامر پ ۷۶/ب (۲) تقابلی گرامر ج ا پ ۱۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مثالیں پیش کی ہیں۔ اردو میں وہ مستعمل نہیں (۱)
'تی' کو مؤنث سمجھ کر اس کا ایک مذکر روپ 'تا' بعد میں وضع کر لیا گیا۔
جیسے سمجھوتا۔ میں کسوٹی کو بھی اسی سلسلے کی چیز سمجھتا ہوں۔ (۲) اس میں لفظی
اور معنوی دونوں قسم کے تغیرات ہوئے۔ لفظی تو یہ کہ 'ت' کو 'ٹ' سے
بدل دیا گیا۔ اور معنوی یہ کہ پرکھ کو پرکھنے والے آلے کے لیے استعمال کیا گیا۔
چکوتی کے معنی ہیں حساب چکانا اور بند کرنا۔ کرنے کی چکوتی وہ ہے جہاں اس
کی تراش کو بند کر دیا جاتا ہے۔ ہر نوٹا اور بلوٹا کی اصل ہرن پیتر اور بلاپتر ہے۔
ویتر = پت = اَتت = اُٹا۔ یہ اس کے تغیرات ہیں۔

(۱۳) ــ 'ت' : مصدری

اس کی اصل سنسکرت علامت مصدر ـتم ہے جو پراکرت میں تت
ہو گئی تھی۔ اردو میں ایک 'ت' حذف ہو گئی۔ کیلاگ اور پلیٹس اس کی اصل
سنسکرت ـتر بتاتے ہیں۔ جس کے آخر سے ـتی گر گئی ہے۔ لیکن 'اردو' میں
'تی' کا جداگانہ استعمال بھی ہے اس لئے یہ اشتقاق میرے نزدیک صحیح نہیں۔
منت۔ چاہت۔ بچت۔ لاگت۔ کھپت۔ رنگت۔ آڑھت۔ (اردھی)
(وہ = بڑھنا) چلت پھرت۔

---

(۱) تقابلی گرامر ۲ پارہ ۲۰۔

(۲) کیلاگ اور ہورنلے کی رائے ہے کہ ان میں سے اکثر کی اصل 'سنسکرت' ورتی
(حالت) ہے 'اردو' بتی اور پنجابی وٹی کی اصل بھی یہی ہے اس لئے کسوٹی کا اشتقاق
کس + وٹی بھی (کسنے کا آلہ) صحیح ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱۴) تی : مصدری

"کیلاگ کے نزدیک اس کی اصل سنسکرت 'تی' یا 'نکا ہے ہلیٹس سنسکرت 'تا' کو اس کی اصل قرار دیتے ہیں۔ ہور نلے سنسکرت 'آنتپکا' سے ماخوذ مانتے ہیں جو لاحقہ تعدیہ 'آپ' اور علامت مصدر 'تی' سے مرکب ہے (۱) اتھ بعد میں جوڑا گیا۔ مثلاً بڑھتی = وردھانپکا = وڈھاتیا = وڈھاتی = بڑھتی۔ چیٹرجی، اس سے متفق نہیں۔ وہ اس کو دو لاحقوں سے مرکب مانتے ہیں ایک 'ات' (اسم فاعل 'انت') دوسرے 'تی' علامت مصدر جیسے ڈکیتی۔ ڈکیت + ی بمعنی لوٹنے کی حالت۔ یہ لاحقہ فارسی کلمات میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

چڑھتی۔ بڑھتی۔ ملتی۔ بھرتی۔ گھٹتی۔ گنتی۔

'چیٹرجی' کی رائے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ ڈکیتی میں 'ی' علامت مصدر ہے اور ڈکیت ایک مستقل کلمہ ہے لیکن چڑھتی۔ کمتی وغیرہ مثالوں میں چڑھت اور کمت نہ مستقل کلمات ہیں اور نہ صفتی معنی میں کبھی استعمال ہوئے۔

(۱۵) ن : مصدری، اسمی

یہ چار لاحقے ہیں۔

(۱) 'ن' - یہ حاصل مصدر کے معنی دیتا ہے۔ جیسے پھسلن، اکہن، اسن، چلن، اترن، ملن، دکھن۔ ان میں سے کچھ اسم آلہ ہیں۔ یہ وہ ہیں جن پر

---

(۱) گوڈرین گرامر پارہ ۳۲۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اسمیت غالب آگئی ہے۔ جھاڑن ۔ بیلن ۔ ڈھکن ۔ بندھن وغیرہ۔

(۲) ' ـان ' یہ بھی حاصل مصدر کے لئے ہے۔ جیسے اٹھان ۔ اڑان لگان۔ (بعد میں مجازاً اسم مفعول کے لئے استعمال ہونے لگا) یہ لاحقہ اسم صفت سے حاصل مصدر بنانے کا کام بھی دیتا ہے۔ لمبا سے لمبائی ۔ اونچا سے اونچان۔

(۳) ' ـ ونا ' جیسے بچھونا کھلونا۔ اس کی اصل ' ـ + ونا ' ہے جو متعدی مصدر کی علامت ہے۔ (۱)

(۴) ' نا ' یہ مادے سے مصدر بناتا ہے ۔ اٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ ان سب کی اصل کیلاگ اور پلیٹس کے نزدیک سنسکرت [illegible] ہے (۲) لیکن ' ـ ان ' اور ' ـ ونا ' متعدی مصادر سے کئے گئے ہیں۔ اس لئے اُن کی اصل اپن ہونی چاہیئے۔ مثلاً چالان اصل میں چلاپن تھا۔ جس طرح ' نا ' ' اُن ' کی اشباعی شکل ہے اسی طرح ' ـ ونا ' کو بھی ' ـ اون ' کی ممدود شکل سمجھنا چاہیئے۔ ' ـ ان ' اصل میں ' ـ اون ' تھا۔ ہورنلے نے ان تمام لاحقوں کی اصل استقبالی علامت [illegible] بتائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سنسکرت ' ان ' کا استعمال ہندو پاک کی موجودہ بولیوں میں سے کسی میں بھی آزادانہ بطور لاحقہ نہیں ہوا۔ (۳) میں سمجھتا ہوں صحیح راہ وہی ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ یعنی جو اسماء اردو میں بطور مصدر یا حاصل مصدر مستعمل ہیں۔ ان کے لاحقوں کا سرچشمہ سنسکرت [illegible] یا [illegible] ہے اور جو بطور اسم مفعول ' ـ ا ' استقبالی استعمال ہو رہے ہیں ان کے لاحقے سنسکرت علامت '

---

(۱) بیمز جلد ۲ صفحہ ۷۰ (۲) ہندی گرامر صفحہ ۲۵۰ و ہندوستانی گرامر صفحہ ۲۰۴۔ (۳) گوڑین گرامر

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

استقبال अनीयर سے لئے گئے ہیں۔ 'نا' کی مثالیں۔
کرنا یا کرنی (جو کچھ کیا جائے) ہونا یا ہونی۔ بونا یا بونی۔ اوڑھنا یا اوڑھنی ۔۔۔ ان' کی مثالیں۔
لگان (جو کچھ لگایا جائے) دان (جو دیا جائے) کہانی (جو کہلائی جائے) وغیرہ ۔۔۔ 'نا' جیسے بچھونا۔ کھلونا۔ (جو بچھایا جائے) اور جس سے کھلایا جائے) ۔۔۔ 'اونا' جیسے چھپاؤنا (جیسے چھپایا جائے) اپڑاؤ غالباً پڑاونا تھا۔

(۱۶) ۔۔۔ ن: علامت تانیث

اردو میں تانیث کے لئے ذیل کے لاحقے ہیں۔

(۱) '۔۔۔ ن' جیسے چمارن۔ لہارن۔ دھوبن "سوتن" (اصل میں سپتنی" تھا۔

(۲) ۔۔۔ 'ائن' جیسے۔ منشائن۔ نائن۔

(۳) 'نی' جیسے ملانی' بنینی۔ فقیرنی۔ مورنی وغیرہ۔

(۴) '۔۔۔ انی' جیسے مہترانی۔ شیخانی۔ سیدانی۔

یہ لاحقے سنسکرت आनी، अनी اور ई سے لئے گئے ہیں۔
اردو میں ایک 'نی' اور بھی ہے جو غالباً 'نا' مصدری اور یائے تانیث کی ترکیب کا نتیجہ ہے۔ یہ لاحقہ ویسے تو حاصل مصدر کے لئے ہے لیکن کبھی آلہ کے معنی دیتا ہے اور کبھی ظرفیت کے۔ جیسے چھلنی۔ یا چٹنی۔ چھاونی (مصدر متعدی چھاؤنا) اس 'نی' کا ماخذ سنسکرت لاحقہ مستقبل अनीयर بھی ہو سکتا ہے۔ فارسی 'نی' بھی اسی سے ہے۔ کرنی (کرنے کے قابل)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ڈراونی، ان ہونی، دھونکنی۔

اردو میں 'ـــِ ی' کبھی بطور لاحقہ تانیث مستعمل ہے۔ جیسے چماری۔ لوہاری وغیرہ ہر چند 'ـــِ ی' خود 'سنسکرت' میں علامت تانیث ہے۔ (۱) لیکن زیادہ بہتر اور قرینِ قیاس یہ ہے کہ اس کو 'سنسکرت' 'نی' ـــے انی' کا مخفف مانا جائے (جس طرح 'ن' کو مانا گیا ہے) یا 'ــِ' کا، کا۔

(۱۷) 'نی' : استقبالی

'سنسکرت' میں [illegible] اور 'فارسی' میں 'نی' ہے جیسے ہونی، انہونی دیکھنی وغیرہ۔

(۱۸) 'نا' : تصغیر

جیسے بھوت سے بھتنا۔ مٹکا سے مٹکنا۔ چھٹکا سے چھٹکنا۔ (۱)

(۱۹) ـــَ ک ـــَ اک : اسمی مصدری

ہورنلے کے نزدیک اس کا تعلق 'سنسکرت' [illegible] سے ہے جو ان کے نزدیک [illegible] اور [illegible] سے مرکب ہے۔ اول الذکر اسمی اختتامیہ ہے اور ثانی الذکر [illegible] کا مخفف (۲) لیکن چیٹرجی اسے [illegible] سے ماخوذ مانتے ہیں۔ 'پراکرت' میں یہ لاحقہ [illegible] کی صورت میں تھا۔ 'سنسکرت' 'چمت کرت'، 'پراکرت' میں 'چمکت' ہوا اور 'اردو' میں چمک۔ جیسے۔

---

(۱) سنسکرت گرامر وہٹنے صفحہ ۴۳۱ (۲) کیلاگ روپ ۶۱۶ (۳) گوڑین گرامر پ ۲۲۸۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بھاٹک (بھاٹ۔ باٹنا) بیٹھک۔ دھمک۔ ٹھنڈک۔ کالک۔ جھلک۔ دھڑک۔ کھٹک۔ چمک۔ لپک۔ سٹرک۔ (سڑک) بھڑک (۱)، بیمز کا خیال ہے کہ "ک" مصدر "کر" سے تراشا گیا ہے۔ انہوں نے اصل کے اعتبار سے اس لاحقہ کو فاعلی قرار دیا ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی دھندلے ہوتے ہوتے بالکل مٹ گئے۔ بھاٹک اور سٹرک اسی قسم کے ہیں۔ ان میں سے بعض اسما ایسے ہیں جو لاحقہ "ک" الگ کئے جانے پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے بیٹھک (بیٹھنا) ٹھنڈک (ٹھنڈا) کالک (کالا) باقی اس لاحقے کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔ یہ سب وضعی افعال ہیں جو کسی فعل یا اسم اور فعل "کر" کی ترکیب سے بعد میں ڈھال لئے گئے۔ ان کی تفصیل فعل کی بحث میں دیکھی جائے۔

ان اسما کے آخر میں "ا" بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے دھڑکا۔ دھمکا۔ چمکا۔ کھٹکا۔ لپکا۔ تڑکا۔ کبھی "ی" بڑھا دی جاتی ہے جو تصغیر اور تانیث کا کام دیتی ہے۔ ہچکی۔ چمکی۔

"اک" آواز یا حرکت فجائی ظاہر کرتا ہے جیسے تڑاک۔ پڑاک۔ کڑاک۔ جھپاک۔ ان اسما کے آخر میں بھی "ا" بڑھایا جاتا ہے۔ جیسے کڑاکا۔ دھماکا۔ جھپاکا۔ تڑاکا (پٹاخا) (پٹاخہ) یہ اسما حکایت اصوات سے متعلق بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں یہ اردو کی اپنی چیز ہوں گے۔

---

(۱) ان میں سے بعض اسما مستقل فعل کی صورت اختیار کر گئے ہیں اور ان پر "نا" بڑھا کر گردانا جاتا ہے۔ جیسے جھلکنا۔ کھنکنا وغیرہ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یہ لاحقہ پہلوی میں بھی ہے اور فعل سے حاصل مصدر بناتا ہے۔ جیسے جوشاک۔ (جوشیدن) سوزاک۔ خوراک۔

(۲۰) ــ ک: تصغیر

یہ قدیم آریائی 'ک' ہے۔ پہلوی، قدیم فارسی اور سنسکرت تینوں زبانوں میں یہ '[illegible]' (۱) تھا۔ اسپک (فارسی) اشوک (سنسکرت) ڈھولک۔ گولکا۔ (گول۔ تجوری) پھٹک (سنسکرت [illegible]) چھٹکا ہیں 'ا' اور بڑھا دیا گیا ہے جو تانیث کی صورت میں 'ی' ہو جاتا ہے۔ جیسے پھلکا پھلکی۔ (پھل۔ کھلنا) ڈھولک۔ ڈھولکی۔ گنگا (گدا یہ گرز)

(۲۱) ــ اک ــ اکو: فعلی

'سنسکرت' [illegible] یا [illegible] اور پہلوی 'اک' ہے جیسے چالاک (چال سے) پیراک۔ تیراک۔ لڑکا ۔ لڑاکو۔ لڑاکا ہیں 'ا' تانیث کا ہے۔ کیلاگ اور پلیٹس اس کی اصل سنسکرت [illegible] بتاتے ہیں۔

(۲۲) ــ الو: فاعلی

'سنسکرت' تت سم لاحقہ [illegible] ہے۔ جیسے کرپالو۔ دیالو۔ جھگڑالو۔ نذرالو۔ (سونے والا) لجالو (شرمیلا)

(۲۳) ــ ال ــ ل ــ یل ــ یلا: وصفی

ہم ان لاحقوں کی اصل سنسکرت [illegible] اور پراکرت [illegible]

---

(۱) ہندی گرامر صفحہ ۳۵ و ہندوستانی گرامر صفحہ ۲۰۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بتاتے ہیں۔ اس لاحقے کا صحیح اصل کلمے سے ... یا ... سے مل کر ... یا ...
کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ " ے" "ال" "او" کا مخفف بھی ہو سکتا ہے۔ "چیتر" "جی"
"ا" بطور علامت تذکیر اور "ی" بطور علامت تانیث بعد میں اضافہ کر دی گئی۔
نڈھال سنسکرت ندرال ہے (ندرا + ل) بمعنی خواب بندہ۔ گھڑیال۔ گھنٹال۔
ددھیال۔ گھیال۔ گھایل۔ پایل۔ گنٹھیلا (گانٹھ سے) ہجیلا۔ سنچر بلا۔ نیا لونیلا۔
رنگیلا۔ مٹیالا۔ کوڑیالا۔ وڑھیالا۔ جوالا (جو والا) اڑیل اور سریل کے اصل میں
اڑیلا اور سریلا تھا۔ ہبیلی بھنیلی یا بھنیلی۔ ان میں وڑھیال جوالا وغیرہ۔
کلمات کا لاحقہ "والا" بھی ہو سکتا ہے۔

(۲۴) ال : ظرفی

'سنسکرت' ... سے حاصل کیا گیا ہے۔ ودیالے (ودیا + آلے)
علم کی جگہ سسرال (سسر کی جگہ) ننھیال (نہانی کی جگہ) ددھیال (دادی کی
جگہ)

(۲۵) وال۔ والا : فاعلی

ہورنلے اس کی اصل 'پالک' (محافظ) یا 'پال' بتاتے ہیں۔ سنسکرت
'پ' 'و' سے بدل گئی ہے۔ جیسے گوالا (گوپالک) رکھوالا۔ متوالا۔ گاڑی
والا۔ کوتوال (کوٹ + پالک = محافظ۔

(۲۶) ہار۔ ہارا : فاعلی

'والا' کا ہم معنی ہے۔ ہورنلے اس کا جوڑ سنسکرت' ...

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سے لگاتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ یہ 'کار' یا 'کارک' تھا 'ک'، 'ہ' سے بدل گیا ہے۔ (۱) سنسکرت 'دھار' بھی اس کی اصل ہو سکتی ہے 'کہار' کی اصل 'سکندھ دھار' (کندھے پر رکھنے والا) ہے۔ ہونہار۔ پالن ہار۔ پنہارا۔ لکڑہارا۔ پیسن ہارا۔

(۲۷) ے ار ے ارا ــــ یرا : فاعلی

یہ سب لاحقے سنسکرت 'کار' یا 'کارک' کی تحریف ہیں۔ جن کے آخر میں 'ی' ہے وہ 'کارن' سے ڈھالے گئے ہیں۔ 'ک' درمیان سے حذف ہو گیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ 'ہار' اور 'ہارا' کی وساطت سے بنے ہوں۔ اس صورت میں 'ہ' کا حذف ماننا پڑے گا۔ جیسے۔

کمہار (کنبھ + ہار) سونار (سورن + کار) چمار (چرم + کار) بنجارا (بنج کارک) گھسیارا (گھس کارک) پنہارا کو پنیارا بھی کہتے ہیں۔ 'گھسیارا' اور 'پنیارا' میں 'ی' اس لئے اضافہ کی گئی ہے کہ 'ا' سے پہلا حرف 'س' یا 'ن' ساکن ہے۔ پجاری (پوجا + کارن) بھکاری (بھکشا + کارن) جواری۔ 'ر'، 'ڑ' بھی ہو جاتی ہے۔ کھلاڑ۔ کھلاڑی۔ کھلاری وغیرہ۔

'ے یر' یا 'ے یرا' کی اصل پراکرت 'کیر' یا 'کیرک' ہیں جو یا تو 'کر' مادے سے براہ راست وضع کئے گئے ہیں (۲) یا سنسکرت 'کاریہ' کا بگڑا ہوا روپ ہیں (۳)۔ 'کاریہ' کیر' جیسے 'پر یہ سے' پیر'۔ اردو میں یہ لاحقہ بطور علامت اضافت بھی مستعمل ہے۔

---

(۱) پلیٹس ۲۱۵ کیلاگ ۳۱۳ چٹرجی پارہ ۷۵ (۲) ہندی گرامر ۳۵۶ (۳) بھنڈارکر صفحہ ۲۵۷۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

لٹیرا۔ کیرا۔ کیسرا (کانسے کا کام کرنے والا) پھپھیرا (پھوپی زاد) ممیرا (ماموں زاد) میرا، تیرا وغیرہ میں 'ے یرا' اضافی ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ 'ے یرا' فاعلی کو 'کار یہ' کی جگہ 'کر' یا 'کار' کا روپ مانا جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ 'آرو' سے بدل گیا ہے۔ ایک صورت اس میں اور بھی ہے وہ یہ کہ 'ے یر' کو 'ے یل' کا بدل مانیں۔ 'ل' کا تبادل 'ر' سے ایک عام بات ہے۔

(۲۸) ے وڑ۔ وڑا: فاعلی

'کیلاگ' کے خیال میں سنسکرت ... سے لیا گیا ہے (۱)۔ 'ر' 'ڑ' سے بدل گئی ہے۔ جیسے ہنسوڑ (ہنس + آر) بھگوڑا۔ ہتھوڑا غالباً ہتھ 'ار' تھا (۲)۔ 'اڑ' بھی مستعمل ہے۔ جیسے کھنگڑ۔ جنگڑ۔ انگڑ وغیرہ۔

(۲۹) 'واڑ' 'واڑا' 'واڑی': ظرفی

'چیٹرجی' سنسکرت 'واٹ' سے ماخوذ بتاتے ہیں۔ 'واٹ' اصل میں 'ورت' تھا جو فعل ... بمعنی گھیرنا اور احاطہ کرنا کا اسم مفعول ہے۔ اکھاڑا۔ یہ اکش + واٹ۔ اکش واڑ۔ اکھوڑ۔ اکھاڑا۔ 'واڑا' مقامات کے ناموں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ کھاٹ واڑا۔ بیجواڑا۔ رجواڑا۔ 'و' کی جگہ 'ب' بھی دیکھی گئی ہے۔ امام باڑہ۔ قصائی باڑا۔ پھلواڑی۔ پھول واٹکا۔ (پھولوں کی بگیا) پنواڑ میں 'ی' نسبتی لگا کر پنواڑی وضع کرلیا گیا۔

---

(۱) ہندی گرامر ۳۶۰

(۲) یا ہتھیا اُر۔ ہتھیا کے معنی ابھی یعنی قبضہ کے ہیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۳۰) ڑا، ڑا، ڑی، ڑی: تصغیر

"سنسکرت" کی 'ر' اردو میں 'ڑ' ہو گیا ہے (۱) چٹرجی اسے الحاقی بتاتے ہیں جو 'پراکرت' میں 'ڈ' کے روپ میں تھی۔ (وچھڑا = بچھڑا۔ ہیم چندر کی کتاب میں ہے) اور "سنسکرت" 'ٹ' یا 'ت' سے بدل کر آئی تھی۔ لاحقہ 'تا' سنسکرت میں اسم اور صفت بنانے کے کام آتا ہے۔ جیسے ایکتا۔ ٹکڑا: ٹکڑی (ٹوک) پلنگڑی۔ ٹنگڑی، گانوڑی۔ ٹبری (اپٹ = ٹکڑا) چمڑا (چام) انتڑی (آنت) انکھڑی (آنکھ) (پگڑی) (پگ ٹپکری) (گٹھڑی) (گٹھ) جیوڑا (جیو) دکھڑا۔ (دکھ)۔

ہورنلے کی رائے ہیں (۱) ڑا، ڑ ورڑا، ورڑا، پیرا، پلیا، دل وغیرہ لاحقے سب الحاقی ہیں۔ ان کے جوڑنے سے کلمے کے معنی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا مثلاً چام (چمڑا) گھنا (گھنیرا) کھٹا (کھٹول) گلا (گلیارا) آنکھ (انکھڑی) آنت (انتڑی) وغیرہ۔ وہ ان تمام لاحقوں کی اصل پراکرت [illegible] بتاتے ہیں جو "سنسکرت" 'ورش' سے ڈھلا ہے۔ ورش۔ وس۔ وہ۔ ڈھ۔ ڈ۔ 'پراکرت' 'ڈ' 'ڑا' 'ر' اور 'ل' تینوں کا روپ اختیار کر لیتی ہے (۲)

(۳۱) وَیّا: فاعلی

ہورنلے اس کی اصل "سنسکرت" [illegible] اور پراکرت [illegible]

---

(۱) ہندوستانی گرامر ۲۱۷ (۲) تقابلی گرامر جلد صفحہ ۱۱۶ (۲) گوڑین گرامر پارہ ۲۰۹ تا ۲۱۸۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یا [Devanagari] بتاتے ہیں (۱) کیلاگ اس سے متفق ہیں۔ (۲) پلیٹس کہتے ہیں کہ اصل میں [Devanagari] تھا۔ 'ک' 'ی' سے بدلا تو 'آیا' یا 'آئیا' ہوا اور جب 'و' تزیین کلام کے لئے بڑھایا گیا تو 'دیا' ہو گیا۔ گویا کھویا۔ لیکن خود سنسکرت میں فاعلی لاحقے۔ [Devanagari] اور [Devanagari] ہیں (۲) جن میں سے ہر ایک 'دیا' کا ماخذ ہو سکتا ہے۔

(۳۲) وال : صفتی

'سنسکرت' [Devanagari] یا [Devanagari] سے نکلا ہے۔ یہ [Devanagari] پراکرت عہد میں [Devanagari] ہو گیا تھا۔ جیسے گرام سے گاؤں۔

پانچواں۔ ساتواں۔ بیسواں۔ تیسواں' وغیرہ۔

(۳۳) پا۔ پن : مصدری

یہ لاحقہ اُردو میں بکثرت مستعمل ہے۔ اور 'سنسکرت' [Devanagari] یا [Devanagari] سے بنا ہے۔ 'پراکرت' میں اس نے '[Devanagari] یا [Devanagari] کی شکل اختیار کی۔ 'سنسکرت' 'درودھتوم' ' پراکرت' میں "بڈھپم" ہوا۔ یہی اُردو میں 'بڑھاپا' ہے (۲)، لڑکپن، بچپن۔ موٹاپا۔ بہناپا وغیرہ۔

(۳۴) س۔ اس : مصدری

پلیٹس اس کی اصل 'سنسکرت' آشا (آرزو) بتاتے ہیں۔ لیکن

---

(۱) گوڑین گرامر پارہ ۳۱۴ (۲) کیلاگ ۲۵۶ (۳) سنسکرت گرامر وہٹنے پارہ ۱۲۲۸
(۲) دھیریندر ورما پارہ ۲۲۳۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کچھ بعید نہیں کہ یہ 'سنسکرت' علامت اضافت [illegible] ہو۔ 'پراکرت' روپ اس علامت کا [illegible] تھا۔ مٹھاس کے معنی ہیں میٹھے کا اور کھٹاس کھٹے کا۔ یعنی وہ صفت جس کا تعلق کھٹے اور میٹھے سے ہے۔ پھیکاس، بھڑاس کالس (کالا + سیہ) آپس (آتم + سیہ) لٹس پلس یا پٹاس اسی طرز پر ڈھال لئے گئے۔

'چٹرجی' اسے 'سا' کا مخفف بتاتے ہیں۔ مٹھاس یعنی میٹھا سا اگر ایسا ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ اسے قدیم آریائی 'سہار' (پچھڑ) کا نزابیدہ مانا جائے کالس وغیرہ کی اصل پہلوی 'افس' اور 'فارسی' 'ش' بھی ہو سکتا ہے لیکن 'کالوپدنج' بتاتا ہے کہ یہ قدیم آریائی 'اچ' (نسبتی) ہے۔ 'چ' اور 'س' کی صوتی مجانست ظاہر ہے۔

(۳۵) سا: مثل

ہور نلے 'سنسکرت'، سدرش 'ماننداسے ماخوذ مانتے ہیں (۱) چٹرجی کہتے ہیں کہ صوتی طور پر یہ ممکن نہیں۔ ان کے خیال میں 'سنسکرت' 'ش'، جدید دیسی زبانوں کا 'س' ہے۔ بعض 'سنسکرت' الفاظ میں 'ش' اس معنی میں دیکھا گیا ہے۔ کیمی ش ابنذرگی مثل اکدک ش (کنکی مثل 'ش' ان کے نزدیک ہند آریائی 'کو' سے بنا ہے۔ (۲) 'فارسی' 'سا' یا 'سان' لفظی اور معنوی طور پر اس لحاظ سے اس قدر ملتا ہے کہ یہ 'فارسی' سے ماخوذ نظر آتا ہے۔ ممکن ہے اُردو 'سا' اور 'فارسی' 'سان'

---

(۱) ہورنلے گرامر پارہ ۳۹۲ (۲) بنگالی پارہ ۵۰۸ (۳) فارسی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۴۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سنسکرت 'سماں' کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں۔ ۱۳) 'اوستائی' میں اس کا روپ 'س' ہے (۱) ایسا (ایہ+سا) ویسا (وے+سا) پیسا (پالی+سا) جیسا تیسا۔ رودہ سا۔ بتاسا۔ (بات بمعنی ہوا) جھلسا (جلا ہوا سا)۔

'بیمز' اور 'کیلاگ' دونوں 'سے س' اور 'سا' کی اصل 'سنسکرت' طلبی فعل کا لاحقہ یا + بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کی عام مثال 'پیاس' اور 'پیاسا' ہے جن میں سے پہلا اسم ہے اور دوسرا صفت۔ پیاسا اصل میں پپاستہ تھا۔ (۲) 'بیمز' پیاس کا ماخذ 'سنسکرت' 'پپاسا' بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اردو میں ایسے کلمات بھی ہیں جن کا سنسکرت ماخذ واضح نہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ 'سنسکرت' طلبی فعل کی وضع ڈھالے گئے تھے۔ اور ان میں کسی نہ کسی درجے میں طلب فعل پائی جاتی ہے 'بیمز' نے اس قسم کے کلمات کو تین طبقات میں رکھا ہے۔

الف۔ جو براہ راست سنسکرت طلبی فعل سے لئے گئے ہیں۔

ب۔ جو حالیہ افعال سے وضع کئے گئے ہیں۔

ج۔ جو حال کے اسمار سے اخذ کئے گئے ہیں۔

پہلی قسم کے مثال پیاس یا پیاسا ہے جو اوپر دی جا چکی ہے، 'رواسا' میگاسی اور متاس دوسری قسم کے ہیں۔ مٹھاس۔ کھٹاس۔ وغیرہ کو انھوں نے تیسری قسم میں رکھا ہے۔ (۳) 'منڈھسا' کی اصل 'بیمز' "منڈ واسک" بتاتے ہیں۔ منڈ بمعنی 'سر' اور واسک 'دس' (پہننا) سے ماخوذ ہے۔ اور پوشش کے معنی میں ہے۔ اسی طرح 'گنڈاسا' کو وہ 'گرنتھ' (گانٹھ) اور

---

(۱) اوستا گرامر پارہ ۸۲۷ (۲) ہندی گرامر پارہ ۶۱۹ (۹)
(۳) تقابلی گرامر جلد ۲ پارہ ۱۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

آشو (قطع کرنے والا) سے مرکب مانتے ہیں۔ "مہاسا" دھنہ واسک' تھا۔ یعنی منہ کو چھپانے والا 'منڈاسا' کے معنی مڑھا ہوا سا اور لپٹا ہوا سا بھی ہو سکتے ہیں اس صورت میں 'سا' کا تعلق اس لاحقے سے ہوگا۔ ہورنلے نے 'اس' نے اسا کو 'دانس' یا 'وانچھ' (خواہش) سے ماخوذ مانتے ہیں۔ 'و' حذف ہوا اور 'چھ' 'س' سے بدل گیا (۱)

(۳۶) 'سال': ظرفی

سنسکرت میں 'شالا' ہے۔ آخر سے الف گرا اور 'ش' حسب قاعدہ 'س' ہو گیا۔ گھوڑسال۔ کھنڈسال۔ (کھانڈ بنانے کی جگہ) ٹکسال (ٹکا۔ روپیہ)

(۳۷) رو: مثل

سنسکرت 'روپ' کا مخفف ہے۔ اردو کے چند کلمات میں یہ لاحقہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے 'گبرو' (گرہبرو) بمعنی جوان۔ "پکھیرو" پاکھ (پکش) رو تھا اور 'گنوارو' گانورو۔ ہورنلے پکھرو کی اصل پاکھ (بازو) 'و' سے 'برو' بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک 'پرا' اور 'پرو' کی اصل سنسکرت 'ورش' (مثل) ہے۔ اس کے تغیرات جو انہوں نے بتائے ہیں (۲) ان میں تکلف نظر آتا ہے۔

(۳۸) ے امی: اسمی

چٹرجی اس کی اصل 'مکام' بتاتے ہیں جو سنسکرت کرم کا ایک روپ ہے

---

(۱) گوڑین گرامر پارہ ۲۸۲ (۲) گوڑین گرامر پارہ ۲۵۹۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کرم۔ کم۔ کام۔ گھرامی گھرکا می نتھا۔ اور پاجی پاجواجی اور پاجو کا جی۔ (۱)

(۳۹) جا: نسبت

سنسکرت ' جات ' (پیدا شدہ) کا مخفف ہے۔ جیسے کھتیجا۔ (بھاتی + جا) بھانجا (بہن + جا)

(۴۰) ہا: فاعلی

اس کی اصل مشتبہ ہے۔ کیلاگ کے نزدیک اس کا محتمل ماخذ ''دھا'' ہے۔ (۲) جیسے چرواہا (چرانے والا) جو لاہا بھی شاید اسی سلسلے کا ہے۔ اس کی سنسکرت [illegible] اور پراکرت [illegible] معلوم ہوتی ہے۔ ونگی اسنکرتنا ہیں (بجو) ڑنا ہے۔

فارسی لاحقے

اُردو میں فارسی لاحقے بھی ہیں اور بڑی تعداد میں ہیں۔ ان میں سے چند جو گھل مل کر جزوِ زبان ہو گئے ہیں ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

---

(۱) چیٹر جی بارہ ۱۸۱

(۲) ہندی گرامر بارہ ۶۱۳ (۵)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) ۔ انہ : نسبتی

پہلوی میں ۔ انک تھا ۔ یہ لاحقہ نسبت اور تعلق بتاتا ہے ۔ جیسے راجپوتانہ ۔ ہندوانہ ۔ گھرانہ ۔ سمدھیانہ ۔ بچگانہ ۔ آخر میں یائے تانیث بڑھا کر کہتے ہیں ۔ بچگانی جوتی ۔ ہندوانی ٹوپی ۔ ممکن ہے یہ لاحقہ سنسکرت علامت اضافت "آنا" کو ہلکا کر کے بنا لیا گیا ہو ۔ راجپوتانہ کی اصل اس صورت میں راجپوتانا م" ہوگی ۔ یعنی راجپوتوں کی (سرزمین) اسی طرح ہندوانہ اور بچکانہ کو سمجھیے ۔

(۲) بان ' ران : فاعلی

پہلوی پان ' ' پانک ' قدیم فارسی اور سنسکرت 'پال ' اس کی اصل ہے ۔ اس کے لغوی معنی محافظ کے ہیں ۔ اس سے جو کلمات وضع ہوئے ہیں ان میں پاسبانی کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔ گاڑی بان ۔ شتربان ' پہلوان وغیرہ ۔ کوچوان انگریزی کوچ مین کی بگڑی ہوئی صورت بھی ہو سکتا ہے ۔

(۳) وار ' تار : فاعلی ' اسمی ' مفعولی

پہلوی تار ' قدیم فارسی 'تر ' اور سنسکرت تھر سے ماخوذ ہے ۔ جیسے ایماندار ۔ کردار ۔ گفتار وغیرہ ۔ اگر کلمے کے آخر میں 'ت ' یا 'د ' ہو تو حرف 'ے ار ' اضافہ کیا جاتا ہے ۔ (۱)

---

(۱) دستور پہلوی صفحہ ۶۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۴) دان : ظرفی

قدیم فارسی 'دا' اور سنسکرت 'دھا' (رکھنا) سے بنا ہے۔
آتش دان ۔ نمک دان ۔ پان دان ۔

(۵) ستان : ظرفی

فارسی 'ستان' اور سنسکرت 'ستھان' ایک ہی مادے سے ہیں۔
جس کے معنی ٹھہرنا یا قیام کرنا ہیں۔ ریگستان۔ گلستان ۔ پہارستان ۔

(۶) زار : ظرفی

پہلوی 'چار' قدیم فارسی میں چاری ہے جو چر (چلنا) سے ماخوذ
ہے۔ بازار (پہلوی یا چار) گلزار۔ لالہ زار وغیرہ ۔

(۷) سار : فاعلی

فارسی میں بھی ہے اور سنسکرت میں بھی۔ پلیٹس اسے سنسکرت لاحقہ
بتاتے ہیں۔ ملن سار ۔ شرم سار ۔ خاک سار وغیرہ ۔

(۸) گر : فاعلی

فارسی 'گار' کا مخفف ہے لیکن 'گر' بھی مستعمل ہے یہ لاحقہ
سنسکرت اور ہندی میں 'گار' ہے۔ بازی گر۔ کاری گر۔ آخر میں 'ی' سے
مصدری بڑھا کر کہتے ہیں۔ بازی گری۔ کاری گری۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۹) چہ - یچہ - چی : تصغیر

یہ لاحقہ قدیم ہند آریائی 'اچ' سے ماخوذ ہے جس کے معنی مثل اور مشابہ کے ہیں۔ سنسکرت مخوتیاچ (سفید سا) میں یہ لاحقہ موجود ہے۔ دیگچی - باغیچہ - پارچہ۔

(۱۰) مند : فاعلی

سنسکرت منت اور فارسی مند ایک ہی اصل سے ہیں۔ عقلمند، زورمند، وغیرہ۔

ان کے علاوہ اور لاحقے بھی ہیں جو خالص فارسی اور عربی کلمات میں جوڑے جاتے ہیں۔ یہ ان کلمات کے ساتھ ساتھ اردو میں آئے تھے۔ جداگانہ کوئی حیثیت نہ ہونے کی وجہ سے اردو زبان کی ارتقائی تاریخ میں انکی اہمیت نہیں۔

ب۔ ترکیب الفاظ

'اردو مرکبات' کی دو قسمیں ہیں۔ تت سم اور تد بھو۔ تت سم سنسکرت کے بھی ہیں اور فارسی عربی کے بھی۔ ان کی تفصیل ان زبانوں کی صرف و نحو کی کتابوں میں دیکھی جائے۔ تد بھو مرکبات کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱)

(۱) مرکب عطفی

یہ سنسکرت کا 'دوندو سماس' ہے۔ یہ دو کلموں سے بنتا ہے جنکے

---

(۱) کیلاگ پ پلیٹس تا پ ۲۵۹۔ وضع اصطلاحات ۲۱۹ تا ۲۴۱۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

درمیان کا حرف عطف گرا دیا جاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

الف۔ دونوں کلمے معنی کے اعتبار سے مختلف ہوں۔ دونوں اسم ہوں۔ جیسے ماں باپ۔ دن رات۔ نانا نانی۔ کمتی بڑھتی۔ دل گردہ۔ کام دھام۔ لال پیلا۔ پھلپھل۔ (پھول پھل) رساول (رس چاول)۔

یا دونوں فعل یا مشتقات فعل ہوں۔ جیسے توڑ جوڑ پڑھا لکھا۔ لیا دیا۔ ہار جیت۔ اُدھیڑ بن۔

ب۔ دونوں کلمے ہم معنیٰ ہوں۔ دونوں اسم ہوں۔ جیسے بھلا چنگا۔ خاک دھول۔ سلام کلام وغیرہ۔

یا دونوں فعل ہوں۔ جیسے بھول چوک، دیکھ بھال۔ پکڑ دھکڑ۔ مار دھاڑ۔ تاک جھانک۔ کاٹ چھانٹ۔ اچھل کود۔ کتر بیونت۔ پالا پوسا۔ بھولا بھٹکا۔

مرکب عطفی میں حرف عطف کی جگہ اس کا قائم مقام الف انفصال بھی دیکھا گیا ہے۔ بیچا بیچ۔ جھڑا جھڑ۔ دھینگا مشتی۔ دھکا پیلا۔ وہ مرکبات بھی اس میں شامل ہیں جو توابع مہمل کی ترکیب سے بنے ہیں جیسے ادل بدل اڑوس پڑوس۔ بھیڑ بھاڑ۔ روٹی ووٹی۔

فارسی مرکبات کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے جو کسی حرف عطف سے جڑے ہوئے ہیں۔ جیسے شبا شب۔ دربدر۔ سروپا وغیرہ۔

(۲) مرکب توصیفی یا نحوی

یہ سنسکرت "تت پرش" کا قائم مقام ہے۔ یہ جب دو کاموں سے بنتا ہے ان میں ذیل کے نحوی تعلقات میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) اضافی۔ پہلا مضاف ہو دوسرا مضاف الیہ۔
باگ ڈور (باگ کی ڈور) بھوج پور (راجہ بھوج پور کا) پن چکی (پانی کی چکی) کال کوٹھری۔ (کال یعنی موت کی کوٹھری) ٹڈی دل (ٹڈی کا دل) لکھ پتی (لاکھ کا پتی) گھوڑ دوڑ۔ پن گھٹ۔ ہٹ جھڑ وغیرہ۔

(۲) مفعولی۔ پہلا دوسرے کا مفعول ہو جیسے۔
انگرکھا۔ (انگ رکھا = جسم کو محفوظ رکھنے والا) شروا چٹا (شوربے کو چاٹنے والا) بٹ مار (بٹ = راہ) کھال اُپاڑ۔ ہری چگ۔ کفن کھسوٹ۔

(۳) ظرفی۔ پہلا ظرف ہو دوسرے کا۔ بھڑ بھوجا (بھاڑ میں بھوننے والا) کپڑ چھن (کپڑے میں چھاننا) چادر چھپول۔ گھر گھسنا۔ کنوؤں چڑھی۔

(۴) مجروری یا ابتدائی۔ جن کے درمیان حرف جر "سے" مقدر ہو۔
دیس نکالا۔ آنکھوں دیکھا۔ منہ بولا۔ رس بھری۔ منہ لگائی۔ قدموں لگی۔

(۳) مرکب عددی

سنسکرت "کا دوگو سماس" ہے۔ جیسے دوپہر۔ چوراہا۔ ترلاہا۔ پنج محلا۔ ست لڑا۔ دوپٹا۔ چوماسا۔ ترپولیا۔ اٹھوانسا وغیرہ۔

(۴) مرکب توصیفی

صفت اور موصوف کی ترکیب سے بنتا ہے یہ سنسکرت "کرم دھارے" کا چربہ ہے۔ رتالو (رکت = سرخ) منجدھار (مدھیہ = درمیان) بھلا مانس نیک چلن۔ مہاجن (بڑا انسان)۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۵) مرکّب وصفی

یہ سنسکرت 'بہو بریہی' کا مرادف ہے۔ فارسی اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول ترکیبی اسما میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔ یہ مرکب ایک وصف ہوتا ہے جو بطور نعت کسی موصوف کی تعریف کرتا ہے۔ اس لحاظ سے مرکب توفیقی اور توصیفی کی بہت سی مثالیں اس میں شامل ہیں۔ مثلاً نیاک چلین وصفی بھی ہے اور توصیفی بھی لیکن بھلامانس محض توصیفی ہے۔ اسی طرح وتسروا چپٹے کو بہو بریہ (وصفی) بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن چادر چھپول ترا توفیقی ہے۔ ادھموا۔ دونالی، انفرٹولا۔ بڑھ بولا۔ کن کٹا، نکٹا۔ منہ پھٹ، پیٹھ چھٹ، دل جلا، من چلا۔

ترکیب الفاظ کے سلسلے میں مرکب میں کچھ لفظی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ ان کا ذکر دیشتیہ اصطلاحات اور ہیمز کی کتاب میں کسی قدر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ مختصر طور پر ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) مرکب کے اجزا میں اگر کوئی حرف علت ہو تو کبھی اول جزو سے کبھی آخری جزو سے اور کبھی دونوں جگہ سے یہ حرف علت گر جاتا ہے۔ جیسے ٹیڑھا سے ٹڑھمہا۔ چام سے چمرس۔ کاٹھ سے کٹھ پتلی۔ گھاس سے گھسیارا، بھل منسات۔ ٹھڑولا۔

(۲) اگر پہلے جزو کا آخری حرف اور دوسرے کا پہلا حرف ایک ہو تو ان میں سے ایک گر جائے گا۔ جیسے کچا آلو سے کچالو۔ ناک کٹا، نکٹا۔ ناک کیل سے نکیل۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۳) خلاف قاعدہ حروف گرا کر بھی تخفیف کر لی جاتی ہے۔ جیسے چپراسی (چپڑا + راست + ی) پنسیرا (پنج + سیر + ا) دستپناہ (دست + پناہ) شاباش (شاد باش)۔

(۴) اگر مرکب کے دوسرے جزو میں کوئی حرف علت ساکن ہو تو ترکیب کے بعد اس سے پہلے حرف کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ پھلیل اصل میں پھول تیل تھا۔ اور رساول رس چاول (۱) کھڑاؤں کی اصل کٹھ یا کاٹھ پاؤں سمجھیے۔ اگرچہ بیمز نے کھڑا سے ماخوذ سمجھ کر اس کی اصل کھڑاؤں یا کھڑون بتائی ہے۔ (۲) 'ڑ' الحاقی بڑھا کر کٹھ پاوڑی بھی کہتے ہیں۔ تنبولی تنبیب گولی تھی اور کگرولی کیکر گولی۔ انگوچھا۔ انگ (بدن) پوچھا تھا اور پشتارہ پشت بار ا۔

(۵) مرکب کے اجزا کے درمیان ایک الف بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے ننگا زنگی۔ دھینگا مشتی۔ دھما چوکڑی۔ دھکا پیل۔ کانا پھوسی۔ موسلا دھار۔ ملیا میٹ۔ بھیڑ اچال۔

(۶) کبھی الف کی جگہ 'م' اضافہ کی جاتی ہے۔ جیسے ٹالم ٹول۔ ٹھیکم ٹھاک۔ دھکم دھکا۔ پورم پور۔

الف اتصال فارسی میں بھی ہے لیکن یہ الف غالباً اشباعی ہے جو جزو اوّل کی آخری حرکت پر زور دینے سے وجود میں آیا۔ 'م' کی بابت یہ خیال ہے کہ وہ بے جنس کی علامت ہے۔ سنسکرت بے جنس اسمار کی فاعلی حالت میں 'م' ہوا

---

(۱) پھلیل کی اصل پھول + ایل بھی ہو سکتی ہے۔ اور رساول کی رس + اول جیسے جڑاول۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کرتا تھا۔ اُردو میں ہر چند اس کا وجود نہ تھا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ بے جنس سا یہ 'م' زبانوں پر چڑھ گیا اور قدیم زمانے سے بول چال میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

باب سوم

"اسماء مالغہ"

وہ تمام اسمار جو کسی خاص معنی کے لئے وضع ہوئے اور صرف انہی معنوں میں بولے جاتے ہیں ہم انہیں "اسمار مالغہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ نئی اصطلاح ہے (۱)، ضمائر، اشارات، موصولات اور اسمائے اعداد کو چھوڑ کر تمام اسمار اس قسم میں داخل ہیں۔

اسمار مالغہ کے احکام یوں تو بہت ہیں لیکن ان میں سے تین اہم ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب نے ان کو "لوازم اسم" کہا ہے۔ وہ یہ ہیں جنس (مذکر و مؤنث) عدد (واحد جمع) اور اعرابی حالت۔ ان میں سے پہلے دو کا تعلق اسم کی انفرادی حالت سے ہے اور تیسرے کا ترکیبی سے۔ تنہا اسم کی جنس اور عدد کا حامل ہوتا ہے مگر اس کی اعرابی حالت اس وقت ہوتی ہے جب وہ کسی جملے میں استعمال ہو۔

الف۔ جنس

جس طرح جاندار چیزیں دو طرح کی ہیں۔ کچھ مذکر اور کچھ مؤنث

---

(۱) الفلسفۃ اللغویہ طبع ثالث صفحہ ۳۲۔ نیز ملاحظ فرمایئے "اردو الفاظ عامہ کی آپ بیتی" مطبوعہ رسالہ اردو جنوری ۶۴ء

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اسی طرح اسماء والفاظ بھی قواعد میں مذکر یا مؤنث ہوتے ہیں۔ چاہے وہ بے جان چیزوں پر دلالت کرتے ہوں یا جان دار چیزوں پر۔ سنسکرت اور پراکرت میں جنس کی تین قسمیں تھیں۔ مذکر، مؤنث اور بے جنس۔ سنسکرت اور پراکرت کے تمام اسماء جنس کی ان تین قسموں میں سے کسی نہ کسی قسم میں داخل ہوتے تھے۔ ہندو پاکستان کی جدید آریائی زبانوں میں سے مرہٹی، گجراتی اور سنہالی میں تینوں قسموں کے اسماء پائے جاتے ہیں، اردو، راجستھانی، پنجابی اور سندھی میں صرف دو قسم کے مذکر اور مؤنث ہیں۔ مشرقی زبانیں یعنی بنگالی، اڑیا، بہاری اور آسامی سوا ان میں لفظی تذکیر و تانیث کا فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ اس کی وجہ ڈاکٹر چیٹرجی یہ بتاتے ہیں کہ مشرقی زبانوں پر غیر آریائی زبانوں کا اثر ہے۔ کول قبائل کی بولیوں میں جنس کا فرق نہ تھا۔ اس لئے بنگالی وغیرہ زبانوں میں نہ رہا۔ مرہٹی اور گجراتی میں جنس کی تینوں قسموں کا وجود بھی غالباً پڑوس کی دراوڑ بولیوں کا اثر ہے۔ ان بولیوں میں جنس کی تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں۔

اردو میں ہر چند جنس کی دو صورتیں ہیں۔ مذکر اور مؤنث۔ لیکن تذکیر و تانیث کی اردو میں بڑی اہمیت ہے۔ اردو اسماء صفات اور مشتقات ہی نہیں بلکہ افعال تک مذکر یا مؤنث ہوتے ہیں یا مذکر و مؤنث کے اعتبار سے گردانے جاتے ہیں۔ اصل ہوں یا امدادی اس کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ جیسے دوڑتا ہے۔ کھاتی تھی۔ پڑھے گا یا پڑھے گی۔ اس کی وجہ وجہ ماہرین لسانیات یہ بتاتے ہیں کہ سنسکرت مشتقات یعنی اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم حالیہ اردو میں بطور افعال استعمال ہوتے ہیں۔ یہ اسماء سنسکرت، میں موصوف کے لحاظ سے مذکر یا مؤنث ہوا کرتے تھے۔ اردو میں بطور افعال استعمال ہوئے تو فاعل یا نائب فاعل کے مطابق اجو حقیقت میں

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

حقیقت میں موصوف ہے) مذکر یا مؤنث گردانے جانے لگے۔

اردو کو آخری عہد کی پراکرت شورسینی اپ بھرنش کی ترقی یافتہ صورت بتایا جاتا ہے۔ تذکیر و تانیث کے باب میں اپ بھرنش اردو سے بہت بچھڑی ہوئی ہے اور ارتقاء کے لحاظ سے اردو کے بعد کی زبان سے زبان معلوم ہوتی ہے۔ ہیم چندر نے اپنی مشہور گرامر میں اپ بھرنش کے جو دوہے بطور مثال دیئے ہیں ان میں اکثر مؤنث کی صفات علامت تانیث سے عاری ہیں۔ ایک دوہے میں لکشمی دیوی کے لئے 'دسنٹھل' اور 'رنچل' الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ قاعدے کے مطابق یہ الفاظ 'دسنٹھلا' اور رنچلا (مؤنث) ہونے چاہئیں (۱) صفات کے ساتھ ساتھ اردو میں وہ حروف وعلامات بھی تذکیر و تانیث کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں جن کے آخر میں 'الف' ہے۔ جیسے 'کا' اور 'را'، میرا گھوڑا حامد کی گھوڑی۔ اردو کا ہر کلمہ جس کے آخر میں 'الف' ہے۔ مؤنث بنا لیا جاتا ہے۔ چاہے وہ مشتق ہو۔ فعل ہو معاون فعل ہو یا حرف) چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

دوڑتا ہے۔ دوڑتی ہے۔ دوڑتا تھا۔ دوڑتی تھی۔ بھاگا۔ بھاگی۔ کھائے گا۔ کھائے گی۔ ہوا۔ ہوئی۔ لڑکے کا گھوڑا۔ لڑکی کی گڑیا۔ 'دہے' قدیم (اردو) میں 'رہے گا' بولا جاتا تھا۔ اس کا مؤنث 'رہے گی'، بتا۔ 'کا'، 'را'، اور 'گا'، وغیرہ اصل کے اعتبار سے مستقل اور آزاد کلمے ہیں جو سخت صوتی کے زیر اثر گھس گھسا گئے۔ اس لئے مؤنث کے ساتھ یہ بھی مؤنث ہو جاتے ہیں۔ اردو اسماء کی تذکیر و تانیث کا دار و مدار سنسکرت

---

(۱) بحوالہ بھنڈارکر صفحہ ۱۰۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اور پراکرت پر ہے جو اسماء ان زبانوں میں مذکر تھے اُردو میں وہ مذکر ہیں اور جو مؤنث تھے وہ مؤنث۔ لیکن یہ کلیہ نہیں۔ بعض اسماء ایسے بھی ہیں جو سنسکرت میں مذکر تھے لیکن اُردو میں مؤنث ہیں۔ اس کے برعکس سنسکرت کے بعض مؤنث اسماء اردو میں آکر مذکر ہو گئے ہیں۔ بے جنس اسماء زیادہ تر مذکر ہیں لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو مؤنث بولے جاتے ہیں۔ (۱) اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان کلمات کے ہم معنی فارسی وعربی الفاظ اُردو میں مؤنث یا مذکر تھے۔ ان کے زیر اثر یہ کلمات بھی مؤنث یا مذکر بنا لئے گئے۔ یا یوں کہیئے کہ یہ اسماء ہند آریائی زبان کی جس شاخ سے لئے گئے اُس میں سنسکرت اور پراکرت کے خلاف ہوتے تھے۔ (۲) اُردو میں بھی اسی طرح استعمال ہوئے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ سنسکرت اور ژندی بہنیں بہنیں ہیں لیکن ان میں جنس کا اختلاف موجود ہے۔ سنسکرت میں جو الفاظ مذکر ہیں ژندی میں وہ مؤنث ہیں اور اس کے برعکس سنسکرت میں جو مؤنث ہیں وہ ژندی میں مذکر ہیں (۳)

اردو میں لفظی مذکر یا مؤنث کی شناخت دشوار ہے۔ اس لئے کہ سنسکرت یا پراکرت کے مؤنث اسماء جن میں علامت تانیث پائی جاتی تھی۔ اُردو میں ایسے گھس پس گئے کہ ان میں کوئی علامت نہ رہی۔ جس سے ان کی جنس پہچانی جا سکے۔ اس کے علاوہ خود سنسکرت اور اس کی

---

(۱) بیمز ج ۲ صفحہ ۵۰ - ۴۷ ہورنلے صفحہ ۱۸۱ کیلاگ صفحہ ۸۱

(۲) کیلاگ صفحہ ۸۲

(۳) جیکسن اوستا گرامر صفحہ ۸۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہمسر بولیوں میں ایسے اسماء بھی تھے جن میں جنس کی کوئی علامت نہ تھی۔ یہ اسماء اُردو میں آکر دوسری جنس کے اسماء میں رَل مِل گئے اور ان کا پہچاننا مشکل ہوگیا ہے۔ سنسکرت میں علامتِ تانیث ہے جو مندرجہ ذیل اسماء سے تخفیف ہوگئی:

اوس (اوسرتا)، کھاٹ (کھٹوا)، چھاؤں (چھایا)، جانگھ (جنگھیا)، جیبھ (جِہوا)، نیند (ندرا)، راکھ (رکشا)، باگ (ورگا)، بات (وارتا)، سیج (شیا)، سل (شلا)، سونٹھ (شنٹھا)، سانجھ (سندھیا) (۱)

اُردو میں "ے ا" مذکر کی علامت ہے۔ صفات میں عموماً "گا" اور مطرد طور پر اور اسماء میں سے صرف سنسکرت "تدبھو" کلمات ہیں۔ اس کے مقابلے میں "ی" تانیث کی علامت ہے۔ اردو کے جن اسماء و صفات کے آخر میں "ی" ہے، وہ سب مؤنث ہیں جو مذکر ہیں ان میں "ی" تانیث کی نہیں، اصل کلمے کی ہے جو سنسکرت "ب" کے کھینچ دینے سے وجود میں آئی۔ جیسے ہاتھی (ہستن)، گھی (گھرتم)، موتی (موکتکم)، مالی (مالین)، پجاری (پجارن)، جی (جیوم)، پانی (پانیم)، اردو "ے ا" غیر فاعلی حالت میں "ے" ہو جاتا ہے۔ جیسے گھوڑا۔ گھوڑے نے۔ سنسکرت "ے ا" اپنی اصلی حالت پہ رہتا ہے۔ اُردو "ی" (علامت تانیث کے مقابلے میں "ے ا" ضرور ہونا چاہیئے۔ ان علامات کی یہ شناختیں ہیں۔ مالا مؤنث ہے اس لئے غیر فاعلی حالت میں وہ "مالے" نہیں ہوتا اور پجاری وغیرہ اسماء مذکر ہیں۔ ان کے مقابلے میں "پجارا" کوئی لفظ نہیں۔

اسماء صفات کے لئے دو علامتیں اور بھی ہیں جو کہ کثیر الاستعمال نہیں "ے ۔ ؤ"

---

(۱) بیمز ج اپ ۱۱

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'و' ، مذکر کے لئے جیسے کلو ، برپٹیشو ، وغیرہ . اور 'و'
مؤنث کے لئے جیسے بنو ، چمرو وغیرہ ۔

آ : 'آ' کی بابت میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ وہ سنسکرت 'وسرگ' سے حاصل کیا گیا تھا ۔ اُردو میں بطور علامت مذکر استعمال ہونے سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔ اس لئے کہ 'سنسکرت' میں 'وسرگ' مذکر اسمار کے علاوہ اور کہیں استعمال نہیں ہوتا ہے ۔ 'و' گوریا ... کا ... سے ماخوذ ہنتا ہوں ۔ جو سنسکرت 'ک' (فاعلی) کا مؤنث ہے ۔ اس کے تغیرات کے مختلف حلقے یہ ہیں आता ۔ आता ... اور کلمے کی آخری کی حرکت جوڑنے کے بعد ... اور پھر ... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ... قلب ہو کر ... ہوا اور پھر ... جیسے سوندھا ... میں سکندھ ۔ سانڈ ۔ سانڈہ ۔ سوندھا ۔ (۱)

مذکر سے مؤنث ڈھالنے کے لئے اُردو میں ذیل کی علامت استعمال کی جاتی ہیں ۔

الف ۔ 'ی' ، جیسے گھوڑی ، بلی ۔ لڑکی ۔ بوڑھی ، ۔ 'ی' کی سب سے زیادہ عام کثیر الاستعمال اور مطرد علامت تانیث مرکی ہے

ب ۔ 'یا' ، 'یا' ، یہ علامت تصغیر ہے لیکن اُردو میں اس کا استعمال کہیں علامت تانیث کے طور پر ہوا ہے ۔ جیسے بڑھیا ۔ کتیا ، چڑیا ۔ کٹیا ، قدیم اردو میں اس کی جگہ 'ی' لاتے تھے اور کتیا کو کتی اور چڑیا کو چڑی کہتے تھے ۔ چڑیا کو میں چڑی آج بھی موجود ہے ۔ بڑھیا کے ساتھ ساتھ بوڑھی بھی مستعمل ہے (۲) بحوالہ جیرڈن

(۱) بیمز ج ۱ صفحہ ۱۸۸ (۲) اودھی کا ارتقاء بارہ ۱۲۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جو مؤنث بنایا جاتا ہے، چاہے وہ 'ے۔ ی' کے اضافے سے ہو یا 'ے' یا، کے اضافے سے، وہ مؤنث نہیں ہوتا بلکہ مصغر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بے جان چیزوں میں تذکیر و تانیث کا کوئی امکان نہیں۔ یہ کلمات علامت تصغیر بڑھا کر مؤنث بنائے جاتے ہیں۔ اس لئے مؤنث ہوتے ہیں اور قواعد میں مونث سمجھے جاتے ہیں(۱) جیسے چھرا سے چھری اور پڑا سے پڑی (دکن میں) ہم پڑی کی جگہ 'پڑیا' بولتے ہیں۔ رتھا سے رتی۔

یہ علامتیں ان اسماء و صفات کے مؤنث بنانے میں استعمال کی جاتی ہیں جن کے آخر میں الف ہے۔

ج ۔ ن ۔ ان ' یہ علامت ذیل کے کلمات میں استعمال ہوتی ہے۔

(۱) جن کے آخر میں 'ر' ہے۔ جیسے سنار سے سنارن۔ کمہار سے کمہارن (کمہاری بھی صحیح ہے) لوہار سے لوہارن۔ چمار سے چمارن۔

(۲) جن کے آخر میں 'ی' ہے۔ جیسے دھوبی سے دھوبن۔ مالی سے مالن۔ بھکاری سے بھکارن۔ منشی سے منشن۔ مولوی سے مولون۔

(۳) جن کے آخر میں الف ہے۔ جیسے دولہا۔ دلہن۔ کنجڑا۔ کنجڑان۔ برہمنا۔ برہمن۔

د ۔ نی ۔ انی : ذیل کے اسماء ہیں۔

(۱) جن کے آخر میں کوئی حرف صحیح ہو۔ جیسے شیر سے شیرنی۔ اونٹ سے اونٹنی۔ مہتر سے مہترانی۔ سیّد سے سیدانی۔ شیخ سے شیخانی۔

---

(۱) دھریندر ورما، ہندی بھاشا کا اتہاس، ص ۲۸۵ چٹرجی پارہ ۹۴۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۲) جن کے آخر میں کوئی حرف علت ہو جیسے ہاتھی سے ہتھنی۔ کھتری سے کھترانی۔ بنیا سے بنینی۔ مُلّا سے مُلّانی۔ ماموں سے مُمانی۔

ان میں سے "۔ی" اور "۔یا" کی اصل قدیم ہند آریائی "۔ک" بتائی جاتی ہے (۱) جیسے نایک سے "نایکا" اور گھوٹک سے گھوٹکا۔ (اردو گھوڑیا) پہلی صورت میں "۔ک" کا "کا" गा گرا تو ई بچا۔ بعد میں ई اشباع کے بعد ई "۔ی" ہوا (۲) دوسری صورت میں "۔ک" کا اوّل "پراکرت" میں आ ई ہوا پھر ई کے اثر سے आ "ی" سے بدل گیا۔ اس طرح "۔یا" ہوا۔ پہلی صورت میں ई محدود ہے اور دوسری صورت میں مقصور۔ اس کی وجہ کیلاگ کے نزدیک یہ ہے کہ پہلی صورت میں अ اور ई دونوں مدغم ہو گئے اور دوسری صورت میں अ برقرار رہے۔ اسے مثال سے سمجھئے۔ سنسکرت مہی شکا (بھینس) اوّل بھینسیا بنا۔ جب "۔" اور "ی" ادغام ہوا تو "بھینسی" ہوا۔ یہ دونوں لفظ اودھی میں مستعمل ہیں۔ اردو میں آخر سے "ی" گری تو "بھینس" کہلائی۔ (۳)

یائے تانیث جیسی عام اور کثیرالاستعمال علامت کو قدیم ہند آریائی ई سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ قدیم ہند آریائی میں صرف دو علامت تانیث تھیں ایک "۔ی" دوسرے "۔ا"۔ (۴) مشہور لغوی "کاتیاین" نے ماتل (ماموں) کا مؤنث "ماتلی" (ہندی مامی) اور اپادھیائی بتایا ہے۔

"۔ن" "۔نی"۔ اور "نی" کی اصل ہند آریائی आनी इना اور नी

---

(۱) دھریندر صفحہ ۲۴۱ ہورنلے ۲۸۵ چٹرجی صفحہ ۴۱۹

(۲) کیلاگ پ ۷۲ (۳) ایضاً پ ۷۷ (۴) ڈیمرو ج ۲ صفحہ ۴۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection.

ہیں جیسے اندرانی ۔ گنی اور پتنی ۔ اُردو میں سنسکرت کے اسما جن کے آخر میں کوئی حرف علت با حرکت ہو مخفف کر لئے جاتے ہیں جیسے بھگنی سے بہن اس اصول کے مطابق یوگنی کے آخر سے ی اگری تو یوگن (اُردو جوگن) ہوا۔ اور پرہسنی پروسن (اُردو پڑوسن) ان علامات کی بابت چٹرجی نے لکھا ہے کہ ان میں اصل علامت "نی" ہے۔ "ن"، "سن" یا "ئے" ان، اصل کلمے کے اجزا ہیں۔ (۱)

ب عدد

قدیم ہند آریائی زبانوں میں عدد کی تین قسمیں تھیں۔ واحد، تثنیہ اور جمع، تثنیہ پراکرتوں کے اوّلین عہد میں ناپید ہو گیا۔ اب عدد کی صرف دو قسمیں ہیں۔ واحد اور جمع، واحد ایک پر دلالت کرتا ہے اور جمع ایک سے زیادہ پر۔

اُردو میں اسم کی اصل کے اعتبار سے دو حالتیں ہیں۔ ایک فاعلی یا قائم دوسرے غیر فاعلی یا محرف۔ فاعلی حالت میں اسم کے بغیر کسی حرف صلہ (سے۔ نے۔ کو وغیرہ) کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حامد آیا۔ سورج نکلا۔ محمود سبق پڑھتا ہے۔ اس کے سوا اسم کی تمام حالتیں غیر فاعلی کہلاتی ہیں۔ حامد نے سبق پڑھا۔ اس مثال میں حامد غیر فاعلی حالت میں ہے۔

اردو میں کچھ اسماء ایسے ہیں جو فاعلی حالت میں افراد و جمعیت کے لحاظ سے ایک جیسے رہتے ہیں اور لفظی طور پر ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جیسے گھر گرا۔ گھر گرے۔ برتن ٹوٹا اور برتن ٹوٹے۔ آدمی آیا۔ آدمی آئے۔

(۱) بنگالی پارہ ۱۴۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ان مثالوں میں گھر، برتن اور آدمی جمع اور مفرد دونوں صورتوں میں ایک جیسے ہیں۔ ان اسماء کو چھوڑ کر اُردو میں دوسرے اسماء تین طرح کے ہیں۔ (۱)

(۱) وہ مؤنث اسماء جن کا آخری حرف کوئی حرف صحیح ہے۔ جیسے رات۔ عورت وغیرہ۔ فاعلی حالت میں ان کی جمع 'یں' بڑھا کر بنائی جاتی ہے۔

عورت	عورتیں
رات	راتیں

(۲) وہ مؤنث اسماء جن کے آخر میں 'ی' ہے جیسے لڑکی، گھوڑی وغیرہ ان کی جمع 'ے' ان' کے اضافے سے بنتی ہے جیسے:-

لڑکی	لڑکیاں
گھوڑی	گھوڑیاں

قدیم 'اردو' میں قسم اوّل کے اسماء کی جمع بھی 'ے ان' کے اضافے سے بنتی تھی۔ جیسے راتاں۔ باتاں۔ عورتاں۔ مرجان وغیرہ اور ان تمام افعال حروف وصفات کی جمع بھی اسی نہج پر بنائی جاتی تھی۔ جن کے آخر میں 'ی' ہے۔ جیسے 'کی' سے 'کیاں' 'چلی' سے 'چلیاں' 'بھلی' سے 'بھلیاں'۔ شیرانی نے معراج العاشقین کا ایک جملہ نقل کیا ہے "یوں نور ہزارہ باتاں اللہ کیا ہور محمد کیاں ہویاں۔"

---

(۱) یہ مذکر اسماء ہیں جن کا آخری حرف صحیح ہے۔ غیر فاعلی حالت میں ان کی جمع آتی ہے۔ جیسے گھروں کو گرایا۔ برتنوں سے کھایا۔ آدمیوں نے جانوروں کو سدھایا وغیرہ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۳) مذکر اسمار جن کے آخر میں 'ا' یا 'ہ' ہے جیسے گھوڑا۔ کتا۔ نامہ فاعلی حالت میں ان کی جمع یائے مجہول (ے) کے اضافے سے بنتی ہے۔ جیسے :۔

گھوڑا	گھوڑے
کتا	کتے
نامہ	نامے

غیر فاعلی یعنی محرف حالت میں ان تمام اسمار کی جمع 'ں۔ وں' بڑھا کر بنائی جاتی ہے۔ گھروں سے۔ راتوں کو۔ آدمیوں نے۔ لڑکیوں کا۔ گھوڑوں پر۔ وغیرہ۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ اُردو میں علامات و لاحقات جمع کل چار ہیں۔ "تین فاعلی" اور وہ یہ ہیں۔ (ا ے ہ ے (۲) ہ یں (۳) ُ ـــ ان (یا ـِ یاں) اور ایک غیر فاعلی 'ں۔ وں' (یا ـِ یوں)۔

ان میں سے 'ـِ ے' کے باب میں اختلاف ہے۔ ہورنلے اسے لاحقہ اضافت بتاتے ہیں۔ اس کے آخر میں "لوگ" یا "جماعت" قسم کا کوئی کلمہ تھا جو جمعیت ظاہر کرتا تھا اور اب حذف ہو گیا ہے 'ـِ ے' اصل میں 'سی' تھا جو اوّل ہے ہوا اور حذف ہ کے بعد صرف ے رہا۔ اس کے بعد یہ کلمے کے آخر سے مل کر ہے یا ے بنا 'سی' کا ایک رُوپ اَپ بھرنش میں ہے بھی ہے۔ اُردو "ـِ ے" اس سے بھی لیا جا سکتا ہے (۱) کیلاگ بھی اس سے متفق ہیں۔ وہ کہتے ہیں اس خیال کی تائید "کتے لوگ" وغیرہ فقروں سے ہوتی ہے (۲)

---

(۱) گوڑین گرامر صفحہ ۲۱۰ ۲ ہندی گرامر پارہ ۱۵۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'پلیٹس' کا خیال ہے کہ یہ پراکرت کے مفعولی لاحقہ جمع आं سے لیا گیا ہے (۱) جیسے "پُتّے" (پوتوں کو) چٹرجی اسے لاحقہ آلہ بتاتے ہیں — 'گھوڑے' اپ بھرنش میں "گھوڑہ" تھا جو "گھوڑے ہی" (گھوڑوں کے ذریعہ) سے تراشا گیا تھا۔ آلی لاحقہ جمع اردو میں بطور فاعلی لاحقہ جمع استعمال ہو رہا ہے۔ (۲) دھریندر کے نزدیک سنسکرت आं سے لیا گیا ہے جو ضمائر (مذکر) میں بطور فاعلی لاحقہ جمع مستعمل ہے جیسے ते (وہ سب) इमे (یہ سب) 'ہیر' ہر چند اس کی اصل سنسکرت : आः (راماہ۔ بہت سے رام) بتاتے ہیں جو بعض پراکرتوں (مثلاً ماگدھی) میں आं ہو گیا تھا لیکن ان کا خیال ہے کہ اس لاحقے کا کثرت کے ساتھ استعمال سنسکرت आं کی وجہ سے ہے۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ موجودہ آریائی زبانوں نے سنسکرت کو چھوڑ کر ہندوستانی کی کسی قدیم ترین زبان سے فیض اُٹھایا ہے۔ (۳)

قدیم 'ہند آریائی' میں علامات جمع دو تھیں۔ ایک आं (आः + इ) دوسرے आः۔ فارسی 'ں'۔ ان' اور 'ہا' دونوں ایک ہیں اور شاید आः سے ماخوذ ہیں۔ 'ہا' پہلوی میں ی۔ ہ۔ ا = 'یہا' تھا۔ اس لئے اس کی اصل आं بھی ہو سکتی ہے۔ سنسکرت کی فاعلی علامت مذکر आः ہے جیسے راماہ (بہت سے رام رام) اس پہ علامت مفعول 'ن' اضافہ کر کے مفعولی لاحقہ 'ے۔ ان' وضع کر لیا گیا۔ 'ے۔ ان' پر 'ب' بڑھانے سے 'ب ان' بنا اور 'ے۔ ام' بڑھانے سے 'ے۔ انام' اوّل ہے جنس کے لئے ہے اور

---

(۱) اردو گرامر پ ۳۴ (۲) بنگالی لسانی آغاز و ارتقاء پ ۸۳ ۴

(۳) تقابلی گرامر ج ۲ صفحہ ۲۰۵ ہندی گرامر پ ۱۵۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ثانوی اضافت کے لئے۔ مذکر ضمائر اور موصولات کے علاوہ دوسرے اسماء کی اعرابی حالتوں میں بھی ہ ے سے ہوتا ہے۔ تمام قسم کی جموع انہی دو علامتوں سے کسی قدر ترمیم تبدیل اور تعلیل کے بعد حروف میں آئیں۔ ان کی اصل اور بنیاد یہی دو علامتیں ہیں۔ میں ذیل میں 'رام' اور 'سرد' (تمام) کی گردان سے جمع کے صیغے دے رہا ہوں اور ان کا تجزیہ کر رہا ہوں۔ ان سے آپ کو یہ سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی کہ مندرجہ بالا دو علامات جمع سے اعرابی حالتوں کا اظہار کس طرح کیا گیا۔

۱۔ رام کی گردان

(حالت کا نام)	(صیغہ جمع)	(معنی)	(لسانی تجزیہ)
(۱) فاعلی	رٗامٲہ	بہت سے رام	رام + ہ + ا (ہ)
(۲) مفعولی	رٗامَن	راموں کو	رام + ہ + ان
(۳) آلی	رامے	رامے۔ راموں کے ذریعے	رام + ہ + ے
(۴) مفعولی (ثانوی)	رامیٚ بھیٚہ	راموں کے لئے	رام + ہ + ے بھیہ
(۵) مجروری	"	راموں سے	" + ہ + ے پیٹھ
(۶) ظرفی	رامیٚشُ	راموں کے اوپر	رام + ہ + ہیٚ شُ
(۷) اضافی	رامانام	راموں کا	رام + ہ + ے + نام

۲۔ سرو کی گردان

(۱) فاعلی	سروے	وہ سب	سرو + ہ + ے
(۲) مفعولی	سروان	سبا کو	سرو + ہ + ا + ن

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۳) آلی سروے ۔ سروے بھی سب کے ذریعے سرو + بِ ے + بھی
(۴) مفعولی (ثانوی) سروتیبہ سب کے لئے سرو + بِ ے + بھیہ
(۵) مجروری " سبھوں سے
(۶) ظرفی سب میں سرو + بِ ے + ش
(۷) اضافی سب کا سرو + بِ ے + شام

اس تجزیہ پہ ایک اُچٹتی سی نگاہ ڈالنے ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ تمام اعرابی حالتوں میں 'ے'، یا 'بِ ے' پر دوسری علامات اعراب اضافہ کی گئی ہیں۔

'یں' اور 'ے' ان کی اصل سنسکرت بے جنس کی علامت आनि ہے 'بِ یں' کی تبدیلیاں اس طور پر ہیں 'ے' انی '، ے' ائیں، 'ے' ین 'بِ ین' آد اور ञ् مل کر اوّل ए ہوئے پھر आ (۱) بھنڈارکر کا خیال ہے کہ اصل لاحقہ اپ بھرنش ञ् ہے جو کلمے کے अन् سے مخلوط ہوکر اا ہوگیا۔ جیسے راتا + بِ ن سے راتیں (۲) 'ے' ان ' اس طرح بنا کہ 'آنی' کی ञ् گرا کر अ کو غنہ کر دیا گیا 'ن' اور 'م' کو غنہ کرنے کا رجحان قدیم اور درمیانی عہد کی پراکرتوں میں بھی تھا (۳) کیلاگ اس کی اصل سنسکرت आदं اور پراکرت आद بتاتے ہیں جس کے آخر میں 'ن' غنہ اضافہ کر دیا گیا۔ جیسے مکھیاں۔ مکشیکا = مکھیا (۳) اگر یہ صحیح

---

(۱) دھریندر پ ۲۴۳ چٹرجی پ ۲۸۴ (۲) لیکچرز صفحہ ۲۰۳ (۳) لیکچرز صفحہ ۵۰
(۴) کیلاگ پ ۱۵۶ (ب) لیکن اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں انہوں نے اس خیال سے رجوع کر لیا ہے اور ان لاحقوں کی اصل انہوں نے 'ے' انی' بتائی ہے صفحہ ۱۲۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہے تو پھر وہ یں، کو بھی سنسکرت 'ے'، سے ماخوذ ماننا چاہیئے۔ 'ے ان' کی طرح 'یں' میں بھی نون غنہ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ بھنڈارکر اسے بھی اپ بھرنش ہی سے نکالتے ہیں۔ اصل کلمے کا आन سے مخلوط ہو کر 'ے، ان' ہو گیا ہے۔ پنجابی میں الفاظ میں جن کا آخر الف ہے یہ لاحقہ جوں کا توں ملتا ہے۔ جیسے دوا سے دوائیں۔ بلا سے بلائیں۔ اُردو میں اس کا تلفظ یں ہے (आँ)۔ بیمز کا خیال ہے کہ سنسکرت 'ے انام' کا اس پر اثر ہے۔ گویا اُردو ے ان، سنسکرت کے انی' اور 'ے انام کے میل ملاپ کا نتیجہ ہے۔

'ے ون' کی اصل چیٹرجی (۱) اور بیمز، وغیرہ علماء کے نزدیک اضافی لاحقہ 'ے انام' ہے جیسے چرم کار (چمار) چرم کار انام۔ چمار انام۔ چمارانم۔ چماران۔ چماروں۔ اس میں 'ے ا' کو 'ے و' سے بدلا گیا ہے اور 'ن' بدستور غنہ کیا گیا ہے۔ 'پراکرت' میں اس لاحقے کا روپ आरा تھا جو 'چند برداری' کے ہاں استعمال ہوا ہے جیسے مہیلانم مدّ سدّنو پُریا"، (عورتوں کی پازیب کی شیریں آواز) بیمز کا بیان ہے کہ ہندی میں چونکہ آخر سے 'م' گر کر 'ن' کو غنہ کر لیا گیا تھا۔ اس لئے اس کے عوض میں 'ے ا' کو 'ے و' سے بدل دیا گیا (۲) بھنڈارکر اسے فاعلی لاحقہ بتاتے ہیں 'پراکرت' میں فاعلی لاحقہ جمع (مؤنث) ई یا आउ ہے۔ اس پر بے جنس لاحقہ अं (غنہ) اضافہ کر دیا گیا ہے (۳) ہورنلے نے ان تمام فاعلی اور غیر فاعلی لاحقوں کی اصل 'اپ بھرنش' آہو اضافی لاحقہ قرار دیا ہے۔ جس کے

---

(۱) چیٹرجی پ ۴۰۵ (۲) بیمز ج ۲ صفحہ ۲۱۹ (۳) بھنڈارکر صفحہ ۲۰۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

تین روپ ہیں ए، ऐ اور एँ۔ یہ لاحقے اصل کلمے کے अ سے مل کر अए، अऐ اور अएँ بنے۔ اُردو میں ए گرنے کے بعد انہوں نے بترتیب अऐं، ऐं اور आएँ کی شکلیں اختیار کیں۔ (۱)

"اُردو کے" یہ لاحقے 'ہندو پاکستان' کی بعض دوسری جدید آریائی زبانوں میں بھی ہیں، 'ے ان'۔ 'سندھی اور پنجابی میں ہے۔ جیسے جنالان بمعنی عورتیں (سندھی) اور گلاں بمعنی باتیں (پنجابی) 'ے یں'، 'مرہٹی' میں ہے جیسے پھل سے پھلین اور 'ے وں'، سندھی اور گجراتی میں جیسے گھوڑیوں جالوں وغیرہ۔ لیکن یہ 'ے وں' محدود اور امشیائی ہے۔

'ے ان اور 'ے ین' میں سے اوّل زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے اور شاید اس پر فارسی، علامت جمع 'ے ان' کا اثر بھی ہے۔ 'دکنی' اور گجراتی اُردو میں اس کا استعمال زیادہ تھا۔ فاعلی اور غیر فاعلی دونوں حالتوں میں جیسے "چار لوکاں پن" اور سلطاناں کی سلطنت (سب رس) اس میں مذکر و مونث کا کوئی فرق نہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ علامت 'اردو' میں 'سندھی' اور پنجابی سے ورآمد ہوئی ہو، مارواڑی میں اس کا استعمال تھا۔ اس لئے مارواڑی سے بھی یہ لی جا سکتی ہے 'سندھ' اور پنجاب کی زبانوں پر 'فارسی' کا اثر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ہوا۔ مشرقی ہندی میں بھی اس کا رواج تھا۔ گھوڑے اور گھوڑواں دونوں ساتھ ساتھ اس میں مستعمل ہیں۔

'ے وں'، 'اردو میں فاعلی حالت میں بھی استعمال ہوا ہے' برسوں

---

(۱) گوڑیں گرامر صفحہ ۱۹۸

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس نے محنت کی۔ لاکھوں آدمی جمع تھے۔ 'امین' دکنی کا شعر ہے۔

وہ دوزخ کی اگن کو رب نے وضوئی   کئی لاکھوں وراں جل میں ڈبوئی

شاید یہ سب غیر فاعلی حالتیں ہیں۔ ان مثالوں میں حرف جو مقدر رہے 'برسوں'، اصل میں 'برسوں تک' تھا۔ 'لاکھوں آدمی' 'لاکھوں تک آدمی' یہی حال 'لاکھوں وراں' کا ہے۔ لاکھوں تک وراں (ورسان = سالاں تقدیر کی اور مثالیں بھی ہیں۔ راتوں جاگتا ہے۔ راتوں میں جاگتا ہے یا راتوں تک جاگتا ہے۔ بھوکوں مر گیا۔ بھوکوں سے مر گیا۔ بھوکوں۔ فکروں اور نظروں وغیرہ کو بعض علماء مجروری (آلی) بتاتے ہیں۔ پروفیسر شیرانی نے محمد امین امین دکنی کا یہ شعر نقل کرکے

بٹی کا حال دیکھا آکے نظروں   کمر ٹوٹ گئی اس نہشت کے فکروں

لکھا ہے کہ نظروں اور فکروں کا "وں" مجروری علامت ہے جیسے پنجابی میں پچھوں (پیچھے سے) اور ہتھوں (ہاتھ سے) (۱) شیام سندر داس نے آنکھوں۔ کانوں وغیرہ مثالیں دیکر امیر خسرو کا یہ قول تائید میں پیش کیا ہے (۲)

خسرو واکو آنکھوں دیٹھا

مجھے یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ امین کے شعر اور خسرو کے قول میں "وں" علامت جمع ہے اور حرف "سے" اس کے بعد مقدر رہے۔ نظروں اور فکروں میں 'نظروں سے' اور فکروں سے تھا۔ آنکھوں دیکھا۔ آنکھوں سے دیکھا۔ اس کا ثبوت امین دکنی ہی کے ایک مصرع سے ملتا ہے۔ اس میں بھوکوں کے بعد 'سے' موجود ہے۔ لگے بھوکوں سے مرنے وے سبھی لوگ

(۱) پنجاب میں اردو صفحہ ۸۷ (۲) ہندی بھاشا اور ساہتیہ صفحہ ۱۵۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'دکنی' اور گجراتی اُردو میں اکثر علامات و حروف معنوی مثلاً "نے" "کو" "سے" پر تک وغیرہ حذف ہو جاتے تھے۔ تخفیف اور سہل انکاری کے سوا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس وقت دکن کی زبان خام اور ناتمام حالت میں تھی۔ اس میں پوری طرح پختگی کا رنگ نہیں آیا تھا۔ اس لئے قواعد اور اصول کے اعتبار سے اس نوع کی ناہمواری کا رونما ہو جانا اس میں کچھ ناگزیر سا تھا۔ امین کے مصرع "وہ دوزخ کی اگن کو رب نے دھولی" پر غور کیجئے۔ اس میں فعل مذکر ہونا چاہیئے یا 'اگن' کے بعد 'کو' نہیں آنا چاہیئے۔ نظم کی زبان میں ناہمواری کی وجہ وزن اور عروض کی سخت اور کڑی پابندیاں بھی ہو سکتی ہیں اور اس قسم کی تمام بے قاعدگیوں کو شعری ضرورت پر محمول کیا جا سکتا ہے(۱)

آخر میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ قدیم ہندی میں جمع مؤنث کی فاعلی حالت کا ایک لاحقہ 'ئیں' تھا۔ جو شورسینی' اپ بھرنش میں عام طور سے مستعمل تھا عام طور سے اس لئے کہ وہ ہر نوع کے اسماء میں جوڑا جاتا تھا۔ چاہے ان کے آخر میں ـــ ہو یا ـ۔ قدیم ہندی میں یہ ان اسماء کے آخر میں اضافہ کیا گیا جو 'ی' پر منتہی ہوتے تھے جیسے پوتھی سے پوتھیاں اور پنجابی میں الف پر ختم ہونے والے اسماء میں جیسے 'بلائیں اور دوائیں۔ اردو کے مشتقات مثلاً 'تھیں' ہوتیں۔ ہوئیں وغیرہ کی جمع اب بھی 'ئیں' کے اضافے سے بنتی ہے(۲)

[illegible]

---

(۱) ملاحظہ فرمایئے راقم کا مقالہ "کچھ اردو کے متعلق" مطبوعہ رسالہ ساقی سالنامہ ۱۹۵۲ء

(۲) ہیمرج ۲ صفحہ ۲۰۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تھی	تھیں
ہوئی	ہوئیں
ہوتی	ہوتیں
ہو گئی	ہو گئیں
ہو چکی	ہو چکیں

گی - گئیں - چلی - چلیں - اٹھی - اٹھیں وغیرہ - اچھی - اچھیں - بُری - بُریں -
ان تمام افعال وصفات کی جمع (مؤنث) قدیم زمانے میں "ر - یاں" کے اضافے سے بنتی تھی - چلیاں - بھلیاں - "سودا" کا شعر ہے - (۱)

جب لبوں پہ یار کے مستی کی دھڑیاں دیکھیاں
جوں زحل کی ساعتیں اس دل پہ گھڑیاں دیکھیاں

ج - اعرابی حالت

سنسکرت میں اسم کی اعرابی حالتیں آٹھ ہیں - ویسے تو یہ حالتیں ہندو پاکستان کی جدید آریائی بولیوں میں بھی ہیں - لیکن سنسکرت میں ان آٹھ حالتوں کے لاحقے کلمے کے ساتھ متصل ہوتے تھے اور کلمے کا ایک جزو سمجھے جاتے تھے اور بعض حالتیں کلمے میں ایک خفیف سا تغیر کرنے کے بعد حاصل کر لی گئی تھی - جیسے نرہ (وہ ایک مرد) - نرے (مرد پر) نرین (مرد کے ذریعے) جدید بولیوں میں اکثر جداگانہ اور آزاد کلمات کے ذریعے ان حالات کا اظہار کیا جاتا ہے سنسکرت کی اعرابی حالتیں تالیفی ہیں اور جدید زبانوں کی تحلیلی -

(۱) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۰۷ (طبع دوم)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سنسکرت کی تالیفی حالتوں کے کچھ آثار موجودہ زبانوں میں بھی ملتے ہیں ۔ کہیں باقاعدہ اور مطرد طور پر اور کہیں یوں ہی مٹے ہوئے نشانوں کی طرح ہندو پاکستان کی موجودہ زبانوں میں سے سندھی اور مرہٹی میں تالیفی حالتیں سب سے زیادہ ہیں اور اردو میں سب سے کم ۔ باقی زبانیں بین بین ہیں ۔ ظرفی حالت قریب قریب ہر زبان میں ہے ۔ کہیں 'ـہ' 'ـے' کے روپ میں اور کہیں 'ی' 'ـے' کے روپ میں ۔ اردو ہر چند اس باب میں بہت ہی سادہ زبان ہے، لیکن سنسکرت کی ظرفی حالت کی بعض مثالیں ایسی بھی ہیں جیسے کنارے ۔ سہارے ۔ آگے ۔ تلے ۔ نیچے پیچھے وغیرہ ۔ ان کلمات میں آخر کی 'ے'، سنسکرت کی ظرفی علامت 'ئے' 'ے' کا بقیہ ہے ۔ اس کے بعد آلی حالت ہے ۔ یہ مرہٹی اور گجراتی کے ساتھ ساتھ بنگالی روزمرہ میں ہے ۔ مجروری ۔ سندھی ۔ مرہٹی اور پنجابی کے سوا اور کہیں نہیں ۔ مفعولی ثانوی حالت صرف مرہٹی میں ہے ۔

جدید دیسی زبانوں میں اسم کی دو صورتیں ہیں ۔ فاعلی یا قائم ۔ غیر فاعلی یا مغیرہ (محرف) پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ۔ واحد اور جمع ، فاعلی حالت قدیم فاعلی حالت کے قائم مقام ہے ۔ غیر فاعلی حالت بقیہ حالات میں سے کسی ایک یا زیادہ حالتوں کی نمائندہ ہے ۔ اسم کی غیر فاعلی حالت ایک بنیادی حالت ہے ۔ بقیہ حالتیں اس طرح حاصل کر لی جاتی ہیں کہ مختلف معانی و احوال ظاہر کرنے والے حروف و اصلاحات اس میں جوڑ دیئے جاتے ہیں ۔ قدیم آریائی زبانوں میں اسماء مختلف اقسام کے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی گردان جدا تھی ۔ جدید زبانوں میں اسماء قریب قریب ایک جیسے ہیں اور ان کی گردانیں سب ملتی جلتی ہیں ۔

اردو میں اسماء کی فاعلی اور غیر فاعلی حالت میں کچھ زیادہ فرق نہیں ۔ جن

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اسماء و صفات کے آخر میں الف ہے غیر فاعلی حالت میں اُن کا الف "ی" سے بدل جاتا ہے۔ جیسے گھوڑا (فاعلی) گھوڑے (غیر فاعلی) پنکھا۔ پنکھے۔ لڑکا۔ لڑکے چوتھا۔ چوتھے۔ خالص "سنسکرت" اور فارسی و عربی الفاظ اور کچھ رشتے بتانے والے کلمے اس سے خارج ہیں۔ وہ دوسرے اسماء کی طرح دونوں حالتوں میں یکساں رہتے ہیں۔ جیسے دریا، چچا، منشی، راجا آیا۔ ماجانے حکومت کی۔ چچا کو دیکھا۔ دریا میں کشتی چلتی ہے۔ منشی نے کہا۔ یہ کلمات مختلف حالتوں میں ہیں۔ (۱) ان میں تبدیلی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان اسماء کا الف اصلی ہے اور سنسکرت تدبھو اسماء کا الف فاعلی حالت کی ایک علامت ہے۔ غیر فاعلی حالت میں فاعلی علامت گر جاتی ہے۔ اور اس میں تصرف کر لیا جاتا ہے۔ لیکن کلمے کا جزو اصلی اپنی حالت پر قائم رہتا ہے۔

اسم کی غیر فاعلی حالت کی تاریخ بڑی دلچسپ ہے۔ کیلاگ اور ہورنلے اسم کی غیر فاعلی حالت اور صیغہ جمع کی فاعلی حالت کو ایک بتاتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ سنسکرت، اضافی لاحقے स्य (سیا) سے حاصل کی گئی تھی स्य - सी - हि - हे - ए یہ اُس کے مختلف تغیرات ہیں (۲) بھنڈارکر بھی اسے اضافی حالت سے ہی ماخوذ بتاتے ہیں۔ (۳) لیکن چٹرجی کو اس سے اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک یہ اسم کی ظرفی حالت ہے۔ ए قدیم آریائی میں "ادھی" تھا۔ پالی میں "دھی" رہا۔ پراکرت میں "ہی"

---

(۱) ملاحظہ فرمائیے راقم کا مقالہ "اردو الفاظ کی حالت معروف" مطبوعہ "اردو" اکتوبر ۱۵ء۔

(۲) ہورنلے صفحہ ۲۱۰ (۳) لیکچرز صفحہ ۲۴۳۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"ہم" (۱)، "ہی" یا "ہم" "سنسکرت" "بھی یا بھم" سے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ "گرہ دہی" "یا گرہ بہم" = گھری یا گھرہم = گھرے یا گھریں یا اس کا امکان بھی ہے کہ "پراکرت" "ہی"، یا ہم کو سنسکرت "سمن" (میں) سے ماخوذ مانا جائے۔ اس صورت میں اس کے درمیانی لاحقے یہ ہوں گے۔ سمن = ہن = ہی = بھی ے (بخدہا) (۲) مگر سیدھی سادی بات یہ ہے کہ اُردو کی اس غیر فاعلی حالت کو جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے، ایک تعمیری اور بنیادی حالت فرض کیا جائے۔ اس لیے کہ وہ ہند و پاکستان کی قدیم و جدید زبانوں میں قریب قریب اسم کی تمام اعرابی حالتوں میں ملتی ہے۔ ماگدھی اور اردھ ماگدھی میں اسم کی فاعلی حالت "و" سے ختم سنسکرت کی مفعولی ثانوی اور اضافی حالتوں میں بھی "ے" ہوتا تھا۔ اُلی حالت کا لاحقہ ویسے تو "یں" ہے لیکن پراکرت میں حذف "ن" کے بعد وہ "ے" کی شکل میں رہ گیا۔ ظرفی میں "و" سے ہوتا ہی ہے۔ یوں کہئے کہ تمام اعرابی علامات میں سے زیادہ عام کثیر الاستعمال اور ہمہ گیر لاحقہ "ے" ہے جو اکثر حالتوں میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے اُردو اور بعض دوسری زبانوں میں اس لاحقے نے ایک اہم بنیادی صورت اختیار کرلی۔ تمام حروف وصلات جو اعرابی حالتیں بتاتے ہیں اسم کی اسی صورت پر اضافہ کئے جاتے ہیں۔

بیمز نے بھی اس سے ملتی جلتی بات کہی ہے۔ وہ "ے" کو ایک عام اور ہمہ گیر لاحقہ بتاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس کو اسی ہمہ گیری اور عمومیت کے باعث اُردو وغیرہ زبانوں میں غیر فاعلی حالت کے لئے اختیار کر لیا گیا۔ اس

---

(۱) بنگالی ص ۲۹۹

(۲) اودھی کا ارتقاء ۱۳۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس لاحقے کی ہمہ گیری ان کے نزدیک اس اشتباہ و اختلاط کی رہینِ منت ہے۔ جو ہندو پاکستان کی زبانوں کے دورِ دوم میں رونما ہوا۔ پہلے مفعولی (ثانوی) اور اضافی حالتوں کا فرق مٹا۔ اس کے بعد فاعلی اور مفعولی کا۔ ہمارا اشٹری میں جو اس عہد کی زبانوں میں سنسکرت سے زیادہ قریب ہے، صرف حسب ذیل چار لاحقے تھے جو اسم کی غیر فاعلی حالتوں میں استعمال کئے جاتے تھے۔ 'ہیں'، 'ہ اُدو'۔ 'اہن' اور 'ہے'۔ شورسینی' میں 'ہے اُدو' کی جگہ आहि. या आ بولا جاتا تھا۔ اور 'ماگدھی' میں اس کا روپ आहि تھا۔ تیسرے دور میں یہ یہ لاحقے چھٹ چھٹا کر صرف تین رہے 'ہ اُدو' یا 'ہ اہے' (مجروری) 'ہ اہے' (مجروری) 'ہ اہے' یا 'ہ اہہ' (اضافی) 'ہ ہے' اور اہم (ظرفی) اس کے بعد جدید بولیوں کے دور کا آغاز ہوا تو اعرابی لاحقوں کا نام و نشان مٹ گیا۔ چند بردائی کے راسو میں صرف ایک لاحقہ हि چار مختلف حالتوں یعنی مفعولی (ثانوی) ظرفی، مجروری، اور اضافی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس زمانے میں آلی کے لئے اگرچہ لاحقہ 'ہیں' بھی تھا لیکن جب یہی گھٹ کر 'ہے' ہوا تو اس کے ساتھ 'ہیں' بھی گھٹ کر 'ہے' رہ گیا جو بلا امتیاز اسم کی ہر حالت پر اضافہ کیا جانے لگا۔ اسم پر آزاد کلمات 'سے'، 'پر'، 'کو' وغیرہ کا اضافہ اس زمانے کے لگ بھگ ہوا۔ اس لحاظ سے اردو کا غیر فاعلی 'ہے' کسی ایک حالت کا نمائندہ نہیں بلکہ مختلف حالتوں اور ان کی گوناگوں علامتوں کی ایک مٹی ہوئی سی نشانی ہے (۱)

اس کے علاوہ اردو میں کچھ قدیم تانیثی علامتوں کا استعمال بھی دیکھا ہے

---

(۱) تقابلی گرامر بیمز ج ۲ پارہ ۴۶۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

چیٹرجی کہتے ہیں کہ 'دھیرے چلو' میں دھیر ــــ ے آلی حالت میں ہے۔ اردو میں 'ــــ ے' آلی بھی ہے اور ظرفی بھی۔ مگر ظرفی کی مثالیں اردو میں زیادہ ہیں 'تلے' تل کی ظرفی حالت ہے۔ یہ لفظ اس شکل میں اپبھرنش میں بھی تھا۔ ماتھے، سہارے۔ ندی کنارے۔ اس کی چند مثالیں ہیں۔ اردو میں ظرفی حالت کے لئے 'ان' غنہ بھی دیکھا گیا ہے۔ امین کے اس شعر میں ؎

صبحت آرام تھا ساری خلق کوں نہ مارے کوئی اس راتیں پلاک کوں

'راتوں' ظرفی حالت میں ہے۔ 'اس راتیں' یعنی 'اس رات میں'۔

اردو کی اعرابی حالتیں اور ان کے لاحقے حسب ذیل ہیں۔

حالت کا نام	لاحقہ	مفرد	جمع
فاعلی	۔ا۔ ــــ ے (۲)	گھوڑا	گھوڑے
مفعولی	کو۔ کے تئیں۔	گھوڑے کو۔ کے تئیں۔	گھوڑوں کو۔ کے تئیں
مفعولی (ثانوی)	کو۔ کے لئے۔	گھوڑے کے لئے۔	گھوڑوں کے لئے
آلی۔ سببی	نے۔ سے۔	گھوڑے نے۔ سے	گھوڑوں سے۔ نے
مجروری	سے	گھوڑے سے	گھوڑوں سے
اضافی	کا۔ را (میرا)	گھوڑے کا	گھوڑوں کا
ظرفی	میں۔ پر۔ پہ	گھوڑے پر	گھوڑوں پر
ندائی	ــــ ے و۔ ؤ (۲) (اے)	گھوڑے (او)	گھوڑو۔

---

(۲) یہ علامتیں مذکر اسماء کے ساتھ خاص ہیں۔ جن کے آخر میں الف ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

۱۔ فاعلی

سنسکرت اور پراکرت میں مذکّر، مؤنث اور بے جنس کے لئے جُدا جُدا فاعلی علامتیں تھیں جو ارتقائے لسان کے ساتھ ساتھ کم ہوتی چلی گئیں سنسکرت میں اسم کی کم و بیش ایک درجن قسمیں ہیں۔ اور ہر قسم کی گردان دوسری سے الگ اور مختلف ہے۔ پراکرت کے آخری دور تک پہنچتے پہنچتے اسماء کی صرف چھ قسمیں رہ گئیں۔ اُپ بھرنش عہد میں فاعلی حالت کی کوئی مخصوص علامت نہ تھی۔ اصل کلمہ لاحقہ یا علامت اضافہ کئے بغیر فاعل کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ مفتوح الآخر اسماء کی فاعلی اور مفعولی حالت میں کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں حالتوں میں اسم کے آخر میں ’ ُ ‘ ہوتا تھا۔ جیسے ’گتہ‘ (گیا) गअउ یا जमलोउ (واہ فنا کو) गउ यमलोकम ۔

ہندو پاکستان کی جدید بولیوں میں فاعل کی بصورت افراد کوئی خاص علامت نہیں، ’سندھی‘ میں پراکرت کے ” ُ و “ کو جو مفتوح الآخر مذکّر اسما کی علامت ہے مختصر کر کے ” ُ “ بنا لیا گیا ہے۔ جیسے ہتُھ۔ یہ ” ُ “ قدیم مرہٹی، اور قدیم ہندی میں بھی تھا۔(۱) مگر دوسری زبانیں اس سے خالی ہیں۔ ’اُردو‘ میں آخری حرف کے اعتبار سے تذکیر اسماء کی حسب ذیل دو قسمیں ہیں۔

(۱) صحیح الآخر۔ وہ اسماء جن کے آخر میں کوئی حرف صحیح ساکن ہے جیسے رات۔ بات۔ چور۔ یہ اسماء سنسکرت، میں معلول یا متحرک الآخر تھے۔ راتر۔ راتِرہ تھا۔ باتہ۔ واتا۔ اور چورہ چورہ۔ جدید بول چال کی

---

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۲۰۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

زبانوں کا عام رجحان یہ ہے کہ ان میں بیشتر معلول یا متحرک الاواخر اسماء کی حرکت یا علت ان کے آخر سے گرادی گئی ہے۔ انفرادی حالت میں اس قسم کے تمام اسماء ساکن الاواخر ہیں۔

(۲) معلول الاواخر۔ وہ اسماء جن کے آخر میں کوئی حرف علت ہے۔ یہ کئی قسم کے ہیں۔

الف ۔ جن کے آخر میں 'ا' ہے جیسے گھوڑا۔ گھڑا۔ لڑکا۔

ب ۔ جن کے آخر میں 'و' ہے جیسے بچھو۔ الو۔ آنسو۔

ج ۔ جن کے آخر میں 'ی' ہے، جیسے، موتی مچھلی۔ بکری۔

د ۔ جن کے آخر میں 'ـِ یا' ہے جیسے، بچھیا۔ کتیا۔ چوہیا۔

ہ ۔ جن کے آخر میں 'ـُـ وا' ہے جیسے، بھڑوا۔ گھڑوا۔ جوروا۔

و ۔ جن کے آخر میں "ـ او" ہے جیسے باؤ۔ ناؤ۔ تاؤ۔

آخری قسم کے اسماء 'ساؤ' ی کا قائم مقام ہے یا आहु کا۔ اس قسم کے اسماء میں 'ن' غنہ بھی دیکھا گیا ہے جو کہیں 'و' سے پہلے لکھا گیا ہے اور کہیں 'و' کے بعد جیسے گاؤں یا گانو۔ پاؤں یا پانو۔ چھاؤں یا چھانو۔ داؤں یا دانوں۔ یہ انو ناسک یا غنہ 'ـ'، 'ا'، 'ی'، 'ـو'، 'و'، 'ـُـو' وغیرہ تمام علتوں کے ساتھ مخلوط ہوتا ہے۔ جیسے جوں، گیہوں، بھوں، سائیں، دایاں بایاں وغیرہ۔

کچھ اسماء یائے مجہول پر ختم ہوتے ہیں۔ اردو میں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ یائے مجہول، سنسکرت، مرکب حرکت ए (अ + इ) کے قائم مقام ہے۔ جیسے گائے۔ رائے۔ گائے کو گاؤ اور رائے کو راؤ بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں یہ پہلی قسم میں شمار ہوں گے۔ فارسی جائے پائے کا شمار بھی انہی اسماء میں ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ان اسماء کی یہ صورتیں فاعلی حالت میں قائم رہتی ہیں۔ ان میں سے وہ اسماء جن کے آخر میں 'ا' ہے سنسکرت کے مذکر اسماء کی فاعلی حالت سے ماخوذ ہیں۔ ان اسماء کے آخر سے پراکرت عہد میں حروف صحیح گرنے کے بعد ان کی حرکت باقی رہی جو ماقبل حرف کی حرکت سے مخلوط ہو کر کھنچ گئی۔ مثلاً گھوڑا اور گھڑا اصل میں گھوٹکہ اور گھٹکہ تھے۔ 'ک' گر نے کے بعد اس کا زبر باقی رہا۔ جو 'ٹ' کے فتحہ سے مخلوط ہو کر 'ا' بنا۔ اس طرح گھوڑا اور گھڑا ہوا۔ جہاں حرکتیں مختلف تھیں وہاں ثانی حرکت اوّل کی نسبت سے 'ی' یا 'و' سے بدل گئی۔ جیسے چوہیا سنسکرت میں 'موشکا' تھا۔ موشکا۔ موس ے ا۔ موسیا، موہیا۔ چوہیا اور بھڑوا، بھاٹکہ۔ بھاٹ ڈ ے ہ۔ بھاٹوہ۔ بھاڑوا۔ بھڑوا (ا) یا ثانی حرکت حذف ہو گئی اور اس کے عوض میں اوّل حرکت کھنچ گئی۔ جیسے گوٹکا سے گھوڑی۔ مکشکا سے مکھی۔ مرتکا سے مٹی۔ بالکہ سے بالکو۔ مامکہ سے ماموں۔ بھلکہ سے بھالو۔ آلو اور آنسو وغیرہ اصل میں آلوک اور اشسر تھے۔ اوّل کا 'و' اصلی ہے اور ثانی کا "و" ضمہ کے اشباع سے پیدا ہوا ہے۔

۲۔ مفعولی (اولیٰ و ثانوی)

اُردو میں مفعولی علامتیں تین ہیں۔ کو۔ کے۔ تئیں کے لئے ان میں سے "کے لئے" مفعولِ ثانی کے ساتھ خاص ہے 'کو' کی اصلیت

---

(۱) بیمز نے بھڑنگ یا بھاٹک کو بھٹ سے مشتق مانا ہے۔ جس کے معنی ہیں اجرت پر دینا۔ بھاٹک وہ ہے جو بھاٹ یا بھاڑ کہلاتا ہے۔ اور عورتوں سے کمائی کراتا ہے (جلد ۲ صفحہ ۳۹)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

میں علماء لسانیات کا اختلاف ہے۔ "بیمز اور ہورنلے" اسے سنسکرت اگنشم (کوکھ) سے ماخوذ مانتے ہیں۔ (اس کی درمیانی تبدیلیاں یہ ہیں۔ گکھم۔ کاکھم۔ سکاہم۔ کہم۔ کوں۔ کو۔ ان میں سے کہم۔ کوں اور کوں۔ چند بردائی کے یہاں استعمال ہوئے ہیں۔ سور داس کے یہاں۔ استعمال ہوئے ہیں۔ سور داس کے یہاں کو۔ کوں اور کوں ملتے ہیں۔ اسکا ایک روپ کہم تلسی داس کے یہاں ہے۔ کوں خاص 'برج' کی چیز ہے گمان غالب یہ ہے کہ برج کوں کا ماخذ 'کاہم' ہے اور اردو 'کو' 'سکا' کہم۔

اس اشتقاق پر کئی اعتراض ہیں۔ اوّل یہ کہ گکش، سنسکرت میں اور کاکھ پراکرت میں مفعولی معنیٰ میں کبھی استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے گکش کے لغوی معنیٰ کا مفعول کے مفہوم سے کوئی لگاؤ نہیں۔ (۱) بھنڈارکر نے ویسے تو 'کو' کا ماخذ 'پراکرت' 'کہم' کو ٹھہرایا ہے۔ لیکن یہ ان کے نزدیک سنسکرت گکش کا بگاڑ نہیں بلکہ سنسکرت किन की اضافی یا مجروری حالت ہے جج۔ آپ بھرنش میں اضافی بھی ہے اور مجروری بھی تعلیل کے لحاظ سے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ فرق صرف ماخذ کی اصلیت کا ہے۔ بیمز کے نزدیک کہم گکھ کی مفعولی حالت ہے اور بھنڈارکر کے نزدیک 'کم' کی اضافی یا مجروری حالت ڈاکٹر ٹرمپ کا خیال ہے کہ 'کو' سنسکرت اسم مفعول कृत سے نکالا ہے جو پراکرت میں किओ یا किअओ ہوا۔ پراکرت میں त कत اور द कद بھی تھے۔ اس پر دھریندر کو اعتراض ہے کہ قدیم ہندی میں علامت مفعول 'کہم' ہے۔ اس میں 'ہ' کہاں سے آئی؟ (۳)

---

(۱) بیمز ج ۲ پ ۵۶۵ ہورنلے پ ۳۷۵ (۲) ہندی بھاشا ۱۴۰ بھنڈارکر صفحہ ۲۴۶ (۳) ہندی بھاشا پ ۲۴۶۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بھنڈارکر فرماتے ہیں کہ 'کوں' کا 'ں' غنہ اس اشتقاق کی صورت میں اصلی اور بنیادی نہیں رہتا (۱) ہیمز بھی اس سے متفق نہیں۔ ان کے نزدیک کرنم سے مفعول کے معنیٰ ادا نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ سنسکرت कक्ष کی آلی حالت कक्षेन اور ظرفی कक्षे ہے۔ یہ کلمہ صرف ۲ حالتوں میں مفعولی معنیٰ دیتا ہے۔ سنسکرت میں कक्षे لئے اور واسطے کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ ایک قیاس اور بھی ہے وہ یہ کہ 'کو' پراکرت میں اہماکم (ہمارا) سنھا' جو سنسکرت' اسماکم کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ آکم یا کم صورت بدل کر 'کو' ہو گیا۔ (۲) اس صورت میں علامت مفعول کو اضافی حالت سے ماخوذ ماننا پڑے گا۔ کیلاگ نے اپنی گرامر کے پہلے ایڈیشن میں 'کو' کو 'کہ ک' سے موضوع مانا تھا۔ اور لکھا تھا کہ کیر کم' اور 'کیر کے' پراکرت میں بطور لاحقہ اضافت استعمال ہوتے تھے یہاں مفعول کے معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں۔ ہر چند اضافی اور مفعولی حالتیں ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں، اور ان میں سے ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال کچھ بعید نہیں۔ خود اردو میں ایک مصرع بابر کی طرف منسوب ہے۔ اس میں 'کو' کی جگہ 'کا' ہے۔

مجبکا نہ ہوا کچھ ہوس مانک و موتی

'کا' کی جگہ 'کوں' بھی ملا ہے۔ وجہیؔ کا شعر ہے (۳)

بہا ایک نس کا چ ہور ماچ کوں
لذت دیک ٹک دو اور چھاچ کوں

---

(۱) لیکچرز صفحہ ۲۴۶ (۲) شیام سندر داس (۳) اُردو شہ پارے صفحہ ۹۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

لیکن 'پراکرت میں کیرکم' اور 'کیر کے'، کبھی مفعول کے لئے استعمال نہیں ہوئے۔ شاید اسی لئے کیلاگ نے دوسرے ایڈیشن میں اس خیال سے رجوع کر لیا۔

'سکے تئیں'، اور کے لئے کو ہورنلے نے 'سکا' اضافی کی غیر فاعلی حالت بتایا ہے، لیکن زیادہ اچھا یہ ہے کہ اس کو مفعولی ثانوی لاحقہ سمجھا جائے اور سنسکرت 'کرتے' سے ماخوذ مانا جائے۔ (کرتے۔ کئے۔ کے) یا کیہم سے نکالا جائے۔ ہیم چندر کا بیان ہے کہ کیہم اپ بھرنش میں 'لئے' اور وجہ سے' معنی ادا کرتا تھا۔ شیام سندر نے 'اس کی اصل پراکرت कहम (کیا ہوا) بتائی ہے جو آلی لاحقہ جمع हि سے مل کر اوّل कम्हि یا कयाह ہوا اس کے بعد कहि 'تئیں' اور 'لئے' کا حال بھی یہی ہے۔ 'تئیں' ہورنلے کے نزدیک "ترنئے" تھا۔ اس کے تغیّرات یہ ہیں۔ ترتے۔ ترئیے۔ تیئے تئیں (کیلاگ)، اور بیمز، کے نزدیک اس کی اصل 'ستھانے' ہے۔ بھنڈارکر پراکرت तहि سے مشتق مانتے ہیں۔ "رام تہم" رام کے وہاں یعنی رام کو۔ لئے ہورنلے کے نزدیک 'لبھدے'، تھا۔ بیمز، लाभ اور लहइ بتاتے ہیں۔

قدیم آریائی زبانوں میں مفعولی [illegible] حالت کا اظہار اسم مفعول کی ظرفی حالت سے کیا جاتا تھا۔ قدیم فارسی میں مفعولی حالت بتانے کے لئے جو کلمہ استعمال ہوتا تھا وہ [illegible] "سپیگل" ایک قدیم مادے 'راد' کی ظرفی حالت بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "راد" آنا سنسکرت اور پیراستن میں بھی ہے مگر یہاں 'د' سین سے بدل گئی ہے۔ پہلوی 'رائے' اور فارسی 'را'، 'راد' سے ہی کی پیداوار ہیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"سنسکرت" میں 'دا' کے معنی دینا اور عطا کرنا ہے۔ اس سے صفت کا صیغہ 'داتا' ہے جیسے 'ذا' سے 'ذات' (دیا ہوا) 'داد' فارسی میں سنجی کہتے ہیں 'دادے' اصل میں 'دائے' تھا۔ اردو 'لئے' کی اصل بھی 'دائے' ہے (۱) 'د' نے 'ل' کا روپ اختیار کر لیا۔ اور 'ت' اور الف دونوں تخفیف کی نذر ہو گئے۔ دائے۔ لاتے۔ لائے۔ لئے۔

"تئیں" تیئں۔ قدیم اردو میں بطور علامت مفعول مستعمل تھے۔ ان کی اصل 'لائے' کا آخری جز 'تے' ہو سکتا ہے 'ں' غنہ اکثر اردو اسماء میں تزئین و تلفظ کے لئے اضافہ ہوتا رہا ہے۔ آنسو، بھوں، اور چھانو وغیرہ اسماء جن سنسکرت کلمات سے ماخوذ ہیں۔ ان میں انوناسک نہ تھا۔ اس کی ایک واضح مثال 'تلیں' (نیچے) ہے۔ یہ 'تل' کی ظرفی حالت ہے۔ قاعدے کے مطابق 'تلے' ہونا چاہئے اور تلے ہی عام طور سے مستعمل بھی ہے لیکن دکنی اردو میں 'ں' 'ں' غنہ کے ساتھ کہیں کہیں تلیں بھی دیکھا گیا ہے۔ مثلاً اس جملے میں ابراہیم کی نیت ثابت تھی تو کافران آگ میں سٹے' انگارے پھول ہوں پاؤں تلیں آویں (۲)

ان کے علاوہ دیسی بولیوں میں کچھ اور کلمے بھی ہیں جو مفعول کے معنی ادا کرتے ہیں۔ یہ کلمے ہورنلے نے گنائے ہیں اور ان کی اصل بتائی ہے۔ ان کے آخر میں بھی 'ے' ہے۔ مثلاً کنے، باٹے، کرنے اور دارتے سے ماخوذ ہیں۔ ٹھاٹے جس کی اصل ستھلتے ہے۔ پاہیں اور تائیں کا ماخذ ہورنلے پکشے اور ترتے بتاتے ہیں۔ اردو 'مارے' بھی مفعول معنی میں ہے اور مارنا سے بنا ہے۔

---

(۱) ہندوستانی گرامر صفحہ ۱۳۸ (۲) سب رس صفحہ ۱۶۶۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جس طرح راۓ ۔ لاۓ اور لۓ ۔ راتے سے ڈھلے ہیں ۔ اسی طرح 'کے' بھی 'کرتے' سے وضع کیا گیا تھا ۔ 'کرتے' 'پراکرت' میں اوّل कत्रए ہوا اور بعد میں 'کے' ۔ یہ کلمہ 'پراکرت' میں لۓ یا واسطے کے معنیٰ میں مستعمل تھا ۔ تھا کیئے (تیرے لیۓ) "گرپور مجبری" ایکٹ ۲ شلوک ۱۰ میں ہے (۱) کے اور لۓ دونوں ایک ڈھنگ سے بنے ہیں اور دونوں قریب قریب ہم معنیٰ ہیں ، لیکن اُردو میں دونوں ساتھ استعمال ہوۓ ہیں ۔ اس کی وجہ غالباً یہ اشتباہ ہے جو ہماری زبان کے آخری دور ارتقاء میں مفعولی اور اضافی 'کے' میں ہوا ، اور اس پر اضافی معنیٰ غالب آ گۓ ۔ ادھر 'لۓ' آزادانہ اسم کے طور پر استعمال ہونے لگا تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مستقل کلمہ ہے ۔ اس لۓ ضرورت پڑی کہ کسی حرف کی مدد سے اسے سابق کلمے سے جوڑا جاۓ ۔ یہ کام 'کے' نے انجام دیا ۔ اس اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ مفعولی ثانوی حالت کا وجود مفعولی حالت سے پہلے ہے ۔ ان دونوں حالتوں کا فرق دراصل دو طرح کے افعال کی وجہ سے ہے ۔ مفعول ثانی اوّل اوّل وہ ہوتا تھا جسے کوئی چیز دی جاتی تھی ۔ اس لۓ اس کے بعد رات یا رلۓ (دیا ہوا) آتا تھا ۔ حامد راۓ ، حامد دیا ہوا ، یعنی حامد جسے کچھ دیا جاۓ ۔ سنسکرت میں مفعول ثانی کا نام سمپردان اور انگریزی میں DATIVE ہے (یہ دونوں 'دا' بمعنیٰ دینا سے ماخوذ ہیں) اس لۓ کہ اس مفعول کا تعلق عطا سے اور یہ فعل 'دا' اور اس کے ہم معنیٰ دوسرے افعال کا ہوتا ہے ۔ مفعول اوّل باقی دوسرے افعال کا ہوتا تھا جن میں 'کرنا' زیادہ عام اور نمائندہ فعل تھا ۔ اس لۓ مفعول اوّل کے بعد 'کرت' (کیا ہوا)

---

(۱) مبادی پراکرت وولنر صفحہ ۱۲۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یا 'کرتم' اضافہ کر دیتے تھے۔ حاند کرت (حاند کیا ہوا) یعنی وہ مفعول (کیا ہوا) جس پر فعل 'کرنا' کا وقوع ہوا 'کو' 'کوں' 'ک' وغیرہ تمام علامات کرت سے بنی ہیں، اور اس اسم کو بتاتی ہیں جس پر کرنا یا اس قسم کے کسی فعل کا اثر ہوا۔

سنسکرت مفعولی علامت अम بھی کچھ کم قدیم نہیں۔ (۱) عربی شامی زبان ہے لیکن مفعولی یہ کی علامت اس میں بھی 'ے ن' ہے جو صوتی اعتبار سے کسی طرح بھی 'ے م' سے مختلف نہیں۔ 'اُردو' 'کو' جیسا کہ ٹرمپ نے لکھا ہے کہ 'تم' سے ماخوذ ہے कतम - कअमम घतम कत کوں 'کو' یہ اس کے مختلف درمیان کے رُوپ ہیں۔ کبھی ان میں ایک حلقہ بڑھ سکتا ہے 'ہ'، جیسا کہ ڈاکٹر ویبر نے لکھا ہے۔ त حرف صحیح کے قائم مقام ہے۔ پراکرت میں حروف صحیح کے عوض ایک 'ہ' بڑھا دی جاتی تھی (۲)

"بنیں" کی بابت غالب نے لکھا ہے کہ یہ پنجابی ہے۔ پنجاب احاطہ سے اُردو میں آیا۔ غالب کے زمانے تک یہ اردو میں بولا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک بڑھیا ہمارے ہاں نوکر تھی۔ یہ لفظ بولا کرتی تھی تو بیبیاں

---

(۱) میکس مولر نے 'ک' الحاقی اور 'م' مفعولی کو اس لاحقے کی اصل بتایا ہے اور بابو راجندر لال مترا کو اس سے اتفاق ہے (جنرل بنگال سوسائٹی ۴۳ صفحہ ۴۰۷)
(۲) بحوالہ بیمز ج ۲ صفحہ ۲۵۶۔ پنڈت مہابیر پرشاد دویدی اور ہری اودھ کی رائے بھی یہی ہے (ہندی بھاشا اور اس کے ساہتیہ وکاس صفحہ ۸۱)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اور لونڈیاں سب اس پر ہنستی تھیں (۱) اس میں تین لغت ہیں ۔ 'تئیں'، یہ گجراتی سے اُردو میں آیا ۔ اُردو شہ پارے میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں ۔ 'تئیں'، یہ زیادہ عام اور کثیر الاستعمال ہے ۔ "تیئیں"، یہ خالص پنجابی ہے ۔ 'اردو' میں استعمال نہیں ہوتا ۔ 'کے تئیں' کی جگہ اُردو میں تنہا کے بھی استعمال ہوا ہے (شہ پارے صفحہ ۳۲۷) 'کتئیں' بھی دیکھا گیا ہے ۔ (صفحہ ۳۳۵) جس سے یہ خیال گزرتا ہے کہ شاید یہ ایک کلمہ ہے اور سنسکرت "کرتے" سے چھوٹ کر بنا ہے ۔

'لئے'، کو بھنڈارکر، 'لگ'، سے ماخوذ مانتے ہیں جس کے معنیٰ ہیں 'لگنا' اور 'چمٹنا'، اس سے متعدی مصدر "لاونا" یا "لاتا" بنا ۔ 'لئے' ان کے خیال 'لاہی' تھا ۔ یہ ماضی معطوفہ ہے ۔ 'لای' بمعنیٰ لاے کو یا لاکر ۔ دکنی میں لانا لگانے کے معنیٰ میں مستعمل تھا ۔ 'لاونا' یا 'لاہتا' سے مخفف کیا گیا تھا ۔ اس کے تغیرات اور مختلف حلقے اس طور پر ہیں ۔ لگاونا ۔ لاونا (بحذف گ) لانا ۔ یہ فعل بھی اس شکل وصورت میں گجراتی سے لیا گیا ہے ۔ 'اُردو' میں 'لگنا' صحیح اور فصیح ہے 'لئے' واسطے اور غرض سے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے مفہوم کا لگنا یا چمٹنا سے بہت دور کا تعلق ہے ۔ اس لئے بھنڈارکر کا یہ اشتقاق بعید از قیاس نظر آتا ہے ۔

۳ - اضافی

'اُردو' میں علامت اضافت 'ک' ہے ۔ جس کی تین حالتیں ہیں ۔

---

(۱) رقعہ بنام قدر بلگرامی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کا واحد مذکّر کے لئے واحد اور جمع مؤنث کے لئے ۔ ' کے '، جمع مذکّر کے لئے ۔ علامت اضافت میں یہ اختلاف بعد میں آنے والے اسم (مضاف) کے اعتبار سے ہوتا ہے ۔ حامد کا لڑکا ۔ محمود کی لڑکی یا لڑکیاں ۔ حمید کے لڑکے ۔ دکنی اُردو میں جمع مؤنث کے لئے "کیاں" استعمال ہوتا تھا جیسے حامد کی لڑکیاں ۔

اس کی اصلیت میں اختلاف ہے ۔ کچھ علماء اسے 'سنسکرت' لاحقہ فاعلی कृत یا कृ سے ماخوذ مانتے ہیں ۔ کا یک (جسمانی) روملک (روم کا رہنے والا) شیام سُندر داس کہتے ہیں کہ قدیم 'ہندی' میں 'کا' کی جگہ صرف 'ک' استعمال ہوتا تھا (۱) تُلسی داس اور کبیر داس کے علاوہ 'ودیاپتی' کے یہاں بھی یہ 'ک' ملتا ہے ۔ جیسے سجنک پریتی پاشا ٹرسم ریکھا (۱) اچھے آدمی کی محبت پتھر کی لکیر ہے) اس میں "سجنک" اضافی حالت میں ہے جو سجن (اچھا انسان) اور 'ک' اضافی کا مجموعہ ہے اُردو 'کا' 'سنسکرت' कृत سے ماخوذ ہے ۔ ڈاکٹر 'ٹرمپ' کا خیال بھی یہی ہے (۲) ایک خیال یہ ہے کہ 'اردو 'کا' 'پراکرت' कक्ष یا कृत سے حاصل کیا گیا ہے ۔ یہ دونوں خیال ایک سا ہیں ۔ 'پراکرت' 'اک' ظاہر ہے 'سنسکرت' 'ک' ہی کا ایک رُوپ ہے ۔

ایک تیسرا مسلک بھی ہے اور وہ اکثر علماء لسانیات کا ہے 'پراکرت' میں 'کیرکم' اور 'کیرو' ، بطور لاحقہ اضافت اکثر ہوتے ہیں اور اُردو 'کا' کی طرح تذکیر و تانیث کے اعتبار سے ان میں تبدیلیاں

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۴۳ (۲) بیمز جلد ۲ صفحہ ۲۸۱
(۳) بحوالہ جنرل بنگال سوسائٹی جلد ۳۳ صفحہ ۴۹۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بھی ہوتی ہیں۔ 'کیرُ ـ و' کا مؤنث 'کیرُ ـ ا' تھا جو 'کیرکا' سے بنا تھا۔ یہ 'کرپور منجری' میں ہے (۱) 'ماگدھی' میں یہ کیلکے ہے 'کیرُ ـ و' سے 'کیرو' اور 'کیرُ ـ ا' سے 'کیری' وجود میں آئے۔ یہ روپ چند بردائی کے 'راسو' میں ہیں۔ مثلاً :۔

(۱) "دورے گنج اندھ چوہان کیرو" (چوہان کے ہاتھی اندھے بن کے دوڑے)

(۲) "بھدی ورشٹی سوں ورشٹی چوہان کیری" (چوہان کی نظر اس منظر کو دیکھ کر رہ جاتی رہی) تلسی داس 'کا کر' اور 'کر' بھی 'کیر' اور 'کیری' سے ماخوذ ہیں۔ ان کا آخری روپ 'ک' ہے جو جائسی کے یہاں ہے۔ جیسے 'دھن پتی آہے جیہ ک سنسارا' (دھن والا وہ ہے جس کا سنسار ہے) جے ک جس کا، اس لاحقے کے مختلف سلسلے وار تغیرات یہ ہیں :۔

کیرکو۔ کیرُ ـ و۔ کیرو۔ کیر۔ کر۔ ک۔ کا۔

ان میں سے 'کیر' دکنی اردو میں بھی تھا۔ امین دکنی کا مصرع ہے۔

مصرع جو قاصد کیرے ہتھ نامہ چھڑایا

غواصی کہتا ہے :

کہ ہے چاکری مرد کیرا سنگار

سوال یہ ہے کہ "کیرک" کیسے بنا اور اس کا ماخذ کیا ہے؟ یہ مسئلہ بھی کچھ کم نزاعی نہیں۔ ہورنلے اس کی اصل سنسکرت، कृत (کرت سے اسم مفعول) بتاتے ہیں جس پر الحاقی क اضافہ کرنے سے कृतक بنا

---

(۱) ولز مبادیات پراکرت صفحہ ۱۱۵

(۲) تقابلی گرامر صفحہ ۲۳۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اور جب 'آ' حذف ہوئی تو कारिअमो اور پھر के रश्री ہوا (۱)
'پشل' کے نزدیک 'کیر' اصل میں 'کاریہ' تھا۔ 'کاریہ' کے معنی ہیں وہ کام
جو کسی طرف منسوب ہو۔ شیر کی گرنج "سنگھ کاریہ" کہلاتی ہے۔ اس لئے
وہ اس کی طرف منسوب ہے۔ 'کاریہ' پراکرت میں 'کیر' ہوا۔ جیسے 'پیرنتا'
اور 'آشچریہ' سے 'اچھیر' (۲) "بیمز" اور ہورنلے کے ہم خیال ہیں (۳) اور
بھنڈارکر 'پشل' کے ہورنلے کے اشتقاق پر بھنڈارکر نے کئی اعتراض
کئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ انہیں 'کرت' کی کوئی شکل کرے نہیں ملی۔ 'کرت' سے
'پراکرت' में कि अम اور कअम بنتے ہیں۔ دوسرے 'کرتے' کی' سے '
تے' ایک عارضی مستقل اور وقتی چیز ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اتنی پائندگی حاصل کر سکے
کہ وہ ए کی شکل میں مستقل طور پر एन علامت اضافت بن جائے۔ تیسرے
کرت اسم کے طور پر تو استعمال ہو سکتا ہے لیکن یہ بعید نظر آتا ہے کہ وہ ملکیت
بتائے (۳) شیام سندر داس کہتے ہیں 'کاریہ' کا تعلق مستقبل سے ہے
اور اضافت کا ماضی سے اس لئے 'کاریہ' کا اضافی علامت کے طور پر
استعمال کچھ ٹھیک نہیں۔ (۴)

'کیرا'، 'کو'، 'کے' اور 'را' سے بھی مرکب مانا جا سکتا ہے۔ 'را'، ہر چند
مفعول کے لئے ہے جیسے کہ سطور بالا میں عرض کیا گیا، لیکن 'فارسی' اور
پہلوی میں یہ اضافت اور نسبت کے لئے استعمال ہوا ہے "حاکم
را پسرے بود" میں 'را' اضافی ہے۔ اضافت اور مفعول میں معنوی

---

(۱) انڈین اینٹی کوئری دسمبر ۱۸۷۳ء صفحہ ۳۶۸ (۲) تقابلی گرامر صفحہ ۲۸۵
(۳) لیکچرز صفحہ ۲۵۷ (۴) ساہتیہ صفحہ ۱۴۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اتحاد اور یگانگی ہے۔ ہند ایرانی زبانوں میں ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ ہوتا تھا۔ یہ پتا نا مشکل ہے کہ 'کا' اور 'را' میں سے کون سی علامت اصل کے اعتبار سے اضافت کے لئے ہے اور کون سی مفعول کے لئے۔ 'ہورنلے' بھی 'کار' کو 'کا' اور 'ر' سے مرکب بتاتے ہیں۔ وہ دونوں کو اضافی کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک 'کار' دوہرا اضافی لاحقہ ہے۔

میرا خیال ہے کہ 'کا' اور 'کی' خاص 'اردو' علامات ہیں۔ شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ 'امیر خسرو' کے معاصر ہیں۔ ان کا ایک مندرہ مشہور ہے۔ اس میں 'کا'، 'کی'، کے علامات استعمال ہوئی ہیں۔ امیر خسرو کے کلام میں بھی 'کا' اور 'کی' دیکھے گئے ہیں۔ (۲) کیرا۔ کیری۔ اودھی' یا راجپوتانے کے علاقے سے دکنی 'اردو' میں آگئیں۔ دوسرا قیاس زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ چیٹرجی نے لکھا ہے کہ 'کیر' راجپوتانے اور بنگال میں مستعمل تھا۔ (۳) 'اردو' کا ماخذ 'اودھی' 'کیر' سے مختلف ہے۔ معبذطار کرتے 'سنسکرت' 'کرت' سے اسے نکالا ہے: "تلسی کرت کا دیہ" کی 'اردو' تلسی کی شاعری ہے۔ اور ہری اودھ نے 'سنسکرت' "نسبتی" یا صفتی سے (۴) اس سے پہلے مفعول لاحقے پر بحث کرتے ہوئے عرض کیا جا چکا ہے کہ 'کو' 'سنسکرت' 'اسماکم' سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ بیمز نے 'کا' اضافی کو 'اسماکم' کے 'کم' سے ماخوذ مانا تھا۔ اور دیکھ کر موجودہ بولیوں کے لاحقے اکثر ضمیروں کے لاحقے سے تراش لئے گئے ہیں۔ یہ قیاس

---

(۱) گرامر صفحہ ۲۳۲ ذیل (۲) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۴۴

(۳) بنگالی صفحہ ۷۵۳ (۴) ہندی بھاشا صفحہ ۸۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

صحت سے بعید معلوم نہیں ہوتا۔

۴۔ آلی یا سببی

اس حالت کا نام سنسکرت میں کونٹر ہے۔ 'کرن' کے معنی ہیں آلہ یا اوزار اس لئے میں نے اس حالت کا نام 'آلی' تجویز کیا ہے۔ اردو میں 'آلی' اور مجروری دونوں کا لاحقہ واحد ہے۔ دونوں کا اظہار حرف 'سے' سے کیا جاتا ہے۔

فاعل اور مفعول کا اظہار ساتھ ساتھ مقصود ہو تو اُردو میں فعل معروف استعمال کریں گے اور یوں کہیں گے " رام کتاب پڑھتا ہے "۔ اور اگر فاعل کو چھپانا چاہیں تو فعل مجہول لائیں گے۔ کتاب پڑھی جاتی ہے۔ پڑھنے والا کون ہے ؟ اس جملے سے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ سنسکرت محاورہ اس کے خلاف ہے فعل مجہول کی صورت میں بھی سنسکرت میں فاعل کا ذکر کیا جاسکتا ہے فعل مجہول کا یہ فاعل آلی حالت میں ہوتا ہے۔ سنسکرت میں اس کی علامت "ـِ ین" ہے جیسے "رامین"، رام نے یعنی رام کے ذریعے اور اس کے واسطے سے۔

اُردو کی ماضی اصل اور ساخت کے لحاظ سے اسم مفعول ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کے ساتھ فعل کے بحث میں لکھا جائے گا۔ اسم مفعول مجہول کا صیغہ ہے۔ اس لئے بطور فعل استعمال ہونے کی صورت میں اس کا فاعل (سنسکرت) محاورے کی مطابق آلی ہونا چاہیئے۔ اُردو میں اس کی یہی کیفیت ہے "رام نے کتاب پڑھی"۔ کا مفہوم ہے کتاب پڑھی گئی رام کے ذریعے اور اس کی وساطت سے۔ گویا رام کتاب پڑھے جانے کا ایک آلہ ہے۔" "چور لاٹھی سے پیٹا گیا"، اس جملے میں 'لاٹھی' جس

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

طرح پیٹنے کا آلہ ہے ٹھیک اسی طرح رام کو پڑھنے کا آلہ سمجھنا چاہیئے۔ سنسکرت میں ان دونوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں جملوں میں رام اور لاٹھی 'کرن' تھے اور ان کی اس حالت کا اظہار 'ین' (अ + इन) سے کیا جاتا تھا۔ اُردو میں ان دونوں میں فرق ہے۔ رام کو جو جان دار اور ہوش مند ہے فاعل سمجھا جاتا ہے مگر فعل معروف کے فاعل سے ممتاز بنانے کے لئے قدیم محاورے کے مطابق اس پر آلی حالت کا لاحقہ 'نے' اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ لاٹھی ایک بے جان چیز ہے۔ اس میں از خود کام کرنے کی صلاحیت نہیں۔ اس لئے بدستور اسے آلہ اوزار یا ذریعہ قرار دے کر 'سے' کی مدد سے اس کی حالت کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

'نے' اُردو میں اگر فاعل کی علامت ہوتا اور اسم کی فاعلی حالت بتاتا تو فعل ہمیشہ اس اسم کی مطابق ہوتا جس کے بعد 'نے' ہے اور ہر جگہ فاعل کے بعد اس کا اضافہ جائز اور صحیح سمجھا جاتا۔ اُردو میں فعل حال، مستقبل اور فعل لازم کی ماضی کے ساتھ اگر فاعل کا ذکر کیا جاتا ہے تو 'نے' کا استعمال نہیں ہوتا۔ جیسے سورج نکلا۔ حامد اسکول جاتا ہے۔ میں کتاب پڑھوں گا۔ ان مثالوں میں 'سورج' 'حامد' اور 'میں' فاعلی حالت میں ہیں۔ مگر ان کے بعد 'نے' نہیں اور نہ لایا جا سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ 'نے' فاعل کی علامت نہیں۔ فعل مجہول کے فاعل کی علامت ہے اور انگریزی 'by' کے ہم معنیٰ ہے۔ انگریزی میں اس نوع کے فاعل کو Agent (نائب فاعل) کہتے ہیں۔

'نے' کی اصل 'سنسکرت' علامت آلہ एन ہے۔ 'اردو' کا 'نے' اور اس کا بطور مجہول استعمال براہ راست سنسکرت سے لیا گیا ہے۔ اس

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مفہوم کو ممکن نہیں کوئی اور جداگانہ کلمہ ادا کر سکے۔

"سنسکرت" کی اس آلی علامت کا استعمال 'پراکرت' کے آخری دور تک رہا۔ پالی اور 'پراکرت' میں مفتوحۃ الاواخر اسماء کے آخر میں آنے کے لئے۔ یہ لاحقہ مستعمل تھا۔(۱) اپ بھرنش عہد تک پہنچتے پہنچتے 'ے ین' کا 'ن' غنہ ہو کر 'ے ین' نہ گیا لیکن اس کے ساتھ 'ے ین' بھی رائج رہا۔ آلے کے لئے بھی اور فعل مجہول کے فاعل کے لئے بھی۔ ہیم چندر نے اُپ بھرنش کے جو اشعار مثال میں پیش کئے ہیں۔ ان میں سے ایک شعر میں یہ تین کلمے استعمال ہوئے ہیں نहोण पवमलेरा दड़ए

یہ تینوں کلمے آلی حالت میں ہیں۔ ان میں سے پہلے دو فاعل ہیں اور تیسرا آلہ (نہیں بمعنی ناخن کے ذریعہ) پہلے میں ए ہے اور باقی دو میں एन (۲) بھنڈارکر کا یہ اعتراض کہ 'نے' اگر لیا جا سکتا ہے تو اپ بھرنش 'ے ین' سے اور 'ن' غنہ ہو جانے کے بعد اس کا اظہار بعید نظر آتا ہے دو وجہ سے غلط ہے۔ اوّل اس وجہ سے کہ اپ بھرنش میں 'ن' کا اظہار بھی تھا۔ دوسرے یہ کیا ضرور ہے کہ اردو 'نے' اُپ بھرنش سے لیا جائے۔ وہ براہ راست 'ے ین' سے بھی لیا جا سکتا ہے۔

"ے ین" سے 'نے' کیسے بنا؟ بھنڈارکر کہتے ہیں کہ 'نے' دوہرا علامت ہے۔ اوّل "ے ین" سے 'ن' تراشا گیا۔ بعد میں اپ بھرنش "ے ین" جو خود ے ین سے نکالا گیا تھا۔ اس پر اضافہ کر دیا گیا۔

---

(۱) ولز صفحہ ۴۴ پالی گرامر صفحہ ۵۸ (۲) بھنڈارکر صفحہ ۲۵۲

(۳) ایضاً صفحہ ۲۵۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس طرح " نے تیار ہوا (۱) لیکن زیادہ اچھا یہ ہے کہ 'نے'، کو 'بین' کا مقلوب سمجھا جائے۔ قلب زبان کے ارتقاد میں ایک بڑا محرک ہے۔ جس نے ہماری بول چال کی زبانوں کے بنانے، سنوارنے اور سدھارنے میں بہت بڑھ کر حصّہ لیا ہے۔ شیام سندر اور ہری اودھ' بھی 'نے'، 'کو بین' کا مقلوب بتاتے ہیں (۱)۔ بیمز نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر 'نے' 'پراکرت بین" سے ماخوذ تھا تو اس کا استعمال پرانی ہندی میں کثرت کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔ اس لئے وہ قیاس کرتے ہیں کہ 'نے'، 'لگ' سے بنا ہے۔ لگ کا اسم مفعول 'لگن' ہے جس سے مفعول ثانوی حالت لگنے بنتی ہے۔ 'اردو' لئے بھی 'لگتے' ہی سے بنا ہے۔ 'نے' اس کا مخفف ہے۔ اس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ گجراتی میں "کرن" اور "سمپردان" ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ ادھر نیپالی میں مفعول ثانی کے لئے "لائی" اور آلہ کے لئے "لے" ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے اتنے مشابہ ہیں کہ دونوں ایک مادہ سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر بھنڈارکر کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے کہ 'نے'، پرانی ہندی میں استعمال نہیں ہوا۔ مرہٹی' میں 'نے'، کی دو شکلیں تھیں 'نی'، اور 'نین'، یہ دونوں شکلیں "مرہٹی" کے قدیم شاعر گیانیشور کے کلام میں ہیں۔ 'ہندی'، کے مشہور شاعر سوردااس کے یہاں بھی 'نے'، دیکھا گیا ہے۔ مثلاً:-

ایک برش تے آجو موہی سپنا نتر دینون

آج ایک شخص نے مجھے خواب میں اپنا دیدار دکھایا۔ اس میں

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۳۸ ہندی بھاشا صفحہ ۸۰ (۲) پنجاب میں اُردو صفحہ ۱۱۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"پرش" دونوں کا فاعل ہے اور اس پر 'نے' علامت آلہ موجود ہے۔ امیر خسرو تیرہویں صدی عیسوی کے شاعر ہیں۔ پروفیسر شیرانی نے ان کی ایک ہندی غزل ایک بیاض سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ شعر بھی ہے۔ (۱)

میرا جو من تم نے لیا تم نے اُٹھا غم کو دیا
غم نے مجھے ایسا کیا جیسا پتنگا آگ پر

اس میں تین جگہ 'نے' ہے اور تینوں جگہ علامت فاعل Agent کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

ہورنلے کا خیال ہے کہ اُردو کی پڑوسی زبانوں میں سے مارواڑی میں مفعول کے لئے 'نے' یا 'نیں' مستعمل تھا اور برج میں 'کو' یا 'کوں'، اس لئے بہت ممکن ہے کہ اُردو نے 'نے' یا 'نیں' کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور اس کی جگہ 'کو' اختیار کر لیا۔ اور 'نے' فعل مجہول کے فاعل کے لئے استعمال ہونے لگا۔ (۲) لیکن یہ ایک لچر سی بات ہے 'نے' کو انہوں نے 'لے' سے ماخوذ مانا ہے۔ جو 'لئے' سے ڈھالا گیا تھا۔ 'لیے' کی بابت میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ وہ ان کے نزدیک "لبد" ہے کا بگڑا ہوا رُوپ ہے۔

یہ امر بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ 'ن' کی علامت سنسکرت میں 'ن' ہے۔ مفتوح الاواخر اسماء میں یہ نون 'ین' کی شکل میں ہے۔ اور مکسور یا مضموم الاواخر مذکر اور بے جنس اسماء میں 'نا' کی شکل میں جیسے منِنا (منی نے) بھانُنا (سورج نے) پلیٹس نے شاید اسی لئے 'نے' کو سنسکرت 'نا' سے ماخوذ مانا ہے (۳)

---

(۱) گرامر صفحہ ۲۱۹ (۲) اردو گرامر صفحہ ۳۷ (۳) تقابلی گرامر ج اپ ۱۵۸
(۴) سنسکرت گرامر د ہٹنے صفحہ ۳۳۶ (س)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'بو' 'ب' 'کرن' کا اصلی لاحقہ आम بتاتے ہیں۔ आम اُن کے نزدیک زینت کلام کے لئے ہے (۳) لیکن ہیں مکسور الآخر مؤنث اسماء کے لئے بھی आम ہی استعمال ہوتا ہے (۴) اس لئے غالباً आम ہر مقام پر تھا بعد میں تخفیف یا تسہیل کی نذر ہو گیا۔(۱)

۵۔ مجروری

(سنسکرت' میں اسے "اپادان" کہتے ہیں۔ اُردو میں ابتدائی یا منتی (من= سے) بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے لئے صرف ایک حرف 'سے' ہے جیسے گھر سے نکلا۔ گھوڑے سے اُترا 'سے' آلے یا سببیت کے لئے بھی ہے لاٹھی سے مارا۔ محنت کرنے سے بیمار پڑ گیا۔

"سے" میں کئی لغات ہیں۔ یہ سب دکنی اُردو میں مستعمل تھے۔ سوں یا سیں 'ولی' کا شعر ہے ؎

مت غصّے کے شعلے سوں جلتے کو جلاتی جا
ٹک مہر کے پانی سوں یہ آگ بجھاتی جا

ولی سے تقریباً پچاس سال پہلے یہ "نے" یا "سیں" کی شکل میں تھا۔ "غلام علی" کا مصرع ہے۔

بھلائی ستے تو بھلا پائے گا

غلام علی سے پہلے 'تھے' بولا جاتا تھا۔ محمد قلی کا کہنا۔

معانی کی باتاں تھے جو تا نمک

---

(۱) اُردو گرامر صفحہ ۵۷ (۲) تقابلی گرامر ج اپ ۱۵۸ (۳) سنسکرت وہیٹنے صفحہ ۲۳۶ (س) (۴) ملاحظہ فرمائیے "نے کی سرگزشت" مطبوعہ اُردو اکتوبر ۵۲ء

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'وجہی' کے زمانے میں 'تے مستعمل تھا۔ جیسے :-

منج تے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا

یہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی ہے۔ ان کا ایک جملہ ہے " اگر اس میں تے یک پردہ اُٹھ جاوے تو اس کی آنچ تے میں جاؤں " میاں خوب محمد گجراتی نے " تھیں استعمال کیا ہے۔ جیسے

" غیرت تھیں سب کیا قبول " (۱)

اس کے علاوہ " سم " اور " سن " ہندی میں ملتے ہیں۔ چند بردائی نے " سم " کو " سے " کے معنی میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ جیسے کہے کتنی سم لغت (۱۔ ۱۱) کہی سنکاوک اندر سم (۲۔ ۱۱) جلی لکو جدہا اندر سم (۲۔ ۲۱۸) پراکرت میں اس مفہوم کے لئے " سنتو " استعمال ہوتا تھا۔

یہ لغات ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک ہی مصنف کے یہاں ان میں سے اکثر شکلیں ملتی ہیں۔ ڈاکٹر زور نے ان استعمالات اور تغیرات کا جو تاریخی ارتقاء بیان کیا ہے وہ صرف اس صورت میں صحیح ہو سکتا تھا کہ ابتدا ان میں کا صرف ایک لغت استعمال ہوتا یا آخر میں صرف ایک رہ جاتا اور باقی متروک ہو جاتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'ولی' سے پہلے 'ستے'، یا 'ستین' تھا۔ اس کا مطلب ظاہر ہے اس کے سوا کیا ہے کہ 'ولی' سے پہلے 'سوں'، اور 'سیں' نہ تھے۔ اور 'ولی کا زمانہ آتے آتے 'ستے' اور 'ستیں'، متروک ہو گئے یا انہوں نے 'سوں'، یا 'سیں' کا روپ اختیار کر لیا۔ اسی طرح غلام علی پہلے جب 'تے' بولا جاتا تھا تو 'سوں'، 'سیں'، 'سیتے'، 'ستیں' ان میں سے کسی کا وجود نہ تھا۔ ان میں کوئی بات صحیح نہیں۔ 'غلام علی'

یہ تفصیلات ہندوستانی لسانیات صفحہ ۴۴ اور رسالہ " ہندوستانی " ۱۹۳۲ء صفحہ ۵۴ سے ماخوذ ہیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'نے'، 'ستے'، کے ساتھ 'سوں'، بھی لکھا ہے۔

جنے حق کی توفیق سوں کوئی دھات

'ولی'، سے تقریباً سو سال پیشتر ابن نشاطی نے "پھول بن" لکھی۔ اس 'تے'، کے پہلو بہ پہلو 'سوں' بھی ہے۔

ہو کر مشہور تھا سوداگری سوں
کہتے تھے کارواں سالار اس کوں
میں سر سے پاؤں لگ اسی موہنی کا
کہ تھا تیوں صفت کرنی سکوں گا

محمد افضل جھنجھانوی کا بارہ ماسہ ۱۶۲۶ء کی تصنیف ہے۔ اس میں 'سوں' اور 'سیں'، اور 'نے'، سب ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) ارے یہ عشق 'سوں' ڈرتی پھروں رے
(۲) کرے دل لے 'ہمن سیں' بے وفائی
(۳) تمن بن برہ 'تے'، جلتی رہے گی

ملک خوشنود محمد افضل کا معاصر ہے۔ اس نے ہشت بہشت کے نام سے ایک مثنوی لکھی تھی اس کا ایک شعر ہے جس میں "سے" استعمال ہوا ہے۔

جوانی 'سے'، دیا حق منعم کون ہیری
خدا تج کون کیا ہے دست گیری

---

(۱) ڈاکٹر زور نے 'خود' 'سے'، 'اور' 'سیں' کو سنسکرت 'سہتیں' سے، 'سوں'، کو 'سمہ' سے، 'سیتی'، کو 'سنتکین' سے اور 'تے'، وغیرہ کو 'سنت'، سے ماخوذ مانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں ایک بھی دوسرے کا ماخذ نہیں۔ سب کے ماخذ الگ الگ ہیں (ہندوستانی سنہ ۳۲ء حاشیہ صفحہ ۵۱۴)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ان لغات کا ساتھ ساتھ استعمال بتاتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں۔ پاس پڑوس کی زبانوں سے یہ اردو میں چلے آئے۔ میرا خیال ہے کہ "نے" پنجابی یا برج سے سولھویں صدی عیسوی کے لگ بھگ دکنی اردو میں آیا اور 'تئیں' پنجابی یا گجراتی سے ہماری زبان کا اصل کلمہ 'سے' یا 'سیں' ہے۔

'سے' یا 'سیں' کی اصل सम है جو سنسکرت متعلق فعل सम से ماخوذ ہے (۲) اس کا ایک روپ सन بھی تھا۔ 'سم' یا 'سن' کے معنیٰ ساتھ کے ہیں۔ اوّل اوّل 'سے'، اردو میں ساتھ کے معنیٰ دیتا تھا! 'لاٹھی سے یعنی لاٹھی کے ساتھ۔ "میں نے زید سے کہا۔" کا مفہوم تھا زید کے ساتھ بات کی مجروری اور آلی حالتوں میں خاص تعلق ہے اور پالی میں ان کے لئے علامتیں بھی ایک جیسی ہیں۔ اس لئے 'سے' جو آلہ کے لئے وضع ہوا تھا مجروری حالت میں استعمال ہونے لگا۔ اس کے تغیرات بھنڈارکر نے یہ بتائے ہیں۔ 'سم' اوّل सम्म ہوا۔ اس لئے کہ سنسکرت اسماء کا 'م'، حروف علت اور 'ن' غنہ سے بدل جاتا ہے۔ تلمین کے لئے جب आ اس پر اضافہ ہوئی تو सम बना۔ 'سیم' سے 'سیں' اور پھر 'سے'، 'ی' کی جگہ 'و' اضافہ ہوا تو सव بنا۔ جس طرح म کا ए ہوا تھا، व کا ग ہوا اور "سوں" وجود میں آیا۔ اس طرح 'اردو' کے بعد تین کلمات بنے۔ سوں۔ سیں۔ سے۔ (۳)

ہورنلے اس سے متفق نہیں۔ وہ 'سے'، 'سیں' وغیرہ کو संगे سے ماخوذ بتاتے ہیں۔ سنگو کا اصلی روپ 'سنگتو' ہے جو: اس، (ہونا) سے اسم حالیہ

(۱) بیمز ج ۳ صفحہ ۲۷ – (۲) بھنڈارکر صفحہ ۲۵۱ (گرامر صفحہ ۲۲۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہے۔ سوں، وسنتو، سے لیا گیا اور 'سے' اور 'سیں' اس کے ایک فرضی روپ 'سنتو' سے جو غالباً "ہنتو" پر قیاس کر کے وضع کیا گیا تھا۔ (۱)

کیلاگ نے اپنی گرامر کے پہلے ایڈیشن میں 'سے' کا ماخذ सस्य کو قرار دیا تھا۔ جو सम کی اضافی حالت ہے۔ پراکرت میں ایک स گر تو सस्य باقی رہا۔ بندیلی समा (ساتھ) کی اصل بھی سنسکرت सस्य ہی ہے (۲) اگرچہ دوسرے ایڈیشن میں کیلاگ نے اس خیال سے رجوع کر لیا۔ اور اس کی جگہ سنگے (ساتھ) کو 'سے' کا ماخذ ٹھیرایا لیکن پہلا اشتقاق کچھ کم خیال افزا نہیں۔ سنسکرت علامت اضافت सव اور اردو से دونوں کی اصل اس ہے، قدیم آریائی زبان میں 'س' اور 'ج' ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے تھے۔ سنسکرت، "ج"، (بمعنیٰ اور) غالباً 'س' ہی کا ایک روپ ہے۔ جولس بلاک نے لکھا ہے کہ 'س'، 'ش'، کا 'چ'، اور 'چھ' سے تبادل ہند آریائی زبانوں میں قدیم سے ہے۔ (۳) اس کے علاوہ 'ولز' کہتے ہیں کہ سنسکرت فعلی صورتوں کا "چھ" ہند یورپی زبانوں میں "سک" تھا (۴) فارسی 'از' قدیم فارسی کا "ہچ" ہے (۵) سنسکرت ते اور قدیم فارسی کا 'ہچ' ایک ہیں۔ 'ز' جدید فارسی میں بطور علامت اضافت مستعمل ہے۔ "از من" یا "ز من" کے معنیٰ ہیں۔ میرا، 'از' اور 'سے'، اصل اور معنی دونوں کے اعتبار سے ایک ہیں جس طرح 'از' مجروری اور اضافی دونوں حالتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ 'سے' بھی کسی زمانے میں دونوں کے لئے مستعمل تھا لیکن اردو میں اب وہ صرف مجروری معنیٰ دیتا ہے اور اس کا اضافی مفہوم امتداد زمانہ اور ارتقائے لسان کے زیر اثر فراموش

(۱) نساہتیہ صفحہ ۱۴۰ (۲) مرہٹی زبان صفحہ ۱۱۱ (۳) مبادی پراکرت حاشیہ صفحہ ۶۴
(۴) فارسی گرامر (۵) اردو گرامر۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہو گیا ہے۔ بلیٹس 'سے' کو 'سچ' سے ماخوذ بتاتے ہیں (۱) 'سچ' کا 'س'
فارسی میں 'ہ' سے بدل گیا۔ اس صورت میں فارسی 'ہچ' اور سنسکرت 'سچ'
ایک نظر آتے ہیں۔ 'سچ' 'س' اور 'چ' سے مرکب ہے اور دونوں ہم معنیٰ
ہیں۔ اس لئے یہ کلمہ دُہرا یا مرکب لاحقہ ہے۔ قدیم اردو میں "چا" بطور لاحقہ
اضافت مستعمل تھا جو آج مرہٹی میں ہے: غالباً وہ قدیم ابدال کی ایک نشانی ہے (۲)
'تے' کی اصل 'سنسکرت علامت तस है جو اسماء کے آخر میں ابتدار
ظاہر کرنے کے لئے اضافہ کی جاتی تھی جیسے نگر تہ (شہر سے) گرہتہ (گھر سے) (۳)
بھنڈارکر اسے اُپ بھرنش आत्म (لئے) سے ماخوذ بتاتے ہیں اور "ترتے"
سے (۴) اس صورت میں مجروری حالت کو مفعولی ثانوی حالت ماخوذ ماننا
پڑے گا جس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ 'سے' اور 'تے' کی ترکیب سے
'ستے' وجود میں آئے۔ یہ دہرے لاحقے ہیں اور دہرے لاحقے ہماری زبان
میں بہت ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ 'ستے' 'سنسکرت' لاحقہ स्तात
سے بنا ہو۔ یہ لاحقہ سنسکرت میں 'سے' کے معنی دیتا تھا۔ جیسے
اوہستات (نیچے سے) پرستات (آگے سے) جس طرح 'تس' سے 'تے'
بنا "ستات" سے 'ستے' وجود میں آیا۔ اس مقام پر یہ عرض کرنا بیجا
نہ ہوگا کہ پراکرت مجروری لاحقہ جمع आत्म اور स کی ترکیب سے
'ستو' وضع کیا گیا تھا جس میں 'تو' مجروری تھا۔ اور 'س' ظرفی۔ عجب نہیں کہ
'ستے' بھی 'س' اور 'تے' کی ترکیب سے 'ستو' کی مثال پر گھڑ لیا گیا ہو۔

---

(۱) مقدمہ آدی گرنتھ ٹرمپ (۲) ہیمرزج ۲ صفحہ ۲۷۳
(۴) بھنڈارکر صفحہ نمبر ۲۵۴ و ہورنلے صفحہ ۲۲۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'نھے' اور 'تھیں' کی اصل 'ستے' ہے۔ یہ اگر پنجابی یا گجراتی سے ورآمد نہیں ہوئے تو کسی قدر بعد کی پیداوار ہیں یا یوں کہئے کہ 'ستے' سے متاخر ہیں۔ 'س' اور 'ت' مل کر ہماری جدید بولیوں میں 'ٹھ' ہوئے جیسے ہاتھ (سنسکرت ہست) ہاتھی (سنسکرت ہستی) تھے۔ اس صوتی میلان کا نتیجہ ہے کہ بھنڈارکر 'تھے' کو "اتم" کا مولود بتاتے ہیں۔ یہ نہیں 'پراکرات' ہے اور 'تت' (تہ) کی ظرفی حالت ہے صوتی لحاظ سے تو اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن معنی اور مفہوم کے لحاظ سے مجروری 'تھیں' کو ظرفی 'ٹھیں' سے نکالنا کچھ مناسب نظر نہیں آتا۔ ان مختلف لغات و کلمات کی تاریخی ترتیب اس طور پر ہے۔

(۱) سے۔ میں۔ سوں۔ تے۔ یہ لغات سب رس میں پہلو بہ پہلو استعمال ہوئے ہیں۔

(۲) ستے۔ تھے۔ تھیں۔

بابو رام سکسینہ نے 'سے' کو 'سہتی' سے، 'سوں' کو 'سمہ' یا 'سمن' سے، 'سیتیں' کو 'سنگین' سے اور 'تے' کو 'تیں' سے نکالا تھا۔ ڈاکٹر زور نے سکسینہ کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ (۱)

۶۔ ظرفی

ظرف کے معنی ہیں جگہ اور مقام۔ یہ حالت جگہ بتاتی ہے۔ اس کا سنسکرت نام "ادھی کرن" ہے۔ 'میں' اور 'پر' اردو میں اس کے دو لاحقے ہیں۔ 'میں' کی بابت کہتے ہیں کہ وہ سنسکرت "مدھیے" کی ارتقائی اور کسی قدر مسخ شدہ صورت ہے۔ اس کی درمیانی کڑیاں یہ ہیں۔

---

(۱) اردو کا ارتقاء صفحہ ۲۲۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مدھیئے - مجھے - ماجھے - مائیں - میں

بیمز، ہورنلے، بھنڈارکر وغیرہ سب اس پر متفق ہیں کہ شاید یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مدھیئے کی 'ے' سے ظرفیت کی نشانی ہے۔ جو آخر تک باقی رہی اور برابر اس کا احساس دلاتی رہی کہ کلمہ ظرفی حالت میں ہے۔ پھر اس کی کیا ضرورت پیش آئی کہ اس پر 'مِ' اور اضافہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ پراکرت میں ظرفی علامت 'مِ' ہے اور 'ماہے' میں 'ہ' اصل کلمے کی ہے۔ قدیم ہندی میں 'ماہے' کے ساتھ ساتھ 'مہیم' بھی ہے (۱) "ماہیں" اگر ماہ کی ظرفی حالت ہے تو 'مہیم' کو کیا کہیں گے۔ اس میں 'م' ظرف کی علامت نہیں۔ یہ 'م' کہاں سے آیا اور کیوں آیا؟ اور پھر اس کی بھی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی کہ 'ماہے' کی 'ہ' کس لئے حذف ہوئی۔ اس سلسلے میں یہ بھی پیش نظر رہے تو اچھا ہے کہ دکنی اردو میں 'تک' کے ساتھ منے بھی مستعمل تھا۔ وجہی کا شعر ہے۔ (۲)

صراحی پیالے لے ہاتاں منے — ندیماں تے مشغول باتاں منے

'منے' کیسے بنا؟ اگر یہ 'مدھیئے' کی بدلی ہوئی صورت ہے تو 'ن' اس میں کہاں سے؟ یہ سوالات کافی اہم ہیں اور جب تک ان کا کوئی تشفی بخش جواب نہ ہو "میں" کا مذکورہ بالا اشتقاق صحیح اور قابل اعتماد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ شیام سندر داس نے بھی اس اشتقاق سے اختلاف کیا ہے اور اس کی وجہ دو بتائی ہیں۔ اول یہ کہ مدھیے سنسکرت میں اور 'مجھے' پراکرت میں کلمے کی اضافی حالت پر جوڑے جاتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آزاد اور مستقل کلمے ہیں۔ ان میں یہ صلاحیت

---

(۱) بھنڈارکر ۲۶۱ (۲) اردو شہ پارے صفحہ ۱۹۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

نہیں کہ یہ اعرابی لاحقے کا کام دے سکیں۔ دوسرے پرتھی راج راسو میں 'مجھ' اور 'میں' ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ اگر 'میں' 'مجھ' سے گھس گھسا کر بنا تھا تو 'مجھ' کو مٹ جانا چاہیے۔ بزہ فرماتے ہیں کہ 'ماجھ' 'ماہیں' 'مہیں' وغیرہ کا ماخذ کی اصل "مدھیہ" ہے لیکن 'میں' پراکرت [illegible] 'پالی' [illegible] یا [illegible] سے ڈھالا گیا تھا۔ (۱) یہ بھی درست ہے نہیں۔ اگر 'میں' اور 'منے' کی اصل [illegible] ہے تو 'میں' کا غنہ اور 'منے' کا نون کس حرف کا قائم مقام ہے۔

دراصل اردو 'میں' اور دکنی 'منے' دونوں سنسکرت "سمن" سے ماخوذ ہیں۔ اس کے تغیرات یہ ہیں [illegible] [illegible] [illegible] اس میں 'ہ' کا تبادلہ 'ہ' سے ہوا جو پراکرت عہد سے چلا آرہا ہے (۲) منے کی تعبد جلیاں اس طور پر ہیں۔ سمن۔ ممن۔ ممین۔ منیں۔ منے۔ اس میں دو میموں کو ایک 'ن' سے بدل دیا گیا۔ جیسے سمہ کا 'م'، 'ن' سے بدل کر سن ہو گیا تھا۔ پروفیسر ہیبر کی رائے بھی یہی ہے (۳) کیلاگ نے یہ دیکھ کر 'میں' اور وہ تمام لغات جن میں 'ن' ہے 'مدھیے' سے ماخوذ نہیں ہو سکتے۔ یہ اپج کی کہ ان کو مدھیہ کی مفعولی حالت "مدھیم" سے نکالا۔ (۴) اس میں کتنا تکلف ہے۔ یہ محتاجِ بیان نہیں بنگلہ روزمرہ میں 'منی' اور 'نی' ظرفی علامات ہیں۔ ڈاکٹر چیٹرجی الجھن میں ہیں کہ اس کا جوڑ کہاں سے لگائیں۔ انہوں نے تین حل پیش کیے اور تینوں میں تکلف ہے۔ اول یہ کہ 'مہی' کا 'ہی'، 'نی' سے بدل گیا۔ دوسرے 'نی' کا 'ن' اصل کلمے کا ہے "گھرنی" گھرن ہی سے "بنا اور بھیڑنی"۔ آزاد لاحقے کے طور پر

---

(۱) ہندی بھاشا اور ساہتیہ صفحہ ۱۴۷ (۲) ہمبنڈ گرامر لیکچرز صفحہ ۵۴

(۳) بحوالہ کیلاگ طبع دوم حاشیہ صفحہ ۱۳۲ (۴) ایضاً صفحہ ۱۹۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

پر جگہ استعمال ہونے لگا۔ تیسرا اصل سبب سے زیادہ انوکھا ہے۔ وہ یہ کہ اسم معاونا پر کی "سے تراش کر "تی" الگ کر لیا گیا۔ (۱)

"پر" سنسکرت उपर سے منحوت ہے "اوپر" اردو میں بھی ہے۔ جیسے کوٹھے کے اوپر۔ اوپری بات۔ اوپر ہی اوپر۔ "پر" اس کا مخفف ہے۔

(۲) بھنڈارکر "پہ" یا "پے" کی اصل سنسکرت پارشو۔ پاس۔ پاہ۔ پہ بتاتے ہیں۔

(۳) ہورنلے "پر" کا جوڑ سنسکرت "پرے" (دوسری طرف) اور اپ بھرنشی "پر" سے لگاتے ہیں۔ (۴) یہ صحیح نہیں "پرے" اردو میں ہے لیکن "پر" یا "اوپر" کی بجائے دوسری طرف یا دور کے مفہوم میں جیسے "پرے ہٹو" یا "پرے رہو" اس کی اصل سنسکرت "پرے" اور پراکرت "پر" ہے۔

"پر" اور پرے اردو میں جدا جدا دو لفظ ہیں جن کے ماخذ بھی جدا جدا ہیں۔

د۔ صلات

اعرابی لاحقے

...میں فرق ہے۔ اعرابی لاحقہ کلمے کے ساتھ بلا واسطہ جوڑا جاتا ہے اور ... کی ظاہر اعرابی حالت کے بعد آتا ہے۔ کام دونوں کا ایک ہے۔ دونوں ... حالت بتاتے ہیں اور کلمے سے نئے نئے معنی پیدا کرتے ہیں۔ "کوٹھے پر" اور "مکان میں" ان مثالوں میں "پر" اور "میں" لاحقے ہیں۔ یہ ہر چند کلمے سے

---

(۱) بنگالی کا آغاز و ارتقا صفحہ ۷۷۳ (۲) ہندی بھاشا ہری اودھ صفحہ ۵۸ و کیلاگ صفحہ ۱۳۲ (۳) بھنڈارکر تے ۱۲۶ (۴) گوڑین گرامر ہورنلے پارہ ۳۷۸۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

الگ ہیں۔ مگر کلمے پر کسی دوسری علامت کی وساطت کے بغیر اضافہ کئے گئے ہیں۔ اور اس سے متصل ہیں۔ اس کے مقابلے میں "کوٹھے کے اوپر" اور "مکان کے اندر" ان میں "اوپر" اور "اندر" حصے ہیں۔ یہ "کوٹھے" اور "مکان" کی اضافی حالت میں جوڑے گئے ہیں۔ ویسے تو سبھی لاحقے کسی زمانے میں مستقل کلمے تھے جو روز و شب کی گردش سے گھس گھسا کر جزوِ کلمہ بن گئے اور اب وہ کلمے کے ساتھ مل کر استعمال ہوتے ہیں۔ اعرابی علامات کی ارتقائی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ پہلے مستقل کلمے ہیں جو کہیں معنیٰ کے لحاظ سے یہ اور کہیں اپنی مخصوص اعرابی حالت کی وجہ سے جُداجُدا معنیٰ ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے چند جو کثیر الاستعمال ہیں، ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

(۱) لگ، تلک، تک، تینوں معنیٰ اور اصلیت کے اعتبار سے ایک ہیں اور فعل کی انتہا بتاتے ہیں۔ بعض نحویوں نے "تک" کو "سے" کی طرح مجروری علامت شمار کیا ہے۔ ان میں اصل اور بنیادی حصہ "لگ" ہے جو سنسکرت "لگن" سے ماخوذ ہے۔ "لگن" مادہ لگ (چمٹنا) سے اسم مفعول ہے۔ آپ نے لگن' اب لگا ہوا۔ اب چمٹا ہوا۔ یعنی اب تک۔ پراکرت میں 'ن' کے 'گ' میں مدغم ہوجانے سے لگّ (تشدید) بنا۔ اردو میں ایک "گ" الف سے بدلا تو لاگ ہوا۔ ڈانٹ سب بولتے ہیں۔ الف کی تخفیف سے "لگ" وجود میں آیا، تب لگ۔ تو لگ، تلگ، تنلگ، تئو، اور لگہ سے بنے مرکب ہیں۔ جو "لگن" (جب تک) اور "تو لگن" (تب تک) قدیم اردو میں مستعمل تھے۔ جو کس بشریت اس میں باقی ہے تو لگن انا اللہ کہنے کی مشتاقی ہے۔ (۱) "تک" تلک کا مخفف ہے۔ درمیان سے 'ل' گرا اور 'گ'، 'ک' سے بدل گیا۔ کیتاگ اور پلیٹس اس کی اصل سنسکرت "دگھن" بتاتے ہیں۔ "ذرا تو ٹھکنے" اصل میں "جانو ذگھن" تھا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'دگھن' میں تقلب بعض ہوا یعنی 'دگھن' کا 'ن'، 'گھ' سے پہلے رکھا گیا۔ تو "دنگھ" ہوا۔ بعد میں تینوں حروف بدل گئے۔ 'د'، 'ت' سے 'ن'، 'ل' سے اور "گھ" 'ک' سے۔ اس طرح 'تلنگ' بنا۔ یہ بہر تکلف اور دور از قیاس اشتقاق پروفیسر مونیر ولیمس کے زرخیز دماغ کی پیداوار ہے۔ ہورنلے 'تینن' اور 'تنے' کی طرح 'تاب' اور 'تلنگ' کو بھی سنسکرت 'ترتے' اور پراکرت 'تلئے' سے نکالتے ہیں۔ جیسا ہم مفصول لاحقہ 'مک' اوپر سے اضافہ ہوا، 'ترتے'، 'تلتے'، 'تلئے'، 'تلئے'، 'تل'، 'حک'، 'تلک'، 'تک'، 'تلنگ'، کا مخفف ہے۔ یا 'تت' اور 'تک' کا مرکب (۱) اس کی تفصیل ہورنلے نے نہیں دی۔

'لوں' یا 'نو' دیہاتی زبان کے الفاظ ہیں جو سنسکرت "لاگنتم" اپبھرنش 'لاگم' سے ڈھلے ہیں۔ لاگم۔ لوٹں۔ لوں۔ لوٗں۔ نور

(۲) آگے یہ ظرفی صلہ ہے اور اسم کی اضافی حالت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے حامد کے آگے سنسکرت "اگر" اور علامت ظرفیت 'ے' سے مرکب ہے۔ اگرے۔ اگے۔ آگے۔ یہ اس کے مختلف مراحل حیات ہیں۔

(۳) سامنے۔ سنسکرت "سم مکھ" کی ظرفی حالت ہے۔ یہ اسم کی اضافی حالت پر جوڑا جاتا ہے۔ سم مکھے۔ سامکھے۔ سامہنے۔ سامنے اس کے ساتھ آمنے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے آمنے سامنے۔ آمنے کی اصل بھی سامنے ہی ہے۔ 'س' اول 'ہ' سے بدلا۔ اس کے بعد الف

---

(۱) سبب رس صفحہ ۱۰۹۔

(۲) تقابلی گرامر صفحہ ۱۳۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سے ہا منے سامنے، آمنے سامنے۔ اس پر فارسی "ہم" کا اثر بھی ہے۔ جو سنسکرت "سم" کا ایک روپ ہے۔

(۴) پیچھے۔ سنسکرت میں "پشچات" تھا۔ وید میں "پشچا" استعمال ہوا ہے۔ (۱) پراکرت پیچھا۔ اردو پاچھا۔ "ے" ظرف کی علامت ہے۔ چٹرجی کہتے ہیں کہ "پیچھے" کی 'ی' اسی نوع کے دوسرے کلمات پر قیاس کر کے لائی گئی ہے۔ جیسے۔ نیچے، بیٹھ وغیرہ۔ (۲)

(۵) نیچے سنسکرت میں بھی نیچے آئی ہی ہے۔ یہ کلمہ ظرفی ہے اور اسم کی اضافی حالت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ (۳)

(۶) پاس ظرفی کلمہ ہے اور قرب جتاتا ہے۔ یہ اصل میں "پاسے" تھا۔ جس طرح بنگلہ اور پنجابی میں ہے۔ اس کی اصل سنسکرت "پارشوے" ہے۔ چٹرجی پاس کو پاسِ (س کے زیر کے ساتھ) سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کا کسرہ سنسکرت کا قدیم ظرفی اعراب ہے۔

(۷) کنے بھی قرب بتاتا ہے اور پاس کا ہم معنی ہے۔ قدیم اردو میں مستعمل تھا۔ ولی اور حاتم کے زمانے تک اس کا استعمال رہا۔ پاس کی طرح آخر سے "ے" یا کسرہ حذف کر کے "کن" بھی کہتے تھے۔ ولی اگر تونا

اگر تونا اچھے مجھ کن تو یہ گھر بار کرنا کیا

اس کی اصل سنسکرت کرنٹرے بتائی جاتی ہے۔ کرنٹ۔ کنارہ "ے" علامت ظرف یا کرنٹر کا 'ن' اور "ے" ظرفی۔ اپ بھرنش میں اس کا روپ

---

(۱) ساہتیہ صفحہ ۱۰ (۲) بنگالی صفحہ ۷۰۱
(۳) ساہتیہ ۱۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'کنے'، یا کن" ہم" تھا۔ (۱)

(۸) سانتھ یہ معیت کے لئے ہے اور اسم کی اضافی حالت کے ساتھ آتا ہے۔ اس کی اصل سنسکرت "سامنتھ" ہے۔

(۹) 'مارے۔ لئے' اور غرض سے کے معنی میں ہے۔ یہ سنسکرت "مانرنیق" سے ماخوذ ہے۔

(۱۰) بیچ۔ ادبی اردو میں مستعمل نہیں ہے۔ بول چال میں "اندر" کی جگہ بولا جاتا ہے۔ اس کا پنجابی روپ "وچ" ہے۔ یہ اردو "میں" کے قائم مقام ہے۔ ہندی والے بیچ اور میں' ملا کر اس بیچ میں بمعنی اس اثنا میں بولتے ہیں۔ ہورنلے نے سنسکرت "ورتیہ" کو اس کی اصل قرار دیا ہے (۲)

(۱۱) باہر اور بھیتر۔ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اردو مثل ہے اوچھے کا بھیتر باہر باندھوں یا بھیتر۔ باہر سنسکرت کا ؟ ہے اور بھیتر [illegible] باہر کی "ر" یا تو بھیتر پر قیاس کر کے لائی گئی یا اصل کلمے کی ہے۔ ثانی صورت میں باہر ہند ایرانی اپی را (اپا+ ار) فارسی بیرسے سے ماخوذ ہوگا۔ (اس کے تغیرات یہ ہیں۔ اپی را۔ ابھی را۔ بہی را۔ باہر۔

اس کی ظرفی حالت "باہرے" یا باہر کا ہے۔ یہ لفظ بول چال میں بارے ہو گیا۔

(۱۲) کر۔ ذریعہ سے۔ وجہ سے کے معنی میں بولا جاتا تھا۔ "گھر ہمارا

---

(۱) ہورنلے صفحہ ۲۲۵ (۲) ایضاً صفحہ ۲۲۳

(۳) فارسی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۱۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

خانہ اللہ کر مشہور تھا۔ جس نے اپنے تئیں سوداگر بچہ کر مشہور کیا تھا۔" "مجھے کلو کر پکارا کرتے ہیں۔ پلیٹس اسے سنسکرت कृते (کے لئے) سے ماخوذ بتاتے ہیں۔ میں سنسکرت आकृत्य (کر کے) اس کی اصل سمجھتا ہوں۔

قدیم اردو میں اس کا استعمال تھا۔ میرامن کے عہد تک یہ دیکھا گیا ہے۔ سب رس میں ہے "دانا ہمنا (ہم کو) رہتا کر جانے کا۔" مولوی عبدالحق صاحب نے اس کو الحاقی کلمہ قرار دیا ہے۔ (۱) "آج کر" کی بجائے "کر کے" بولتے ہیں جیسے اس کا نام یوں تو کالے خاں تھا۔ لیکن وہ کلو کر کے مشہور تھا۔ یعنی لوگ اسے کلو کر پکارتے تھے۔

---

(۱) مقدمہ سب رس صفحہ ۵۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بابِ چہارم

"اسماءِ مطلقہ"

اسمارِ مطلقہ بالفاظِ عامہ وہ اسمار ہیں جن کے معانی متعین نہیں اور جو ہر نوع کے اسمار کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ سنسکرت میں اس قسم کے اسمار کو "سرونام" ہرنام اور عربی میں "مبہمات" کہتے ہیں۔ ان کی حسب ذیل سات قسمیں ہیں۔

ضمیر۔ اسم۔ اشارہ۔ اسم موصول۔ کنایات۔ ظروف۔ حروف۔ استفہام اسمار۔ اعداد۔

۱۔ ضمیریں

ضمیر کی تین قسمیں ہیں متکلم۔ حاضر۔ غائب۔ تذکیر و تانیث کا فرق ضمیروں میں پراکرت عہد تک تھا۔ راجپوتانے کی کچھ بولیوں کو چھوڑ کر اردو میں اب یہ فرق مٹ چکا ہے۔ واحد اور جمع کے لئے جدا جدا ضمیریں ہیں۔ ضمیروں کے اعرابی لاحقے اور صلے (اضافی را۔ ری۔ رے کے علاوہ) سب وہی ہیں جو اسمار مانعہ میں تھے۔ ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ پچھلے باب میں کیا جا چکا ہے۔ متکلم کی ضمیریں یہ ہیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

حالت	واحد	جمع
(۱) فاعلی	میں	ہم
(۲) مغیرہ	مجھ۔ مے	ہم۔ (ہموں)
(۳) مفعولی	مجھے	ہمیں

"میں" آلی حالت ہے اس لئے کہ وہ سنسکرت मया (مجھ سے یا مجھ نے) سے بنا ہے۔ پراکرت میں اس کے دو روپ تھے मए (مئے) اور مئی) मइ یہ اپ بھرنش میں मइं تھا۔ غنہ کی وجہ چیٹرجی یہ بتاتے ہیں کہ یہ میا کو فاعلی حالت سمجھ کر اس میں سنسکرت علامت آلہ ثـ ـیں" اضافہ کر دی گئی۔ گویا اپ بھرنش मइं سنسکرت کے ایک فرضی روپ मयेन سے تراشا گیا ہے۔ ہیورنلے मइं کو मयाहं کا مخفف سمجھتے ہیں جو मया اور अहं سے مرکب ہے۔ अहं (ضمیر متکلم) پر اُپ بھرنش لاحقہ اضافت (جمع کے لئے) हिं جوڑ دیا گیا۔ (۱) یہ دونوں خیال تکلف سے خالی نہیں۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ "میں" کو سنسکرت मयका اور پالی मया سے نکالا جائے۔ क ہماری زبان میں ہ کے قائم مقام ہے جیسے मधुक سے मधुअ اور मधुकर سے मधुअर۔ اسی طرح मयका سے मइअ۔ اس پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ "ہم" جمع ہے اور "میں" واحد۔ جمع سے صیغہ واحد کیسے وضع کر لیا گیا؟ یہ اعتراض کچھ وزن نہیں رکھتا۔ سنسکرت الفاظ نے جہاں موجودہ بول چال کی زبانوں میں آتے آتے اپنا چولا بدل دیا ہے۔ وہاں ان کے معنی بھی بدل گئے ہیں۔ اس کی

---

(۱) مشرقی گرامر صفحہ ۲۷۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

مثال "بنگلہ" آمی ہے جو اصل کے اعتبار سے جمع کا صیغہ ہے لیکن بنگلہ میں مفرد کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ اس اشتقاق کی تائید ریوائی بولی کے मद (مس) سے ہوتی ہے۔ اسے سنسکرت 'میا' سے اور پراکرت 'مئی' یا 'میکں' سے نکالنا ممکن نہیں۔

یہ تبدیلی دو طرف سے ہوئی 'میں' جمع ہے مگر مفرد کے لئے استعمال ہو رہا ہے "ہم" مفرد ہے اور جمع کے معنیٰ دے رہا ہے۔ بھوجپوری میں "ہم" آج بھی مفرد ہے۔ بھوجپوری یا اُردو دونوں میں کسی ایک جگہ اس نے اپنے معنیٰ بدل دیئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ "ہم" اصلاً مفرد ہے۔ اور سنسکرت "اہم" سے ڈھالا گیا ہے۔ شروع سے अह کا گر جانا معمولی بات ہے۔ ہرادورھ نے کسی عالم کا قول نقل کیا ہے کہ "اہم" سے "ہم" اس طرح وجود میں آیا۔ جیسے "اہے" "ہے" دونوں جگہ شروع سے الف گرا ہے۔ (۱)

شیام سندر کا بیان ہے کہ مارکنڈے نے اپنی مشہور کتاب پراکرت "سروسو" میں "اسمد" (میں) کی جگہ "ہم" ایک لغت دیا ہے اور اسے مفرد بنایا ہے۔ "یہی ہم" ہماری زبان کا 'ہم' ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مفرد کا جمع کے لئے استعمال ایک طرح کی ناہمواری ہے۔ مگر اپ بھرنش میں یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ (۲) بھنڈارکر، چٹرجی، دھیریندر ورما، جان بیمز وغیرہ علماء نے ہم کو پراکرت अम्हे یا ہے अम्हे سے متعلق مانا تھا۔ پہلی فاعلی حالت میں ہے۔ دوسرا آلی حالت میں۔ پہلے کا ماخذ ایک قدیم ہند ایرانی لغت "اسمے" ہے جو ویدک زمانے کی یادگار ہے۔ دوسرا سنسکرت अस्माभिः ڈھالا گیا ہے۔ اسمار بھی۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

امھے بھی، امھے ہی۔ امھے سے رِی۔ یہ اس کے مختلف روپ ہیں۔ شوروع سے 'ا' گرا اور 'مھے' میں قلب ہوا تو "ہمے" اور اس سے "ہم" وجود میں آگیا۔ (۱)

میں سمجھتا ہوں۔ اُردو مفعولی ضمیر "ہمیں" کی اصل سنسکرت، آسمے یا پراکرت امہے ہے۔ "ہمیں" کا غنہ [illegible] علامت مفعول کا بقیہ ہے۔ پراکرت میں فاعلی اور مفعولی دونوں حالتوں میں "امھے" استعمال ہوتا تھا اور اُپ بھرنش میں [illegible]۔ (۲) ماگدھی میں اس کا روپ "اشمے" تھا یا تو پراکرت میں غنہ تھا جو کثرت استعمال سے غائب ہو گیا۔ یا 'ن' بعد کا ارتقا ہے۔ بہرحال جو صورت بھی ہو تقاضائے قیاس یہ ہے کہ مفعولی حالت میں 'ن' یا 'م' ہو۔ اُردو ہم فاعل کے لئے اور ہمیں مفعول کے لئے عین قیاس کے مطابق ہے۔

اردو غیر فاعلی حالت "مے" کا استعمال صرف اضافی حالت میں ہوا ہے۔ جیسے میرا، میری، میرے۔ بقیہ حالات میں مجھ آتا ہے۔ جیسے مجھ کو، مجھ میں، مجھ سے وغیرہ 'مے' براہ راست سنسکرت [illegible] سے ماخوذ ہے جو اضافی حالت میں ہے۔ اُردو میں اس کی یہ حالت فراموش کر کے نئے سرے سے اس پر علامت اضافت "را" اضافہ کر دی گئی۔ اودھی کا "مو" "مے" سے مختلف ہے۔ وہ سنسکرت "مم" کا مولود ہے۔ سکسینہ نے "میرا" کا ماخذ "مو کیر" بتایا ہے۔ (۳) یہ صحیح نہیں۔ "مجھ" سنسکرت میں "اہیم" تھا جو پراکرت میں "مجھم" اور تجھ کی تقلید میں سے اس پر بعد میں بڑھا دیا گیا۔ اس طرح "تجھ" بنا، مجھ قدیم اُردو میں

---

(۱) بیمز ج ۳ صفحہ ۵۳، (۲) بیمز جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ (۳) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱۶۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اضافی حالت میں مستعمل تھا اور اس کا 'منجہ' تلفظ کیا جاتا تھا۔ احمد دکنی کا شعر ہے۔

کدھیں سیج سک سنگ بلسی نہ منجہ
کدھیں من کمل پھول کھل سی نہ منجہ

'مجھے' 'کی' 'ے' مفعولی (ثانوی) علامت ہے جو غالباً بعد میں اضافہ ہوئی۔ اودھی کا 'مو' بھی اردو میں ہے۔ جیسے "موکوں نہ تو کوں چھوڑے میں جھونکوں" یہ میں کی غیر فاعلی حالت ہے۔ برج میں 'مو' 'مجھ' کے قائم مقام ہے۔ برج اور اودھی "ہوں" (میں) کی اصل اَپ بھرنش ہئوں [illegible] ہے جو سنسکرت "اہکم" اور شورسینی پراکرت [illegible] سے ماخوذ ہے۔ حاضر کی ضمیر میں اور اُن کی مختلف شکلیں یہ ہیں۔

حالت	واحد	جمع
فاعلی	تو	تم
معینو	تجھ نے	تم (تمھوں)
مفعولی	تجھے	تمھیں۔ تمہیں

"تو" کی اصل سنسکرت "توم" [illegible] ہے۔ آخر سے غنہ گر گیا ہے۔ مارواڑی اور قدیم اودھی میں اس کا روپ "توں" تھا۔ 'م' کا غنہ 'م' کی یادگار ہے۔ پراکرت میں اس کی کئی شکلیں ہیں۔ شورسینی میں 'تمں' مہاراشٹری میں 'تتی'۔ اردھ ماگدھی میں 'تمے'، 'تگی' میں 'تہن'۔ اپ بھرنش میں 'تہوں' (۱) یہ سب فاعلی حالتیں ہیں۔ اور سنسکرت "توم" سے حاصل کی گئی ہیں۔ کیلاگ کا رجحان اس طرف ہے کہ 'تونے' میں جو 'تو' ہے اس کا ماخذ پراکرت

---

(۱) مبادی پراکرت دل صفحہ ۲۲ (۲) ہندی گرامر پارہ ۳۵۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

त्वम् کو مانا جائے جو اضافی حالت میں ہے۔ اور سنسکرت त्वम् کا "قائم مقام ہے (۲)، اس میں ایک لغت "تیں" بھی ہے جو شاید مہاراشٹری 'تتن' کا ایک روپ ہے۔ तुम کا تبادلہ तम سے اُردو میں عام ہے۔ 'بنیکین' کی اصل سنسکرت 'ونگن' تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ 'میں' پر قیاس کر کے 'تو' کو 'تیں' کر لیا گیا ہو۔ ویبر بیدر وغیرہ علماء نے 'میں' کی طرح 'تیں' کو اُلی حالت त्वया پراکرت तइ اور اُپ بھرنش تُنہ سے نکالا ہے۔

"تم" غالباً "تُمہ" تھا اس لئے کہ اس کی اصل युष्मद् (تُشم) ہے جو 'تُ' ضمیر واحد حاضر اور स्म الحاقی سے مرکب ہے۔ 'اسم' متکلم میں بھی تھا۔ وہاں مہ ہو گیا تھا یہاں "تُمہ" ہوا۔ پراکرت میں اس کا روپ 'تمہے' ہے۔ 'تم' میرے خیال میں 'تمہے' سے زیادہ قدیم ہے۔ یہ ہند ایرانی کے کسی ایسے روپ سے لیا گیا ہے جو قدیم فارسی 'توم' سے ملتا جلتا تھا سنسکرت 'توم' اور قدیم فارسی 'توم' ایک اصل کی دو شاخیں ہیں ژندی 'توم' بھی اسی اصل سے پھوٹا ہے۔ اردو 'تم' بھی اسی کی ایک شاخ ہے۔ اس لحاظ سے وہ مفرد ہے لیکن جمع کے معنی دے رہا ہے۔

"تے" "مے" کی طرح اضافی ہے۔ تیرا، تیری۔ تیرے اور سنسکرت तव کا جانشین ہے۔ 'تجھ' سنسکرت "تبھیم" سے ماخوذ ہے جو ضمیر واحد حاضر کی مفعولی تانوی حالت ہے۔ پراکرت میں بھی یہ تجھ ہی تھا۔ مثلاً تجھ (تیرا) تجھتو (تجھ سے) 'تر' اور 'تبھ' پراکرت میں دو روپ اور بھی تھے۔ ہورنلے نے 'مجھ' اور 'تجھ' کو اضافی بتایا ہے۔ اور سنسکرت मह्यम् اور तुभ्यम् سے ان کا جوڑ لگایا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ سنسکرت मम اور तव کی جگہ پراکرت मह्य اور तुह्य کو मज्झ पर اضافہ کئے گئے تو 'مجھ' اور تجھ بنے۔ اسی طور پر मह्यम् = مجھ۔ तुभ्यम् = तुह्यम् تجھ۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ اور تجھ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کو "مددرشما" اور "توادرشما" سے بھی اخذ کیا جاسکتا ہے۔ 'مددرہ' سے 'مجھ' اور 'تددرہ' سے 'تجھ' مشہور ماہر لسانیات لاسن نے مجھ اور تجھ کو سنسکرت کی فرضی اضافی ضمیر ودرمسیہ' اور 'توسیہ' سے مشتق بتایا تھا۔ ہور نلے کو اس پر اعتراض ہے کہ صوتی طور پر 'سی' کی 'جھ' سے تبدیلی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (۱)

اردو میں تجھ' مفرد کے لئے اور "تمھ" جمع کے لئے۔ 'تجھ' کی مفعولی حالت 'تجھے' ہے اور تمھ کی تمھیں۔ مجھے کی 'ے' بعد میں بطور علامت مفعولی اضافہ ہوئی۔ تمہیں کا 'ن' جمعیت کے لئے ہے۔ اپ بھرنش عہد میں مفرد اور جمع کا فرق 'ن' کے ذریعہ کیا جاتا تھا ہم علامت اضافت) مفرد کے لئے تھا اور ہم جمع کے لئے۔ پلیٹس 'ہم' اور تم کو 'ہموں' اور تمہوں سے مختصر مانتے ہیں۔ اور ان کی اصل پراکرت "اہمانم" اور "تمہانم" بتاتے ہیں۔ یہ دونوں صیغے جمع کے ہیں۔ اور اضافی حالت میں ہیں۔ "ہموں" اور "تمہوں" قدیم اردو میں غیر فاعلی حالت میں مستعمل تھے۔ ہمیں اور تمہیں کو بھی وہ "اہمانم" اور "تمہانم" سے نکالتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ اگرچہ مفعولی (ثانوی) حالت میں ہیں۔ لیکن پراکرت عہد میں مفعولی (ثانوی) اور اضافی حالت میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ اس لئے اس اشتقاق میں ان کے نزدیک کوئی قباحت نہیں ہے۔ (۲)

یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اپ بھرنش میں مفعولی حالت میں [illegible] (ہمیں) بولا جاتا تھا۔ 'تم' سے [illegible] بھی مستعمل تھا۔ کیلاگ ان دونوں کی اصل [illegible] اور [illegible] بتاتے ہیں اور [illegible] کو مستقل لاحقہ قرار دے کر سنسکرت "سمن" (مفرد) یا "بھیم" (جمع) سے نکالتے ہیں۔ یہ لاحقہ

---

(۱) تقابلی گرامر صفحہ ۲۸۲ (۲) اردو گرامر صفحہ ۱۱۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جو اصل کے اعتبار سے ظرف ہے پراکرت اور قدیم ہندی میں مفعول کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے (۲) لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کم سے کم "نہیں" کی "وہ" اصل کلمے کی ہے اور "سنسکرت" "النشیم" کے "شش" کا بدل ہے۔ پراکرت میں اس کا روپ "ہنہے" تھا۔ میں "ہنے" اور "ہنہے" کو واحد سمجھتا ہوں۔ اصل لاحقہ دونوں میں "ہے" ہے پہلی صورت میں ساکن الاخر "نہ" پر اضافہ کیا گیا اور ثانی صورت میں متحرک الاخر "نہ" پر۔ اس لئے "ہے" کلمے کے ہمزہ کے ساتھ مدغم ہو کر "ہ" ہو گیا۔ "ن" غنہ کسی قدر بعد کی پیداوار ہے۔

"غائب" کی ضمیر "وہ" جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ اصل میں اشارہ ہیں یہ ہیں۔

حالت	واحد	جمع
فاعلی	وہ	(وے) وہ
مغیرہ	اُس	اُن۔ اُنہوں
مفعولی	اُسے	اُنہیں

"وہ" کی تاریخ ذرا الجھی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ قدیم ہند آریائی یا ہند ایرانی میں اسم اشارہ بعید اور ضمیر غائب کے لئے الگ الگ صیغے تھے۔ اشارے کے لئے "ے"، "رے"، "ہے" اور ضمیر کے لئے "شش"، "س" اور "نت"۔ یہ صیغے کچھ عرصے تک ایک دوسرے سے ممتاز رہے اور جدا جدا اپنے معنی دیتے رہے اس کے بعد یہ خلط ملط ہوئے اور گھل مل کر ایک ہو گئے۔ ضمیر اور اشارہ کے درمیان اشتباہ ان کے

---

(۱) ہندی گرامر صفحہ ۲۱۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کھل مل جانے کی وجہ سے ہوا۔ ترکیب کے بعد ان کی جداگانہ ہستی بالکل فنا ہو گئی۔ وہ الگ الگ بھی استعمال ہوتے رہے اور ترکیب پا کر بھی لیکن معنی اور مفہوم کے اعتبار سے اُن میں جو فرق تھا وہ ہندو ایرانی کی ادبی اور بول چال کی زبان میں نہ رہا۔ پہلوی، میں "اوہ" اور "اوش" کے ساتھ، "اوش" بھی استعمالی ہوتا تھا۔ اور سنسکرت میں : सः (وہ) اور स्यद् کے پہلو بہ پہلو : एष اور एतद् بھی بولے جاتے تھے۔ "وہ" اسی عہد تخریب و تعمیر کی یادگار ہے۔ اس میں دونوں کلموں کے عناصر موجود ہیں۔ "و" تو "او" یا "اُو" کا قائم مقام ہے اور "وہ" "س" یا "ش"، کی۔ اس کے درمیانی حلقے یہ ہیں۔

اوش۔ اوس۔ اوہ۔ وہ یا "آہ"، "اہ" مشرقی زبانوں میں ہے ڈاکٹر چیٹرجی نے "وہ" کو سنسکرت کے فرضی روپ अदस् سے نکالا ہے (۱) اس کا جوڑ ایرانی "او" سے لگایا ہے۔ ہری اودھ سنسکرت एतद् پراکرت एअद् اور اب بھرنش एह سے نکالتے ہیں (۲) سکسینہ نے چیٹرجی کے اشتقاق سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسم اشارہ قریب "ے" یا "یے" کی مثال پر "وے" یا "وے"، (او) بعید کے لئے وضع کر لیا گیا۔ (۳) یہ قریب وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔ کیلاگ یہ دیکھ کر کہ موجودہ سنسکرت اور پراکرت کے ذخیرے میں کوئی کلمہ نہیں جس سے "وہ" کا رشتہ جوڑا جاسکے ایک کلمہ "اوشہ" (غالباً "اشہ" کی مثال پر) فرض کرتے ہیں اور اُسے "وہ" کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ انکا خیال ہے کہ قدیم سنسکرت میں

(۱) بنگالی صفحہ ۸۳۶ (۲) ہندی بھاشا صفحہ ۸۸ (۳) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱۸۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ت'، ایک حرف تھا جو اشارہ بعید کا کام دیتا تھا۔ زمانے نے صیغۂ زبان سے اس کو محو کر دیا۔ یہ حرف سنسکرت 'ت' آپ' اپر' کے شروع میں آج بھی ہے اور بیانگ دہل اپنی ہستی کا اعلان کر رہا ہے۔ (۴) بعض کلموں کے آخر میں بھی اس کے آثار ملتے ہیں۔ جیسے तद - एतद اور तदा ... یہ کلمے तद (وہ مذکر) तदा (مؤنث) اور तत (بے جنس) پر त لگا کر بنائے گئے ہیں۔

اردو میں ضمیر غائب کی اصل 'وہ' ہے اس لئے علامت جمع 'ے' اس پر اضافہ کی گئی اور حسب قاعدہ "وے" (صیغہ جمع) بنا لیا گیا۔ خود سنسکرت میں "سرو نام" (مذکر) کی جمع "ے" لگا کر بنائی گئی تھی۔ یہ قاعدہ ہند یورپی زبانوں میں قدیم سے تھا۔ انگریزی میں he کی جمع they ہے جو لفظی اور معنوی اعتبار سے سنسکرت ते (وے) کے قائم مقام ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ سنسکرت त کا تبادل یہاں th (TH) سے ہو گیا ہے۔ اردو میں 'وے' اب متروک ہے۔ اس کی جگہ "وہ" بولتے ہیں۔

"اس" کو 'وہ' کی اضافی حالت بتایا جاتا ہے۔ یہ اصل میں 'اوسیہ' تھا۔ پراکرت میں "اُسّ" ہوا اور پھر "اُس" لیکن میری بیان کردہ تعلیل کے مطابق اس تکلف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ "اس" 'وہ' کے درمیانی حلقوں میں سے ایک حلقہ ہے جس میں 'س' ضمیر 'سہ' کی یادگار ہے۔ 'ان' میں 'ن' جمع کا ہے جو لاحقہ اضافت 'نام' سے لیا گیا ہے۔ پراکرت میں اس کا روپ ताण تھا۔ اس کے ارتقائی حلقے یہ ہیں तेसां

तेसां

(۱) ہندی گرامر صفحہ ۲۱۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

[illegible] اُن۔

"ان کا ایک روپ "اُنھ" بھی ہے۔ لاحقہ اضافت "نا" "م" کے تغیرات گریرسن نے یہ لکھے ہیں (۱) [illegible] مسٹر ٹرنر کا بیان ہے کہ پراکرت [illegible] (ن) موجودہ زبانوں میں [illegible] ہو گیا (۲) جس طرح "اس" پر سے "بڑھا کر" "اسے" بنایا گیا تھا "انھ" پر سے "ین" بڑھا کر "انھیں" وضع کر لیا گیا۔ "ہمیں" "تمھیں" "انھیں" یہ سب کلمات ایک ہی وضع پر ڈھال لیے گئے ہیں۔ یہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان کلمات کا لاحقہ [illegible] نہیں جیسا کہ عام طور سے سمجھا جاتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم، تم، (کھ) ان (اضافہ) جن کے آخر میں یہ لاحقہ جڑا ہوا بتایا جاتا ہے، ساکن الآخر ہیں۔ اس لیے متحرک نہیں۔ [illegible] کی شکل اختیار کر سکے۔ گریرسن نے لکھا ہے کہ [illegible] تو [illegible] کی صورت اختیار کر سکتا ہے لیکن [illegible] میں اس کا امکان نہیں (۳)

ہندی میں "وہ" کو [illegible] سے مخصوص مانتے ہیں جو ان کے نزدیک [illegible] اور [illegible] سے مرکب ہے۔ پہلا سنسکرت آتما [illegible] اور [illegible] وغیرہ کے ایک طویل اور کشیدہ روپ سے نکالا گیا تھا۔ اب بھرنش میں اس کا روپ [illegible] ہے جو لاحقہ [illegible] اپ بھرنش [illegible] یا [illegible] سے مختصر کر لیا گیا۔ "ایہہ" کا لاحقہ "نھ" جمع کے لیے [illegible] اور [illegible] نے بہت کچھ تبدیلیوں کے بعد وجود میں آیا (۴) انھوں نے اردو میں "آج" بھی ہے لیکن حرف "نے" کے ساتھ ہوتا ہے۔

---

(۱) جرنل بنگال ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۵۲ صفحہ ۱۴۱ (۲) بلیٹن اسکول اورنیٹل اسٹڈیز جلد ۵ صفحہ ۱۳۲ (۳) جرنل بنگال سوسائٹی جلد ۵ صفحہ ۱۳۶ (۴) تقابلی گرامر پارہ ۴۳۵۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جیسے "انھوں نے کہا تھا"۔ انھوں سے" بھی بولتے ہیں لیکن فصیح نہیں ان سے" فصیح اور قریب تر ہے۔ "انہوں" کی مثال پر قدیم اردو میں "جنہوں" "تمہوں" بھی بولتے تھے۔ "سبھوں" کا ڈھنگ بھی یہی ہے۔ یہ کلمات لاحقہ جمع کے اضافے سے بنے ہیں۔

۲- اسماء اشارہ

اشارہ دو طرح کے ہیں۔ قریب اور بعید۔ بعید کے لیے اردو میں وہ، اس، ان، وغیرہ کلمات ہیں جن کا ذکر ضمیر غائب کے سلسلے میں کیا جا چکا ہے۔ قریب کے لئے اردو میں ذیل کے کلمے ہیں۔

جمع	واحد	حالت
(یہ)	یہ	فاعلی
ان۔ انہوں	اس	منصبرہ
انہیں	اسے	مفعولی

اشارے کے لئے قدیم ہند یورپی میں تین حرکتیں تھیں۔ ر سے ے سے پہلی دو حرکات کی ترکیب سے چوتھی حرکت "ے" بعد میں حاصل کر لی گئی۔ ان حرکتوں کو سہارے چاہئیں۔ اس لئے کہ حرکتیں اپنے قیام اور بقا میں حروف کی محتاج ہوتی ہیں۔ یہ سہارے ضمیروں سے لئے گئے اور حرکات اشارہ اور حروف ضمیر کو ترکیب دیکر مستقل اور آزاد اشارے بنا لئے گئے۔ سنسکرت میں ے کے علاوہ باقی حرکات اشارہ بھی ملتی ہیں۔ لیکن ان کو خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ ہر علامت کے تحت دوسری

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

علامت کی شکلیں، ان کے تغیرات، اور مختلف روپ دید یئے گئے ہیں۔ یہ علامات تم کے (ضمیر غائب) سہارے استعمال ہوتی ہیں وہ یہ ہیں "तद्" اور ते (ت کا بدلا ہوا روپ) سے مرکب ہے تے اور ते سے تھ اور تہ سے ان میں تھی کی گردان میں تد اور تو کے صیغے بھی ہیں۔ مثلاً तद्: यद् : यथा। वृन्दावन यदा। तद्रूप तद्भाव वगैرہ۔

ایرانی میں چار حرکتیں تھیں۔ وہ "یا" اور جس سے "یارند"، "آ"، "یا" "آئی" نئے فارسی، "اوی" قدیم فارسی، میں "اور ہی تھا "ہی" سنسکرت "سی" کا قائم مقام ہے: "ہے" قدیم فارسی روایت، میں ہے جو "ے" اور "ت" سے مرکب ہے اور سنسکرت۔ तद् کے مساوی ہے۔ "ایشان" میں بھی "ے" ہے۔

(اے × ش × ان) "ے" اور "ے" ایں، اور ان، میں ہیں "ن" اور "م" ان حروف میں ہیں جو حرکات اشارے کے لیے سہارے کا کام دیتے ہیں۔ سنسکرت سے اس کی مثالیں ڈاکٹر چٹرجی نے یہ پیش کی ہیں۔ तद्वेद तया : उभान। वृत्ताम यद्रूप तद्‌भवयो : ۔

"اُردو" "یہ"، مرکب حرکت اشارہ یہ سے ماخوذ ہے اس کی "ہ"، "ش" کا بدل ہے اسنسکرت میں یہ صیغہ تہ تھا۔ اُردو کا عام رجحان ہے کہ کلمات کے شروع میں جو ت اور तद् آتے ہیں (جو ترتیب تد تے اور تد سے مرکب ہیں) ان کا تد گر جاتا ہے اور تھ کی جگہ "ی"، اور تد کی جگہ "و" رہ جاتا ہے۔ مشرقی زبانوں میں گریرسن کے بقول تد کبھی نہیں گرتا۔ "بہاری"، اور مشرقی ہندی، میں "وہ"، "گو"، "اوہ" اور "یہ"، "کو" "ایہ" کہتے ہیں۔ اس رجحان میں راجستھانی "برج"، اُردو کے ساتھ ہیں۔ مشرقی زبانوں، کے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ساتھ پنجابی ہے غالباً "اُردو" کے اثر سے اودھی ہیں "یو" اور "وی" بولتے ہیں باقی صیغے اور ان کے مختلف روپ "وہ" کی اشکال کے مطابق ہیں۔ جن میں ایک قاعدے کے تحت ڈھالا گیا ہے۔

"ان" کی بابت اتنا اور عرض کر دوں کہ جس طرح "ہم" اور "تم" کلام، جزو کلمہ ہے اور "ں" یا "ن"، یا "ہِ ۔ ہیں" لگا کر ان کی جمع بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ان، جن۔ تن وغیرہ غیر فاعلی جموع کا آخری "ن" بھی "م" ہی ہو جو ان کلمات میں "امھ"، "تمھ" پر قیاس کر کے بڑھایا گیا ہو۔ فارسی "ام" (ایں) اور سنسکرت [illegible] سے ظاہر ہوتا ہے کہ "م" اور "ن" ایک حرف کے دو روپ ہیں۔ اس صورت میں "آن" اور "اِن"، "انہوں" اور "اُنہوں" سے مختصر ہوں گے جس طرح بقول پلیٹس "ہم" اور "تم"، "ہموں" اور "تُمہوں" سے مختصر کئے گئے تھے۔

۳۔ اسمائے موصولہ

اُردو میں اسم موصول صرف ایک حرف "ج" ہے جس کی حسب ذیل مختلف حالتیں ہیں۔

حالت	واحد	جمع
فاعلی	جو	جو (جے)
مغیرہ	جس	جن۔ جنہوں
مفعولی	جسے	جنہیں

"جو" سنسکرت "[illegible]" کا چربہ ہے۔ یہ سنسکرت میں کہیں کہیں اور

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

پراکرت میں عام طور سے ‌ بولا جاتا تھا۔ کا "ج" سے تبادل ایک عام بات ہے۔ "چے" جو کی جمع ہے جو پہلے مستعمل تھی لیکن اب متروک ہے اسکی غیر فاعلی حالت "جس" سنسکرت کی اضافی حالت "یسیہ" سے حاصل کی گئی تھی۔ پراکرت میں اس کا روپ "جس" تھا۔ اس کا "س" "داس" کی طرح غائب کی ضمیر "شس" کا قائم مقام بھی ہو سکتا ہے۔ "ج" کا کسرہ حرکی ہم آہنگی اور موزونیت کا شرمندہ احسان ہے۔ "جن" "جنہوں" نے کا مخفف ہے۔ جنہوں اصل میں "جنہونم" تھا یہ صیغہ "تمہونم" پر قیاس کر کے بنایا گیا تھا۔ اصلی علامت سنسکرت ‌ اور پراکرت ‌ ہے جس کلمے پر یہ علامت اضافہ کی جائے۔ اس کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔ اس کے آخر میں ‌ ہو یا ‌ ان دونوں صورتوں میں کلمے کی اس طرح گردان کی جائے گی۔ تھا، نام، تھانام، تھاں۔ یا۔ تمھے نام تمھے نم۔ تمھیں۔ آخر میں "ے" بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ان کلمات میں ہوگا جو اب بھی نش کی راہ سے ہماری زبان میں آئے۔ اس صورت میں یہ صیغہ اس طرح بنے گا۔ تمہونام۔ تمہونام۔ تمہوں۔ "تم" "ہم" وغیرہ ضمیروں کو پیش نظر رکھ کر تمام اسماء کی گردان اسی انداز پر ہوگی۔

اسم موصول کے ساتھ اس کے موازن ضمیر "سو" یا "تو" کا ذکر بھی ضروری ہے یہ سنسکرت ‌ یا ‌ سے ماخوذ ہے۔ اس کی دو روپ ہیں اور دونوں روپوں میں یہ مستعمل ہے جو ہو سو ہو۔ جو میں وہاں جاؤں تو اس کو پاؤں۔ "تو" کی غیر فاعلی حالت "تس" ہے میر کا شعر ہے ؎

حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
مت تکا ہی کرے ہے جس تس کا

اس کے تمام تغیرات اور ان کی تاریخ بالکل "جو" کی طرح ہے۔ تو۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تس۔ تن۔ تسے۔ تنہیں تنہوں۔ جو ہیں ایک لغت "جوں" بھی ہے جو غالباً "کوں" کے وزن پر اور اس کی تقلید میں وضع کیا گیا تھا۔ بھنڈارکر اور بیمز وغیرہ کی رائے ہے: [illegible] : [illegible] "یوں" اور پھر "جوں" بنا۔ پلیٹس اس کی اصل [illegible] (جو کی مفعولی حالت) بتاتے ہیں۔ اور ٹی "سجون" اور بیدائی "جوئم" اردو "جون" اور پراکرت "جوان" کے درمیانی حلقے ہیں۔ راجستھانی جکو یا جکوہ، پراکرت الحاقی "جکہ" کی پیداوار اور اس کی یادگار ہے۔

ٹیلر نے "جون" وغیرہ کو "جوجن" سے مشتق مانا تھا۔ بیمز نے اس پر اعتراض کیا کہ جون کا قدیم روپ "جوکن" یا "جوکن" "جوجن" کی پیداوار نہیں ہو سکتا۔

۴۔ حروف استفہام

اُردو میں حروف استفہام یہ ہیں۔ کون۔ کیا۔ کیوں۔ کے۔ ان میں اصل حرف "ک" ہے جو سب میں مشترک ہے اور تمام کلموں کی بنیاد ہے۔ "کون" منصرف ہے باقی کلمات غیر منصرف ہیں۔ "کون" گردانا جاتا ہے اور یہ گردانے نہیں جاتے۔ "کون" کی گردان یہ ہے۔

حالت	واحد	جمع
فاعلی	کون	کون
مغیرہ	کس	کن، کنھوں
مفعولی	کسے	کنہیں

"ک" جو اصلی حرف استفہام ہے ہند ایرانی [illegible] سے لیا گیا تھا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"کون" سے اشخاص کی بابت سوال کیا جاتا ہے۔ اس کی اصل سنسکرت: कः
اور پراکرت कहं ہے جیسا کہ کیلاگ، بیمز اور چیٹرجی وغیرہ علماء نے لکھا
ہے ڈیٹلر، "کوجن" بتاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ "کون" ک، و، اور ن،
سے مرکب ہے۔ ک، حرف استفہام ہے و۔ علامت اشارہ اور ن (جو، ام،
بھی ہو سکتا ہے) اشارے کا سہارا ہے۔ "ان" (ام، اور ان، سہارا کی
طرح مستقل اور جداگانہ علامت اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ پلیٹس نے "او-ن"
اور "ان" دو قدیم علامات اشارہ بتائی ہیں۔ (۱)

"ڈ" ضمیر کے آخر میں دیکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر چیٹرجی نے [illegible] اور [illegible] مثالیں
دیکر لکھا ہے کہ یہ कः × ड اور कहं × ड تھے [illegible] کے توڑ پر [illegible] بن
سکتا ہے۔ ہورنلے "کون" کی اصل (سنسکرت، किंपुन (کتنا) اور
پراکرت، केहं بتاتے ہیں۔ اب بھرنش، میں اس کا روپ कवण تھا
[illegible] ہوا اور कव [illegible] تو [illegible] कवण بنا۔ "کون" اس کا آخری
روپ ہے (۱)

"کیا" اشیاء کے لئے مخصوص ہے۔ یہ غالباً किंहर्द تھا۔ हर्द اسم
اشارہ بعید ہے جو "اس" हर्दवल کے شروع میں بھی جدید بولیوں
میں جہاں ایک ہی کلمے میں دو حرکتوں کا اجتماع ہوتا ہے य یا व اضافہ
کرکے ان کے درمیان فصل کر دیا جاتا ہے (ک، اور ی، کے مخلوط ہو جانے
سے "کیا" بنا کیلاگ کیا کی اصل "کاہ" بتاتے ہیں جو ان کے خیال میں
سنسکرت، कवण اور پراکرت، कहं کی پیداوار ہے، وہ فرماتے

---

(۱) فارسی گرامر حاشیہ صفحہ ۱۱۸ (۲) تقابلی گرامر صفحہ ۲۹۱

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں، اُردو ،کیا، ممکن ہے कहि سے لیا گیا ہو۔ اس صورت میں اس کی تبدیلیاں یہ ہوں گی کیشیہ۔ کِس۔ گاہ۔ کا۔ کیا۔

،کیا، [illegible] ،کیا، سے بھی ماخوذ ہو سکتا ہے۔ ،م، حذف ہونے کے بعد۔ کسرہ کاف کے زیر اثر ،ا، قاعدے کے مطابق ،ے، ہو گیا۔

،،کیوں،، سے سبب اور علت دریافت کی جاتی ہے۔ اس کی جگہ ،کاہے، بولا جاتا تھا جس کی بابت انشاء نے لکھا ہے کہ وہ پورب دیس کا ہے اب یہ متروک ہے۔ ،کاہے، تو ،،گاہ،، کا مزید علیہ ہے لیکن ،،کیوں،، किमर्थ یا [illegible] سے ڈھالا گیا تھا۔ ،ک، مفتوح اشخاص کے لئے ہے اور مکسور اشیاء کے لئے۔ ،کیا، اور ،کیوں، دونوں میں ،ک، مکسور ہے ،،کیوں،، ،ک، اور ،یوں، سے بھی مرکب ہو سکتا ہے: ،یوں، کی اصل سنسکرت ،،ایوم،، ہے۔ ایوم۔ ایوَں۔ اُیوں۔ یوں۔

،کے، اور ،کتنا، تعداد اور مقدار کے لئے ہیں۔ کے آدمی آئے۔۔ یعنی ان کی تعداد کیا تھی۔ گھی کتنا ہے۔۔ یعنی کے سیر ہے؟ کتنا منصرف ہے۔ کتنا۔ کتنی۔ کتنے۔ کتنوں۔ مگر ،،کے،، غیر منصرف ہے۔ کے مرد کے عورتیں۔ ان دونوں کی اصل واحد ہے۔ कितना کے कहु۔ कहा اور कहाँ قلب حرکت کے بعد ،کتنا، کیلاگ اور ہورنلے ،،کتنا،، کا ماخذ سنسکرت، केतिना اور پراکرت، कियनत بتاتے ہیں۔ اس کا روپ ان کے نزدیک ،کنا، ہے۔ جو عام بول چال میں آج بھی رائج ہے ،ن، بعد میں اضافہ کیا گیا۔ بیمز کہتے ہیں کہ ،ن، لاحقہ تصغیر ہے (۱)

---

(۱) کیلاگ صفحہ ۲۲۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس کے اصل معنی بہت زمانہ گزرنے کے بعد فراموش کر دیئے گئے ریپلیٹس (ن) کو ایک "ت" کا بدل بتاتے ہیں (۱)

کیسا، کہاں، کدھر وغیرہ کلمات بھی "ک" استفہامیہ کی ترکیب سے بنے ہیں۔ ان میں کیسا حالت کے لئے ہے۔ کہاں اور کدھر ظرف و مقام کے لئے۔

۵۔ کنایات

کنایات کو شرق والی اسمائے تنکیر (Indefinite pronouns) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ "ک" استفہامی، "ج" موصولی، اور "ت" علامت اشارہ کی ترکیب سے بنے ہیں۔ جو "ک" کی ترکیب سے بنے ہیں وہ یہ ہیں۔ کوئی۔ کچھ۔ کسی۔

کوئی منصرف ہے۔ اس کے تغیرات اس طور پر ہیں۔

(۱) فاعلی — کوئی — کوئی

(۲) غیر فاعلی — کسی — کسو

"کچھ" غیر منصرف ہے۔ "کوئی" اور "کچھ" دونوں کی اصل "ک" ہے کوئی سنسکرت میں کوپی (کو × اپی) تھا پراکرت میں کووی یا کوبی ہوا۔ اردو میں "ب" گر جانے کے بعد "کوئی"۔ "کچھ" کا ماخذ سنسکرت کچ چت (کت چت) ہے لیکن "کچھو" جو برج، اودھی وغیرہ میں بنتا ہے کہ اس کی اصل غالباً کچت اُت (کت × چت × اُت) ہے اور اردو "کچھ" کا "ت" کچھو کے آخر سے لیا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اردو کچھ کا ماخذ

---

(۱) اردو گرامر صفحہ ۱۲۸ (۲) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۰۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"کوچینت" ہو۔ اور برج "کچھو" کا روپ بھرنش عہد میں دوسرے اسمار مانند پر قیاس کر کے اضافہ کیا گیا ہو (۱) برج "کوچوو" اور اودھی "کے دو" کا بھی ہے۔

ان میں بھی دونوں قسم کے تصرفات ممکن ہیں۔

"سکسینہ" "کچھ" کی اصل سنسکرت "کش چد" بتاتے ہیں۔ اشوک کے کتبوں میں اس کا روپ "کچی" بھی ہے اور "کچھی" بھی ہے اور کچھی بھی! "چھ" ظاہر ہے "یچ" کا بدل ہے "کچی" کی اصل ہے۔ "ت" محذوف ہونے پر "کی" رہا (کئی) اور کے اصل کے اعتبار سے ایک ہیں "کی" میں مزید تبدیلی اس لئے نہ ہوئی کہ اس میں اور کے میں اشتباہ نہ ہو جائے۔

"کہیں" ظرف مکان سے کنایہ ہے سنسکرت میں اس کے ہم معنی لفظ "کو" ہے اردو "کہیں" اور اپ بھرنش میں ضمیر اور ظرفی علامت سے بنے ہیں سنسکرت دشمن سے وضع کیا گیا تھا۔ (۲) ضمیر اشارہ اور موصول کی مدد سے ذیل کے کنائے ڈھالے گئے۔

جیسا۔ تیسا۔ ایسا۔ ویسا۔ جتنا۔ اتنا۔ اتنا وغیرہ۔

ان میں سے ایسا وغیرہ کا آخری جزو یعنی "سا" وہیز ہورنلے وغیرہ کے نزدیک سنسکرت "درش" اور پراکرت "رس" سے ماخوذ ہے لیکن مجھے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اسے سنسکرت "سمانم" اور فارسی "سان" کا مخفف مانا جائے۔ تنہا "ہش" بھی جو "مثل" اور "مانند" کے معنی میں ہے اردو "سا" کا ماخذ ہو سکتا ہے۔

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۰۵ (۲) کیلاگ صفحہ ۲۱۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"انشا" وغیرہ کا جزو اخیر کہتے ہیں "سنسکرت" میں "ता" یا "यथा" تھا
لیکن اس صورت میں "ن" کو الحاقی ماننا پڑے گا۔ میں سمجھتا ہوں "वदन्तः"
کے [illegible] سے بآسانی اس کو لیا جا سکتا ہے۔ "فارسی" "چند" اور پہلوی
"چنت" کا جزو آخر "ونت" ہے۔ "ژندی" میں اس کا روپ "چونت"
تھا۔ "اندوؤ" "انشاء" کا "تنا"، "ونت" کا مقلوب ہوسکتا ہے۔

یہ کنایات بھی علامت اشارہ کی پیداوار ہیں۔ یوں۔ جوں۔ توں
ان کا جزو آخر "وں" "سنسکرت" "ایوم" سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ یہ
ویدک زمانے میں "ایو" تھا۔ اور ایسا کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ بعد میں
غنہ اور اضافہ کر دیا گیا۔ میرا خیال ہے سنسکرت "ایو" مرکب ہے "ا" اور "یو" سے
یہ اسم اشارہ ہے جو "ایند" کے شروع میں بھی ہے۔ "و" غالباً
قدیم ہند و پاک۔ ایرانی "اَو" سے تراشا گیا تھا۔ یہ "دو" "شا" اور "تدا"
وغیرہ کلمات میں بھی ہے۔ اس کا ذکر "کون" پر بحث کرتے ہوئے کیا جا چکا
ہے۔ "بہت" "سب" اور "ہر" بھی کنایات میں سے ہیں۔ "سب" کی اصل
"سرو" ہے۔ سرو۔ سب۔ سب۔ "ہر" فارسی سے لیا گیا ہے۔ ویسے وہ
بھی "سرو" ہی کا بھائی ہے۔ قدیم فارسی میں اس کا روپ "ہرو" تھا۔
"بہت" "سنسکرت" "بہو" سے ہے اور اسم ہے۔ اصل میں یہ "بہتو" تھا۔
بہتو۔ بہنت۔ بہت۔ "آپ" ضمیر بھی ہے اور کنایہ بھی۔ یہ سنسکرت میں "آتم"
تھا۔ پراکرت میں اس کے دو روپ ہو گئے۔ اتّ۔ اور اپّ۔ اردو
آپ دوسرے روپ کی پیداوار ہے۔ "اپنا" اضافی حالت ہے جو
سنسکرت کی اضافی حالت "آتمنہ" سے ماخوذ ہے (۱) سکیبنہ پراکرت

(۱) گیلاگ صفحہ ۱۶۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کی ظرفی حالت "اپنا تم" سے اس کو نکالتے ہیں (۱) "آپس" سنسکرت میں آتمیہ تھا، "سارا"، یا تو سنسکرت "سارو" سے لیا گیا ہے یا "سکل" سے ثانی صورت میں اس کے تغیرات یہ ہوں گے۔

سکل ۔ سال ۔ سار ۔ اور اس کے "ے" کو "آ" کے ساتھ ادغام کرنے کے بعد سارا ۔ ہورنیلے سنسکرت مادے 'سر' کے متعدی روپ 'سارے' کا اسم مفعول سارت بتاتے ہیں اور اس سے اردو "سارا" کو نکالتے ہیں (۲) سکسینہ نے ایک مقام پر اردو سا (مذکر) اور سی (مؤنث) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کا ماخذ سنسکرت "سم" (مساوی) ہے (۳)

۶۔ ظروف

وہ کلمات جو زمان و مکان بتاتے ہیں ۔ ظروف کہلاتے ہیں ۔ یہ ضمیر اشارہ، موصول، اور حروف استفہام کی مدد سے بنے ہیں ۔ ذیل میں ان کا تجزیہ کیا جا رہا ہے ۔

۱۔ اب (ا × ب) جب (ج × ب) تب (ت × ب) کب (ک × ب) ان کا جزو آخیر "ب" ہے ۔

۲۔ وہاں (و × ہاں) کہاں (ک × ہاں) یہاں (ی × ہاں) جہاں (ج × ہاں) تہاں (ت × ہاں) ان کا جزو اخیر "ہاں" ہے ۔

۳۔ کدھر (ک × دھر) جدھر (ج × دھر) ادھر (ا × دھر) اُدھر (اُ × دھر) تدھر (ت × دھر) یہ سب "دھر" کے اضافے سے بنے ہیں ۔

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۱۹۹ (۲) گرامر صفحہ ۳۰۹ ۔ (۳) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۲۴ ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"جب" اور "تب" کی بابت پلیٹس نے لکھا ہے کہ سنسکرت "یادت" اور "تادت" سے لئے گئے ہیں۔ پراکرت عہد میں "ت" گر جانے کے بعد یہ جاؤ اور تاؤ ہوئے ان سے "جو" اور "تو" اور "جب" "تب" وجود میں آئے۔ باقی کلمات ان پر قیاس کر کے بنا لئے گئے لیکن "دت" کی "ت" خود سنسکرت ہی میں تخفیف کی نذر ہو گئی تھی۔ اس لئے اس کی ضرورت نہیں کہ اردو "ب" کو سنسکرت "ت" سے مختصر مانا جائے۔ "کو" "ادا" "سرا" ان کلمات کا جزو "دوا" "دت" سے تراشا گیا ہے۔ دکنی اردو میں "جب" کو "جو" اور "تب" کو "تو" بولا جاتا تھا جو لگ "جب تک"، تو لگ (تب تک) سب دکنی میں ہے۔ اب اور کب اصل میں "ادا" اور "کدا" تھے۔ یہ دونوں لفظ سنسکرت میں آج بھی ہیں لیکن ان کا مفہوم اردو "اب" اور "کب" سے ذرا مختلف ہے۔ ہورنلے نے "اب" وغیرہ کا جوڑ اپ بھرنش کے ~~[illegible]~~ سے لگایا ہے جو "ایو" کی ظرفی حالت ہے۔ مغربی ہندی کا "ابے" ان کے نزدیک "اب" سے زیادہ قدیم ہے اور اس کا کسی قدر پتہ اثار روپ ہے(۱) "بیمز" اور "کیلاگ" "اب" کی اصل "ویلا" بتاتے ہیں(۲)۔ اردو، ہندی کا "دیر" یا "بیر" "جو" "ادھیرا" اور "سویرا" میں ہے "ویلا" کی نسل سے ہے۔ اگر "اب" "ادیلا" تھا تو اول وہ "ادیرا" ہوا ہوگا۔ اس لئے جب تک "ادیرا" "اب" کے معنی میں استعمال نہ ہوا ہو اس سے ادیلا مشتق بنانا تکلف سے خالی نہیں۔

چٹرجی کے نزدیک "اب" وغیرہ کلمات کی اصل سنسکرت "ایوم" اور پراکرت "ایوم" ہے۔ "ایو" کا آخری جزو "م" ہے جیسے میں نے

---

(۱) گرامر صفحہ ۲۱۳

(۲) کیلاگ صفحہ ۳۷۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"ب" کا ماخذ قرار دیا ہے۔ اس لئے یہ کوئی نیا خیال نہیں۔ میر حسن نے جا، تد استعمال کیا ہے۔ ان کا ماخذ سنسکرت 'یدا' اور 'تدا' ہیں۔ غالباً یہ روپ اُردو میں مرہٹی سے آئے۔ کم سے کم اردو جب اور تب کا ماخذ 'جدا' اور 'تدا' نہیں۔ دونوں کی اصلیں الگ الگ ہیں اور دونوں کی تاریخ جدا جدا ہے۔ جبھی، کبھی اور جا، ہیں۔ کدہی کبھی بولے جاتے ہیں۔ آخرالذکر دو روپ دکنی اُردو کے ہیں۔ جہاں کی جگہ 'جداں' 'تداں' اور جدہاں' تدہاں بھی دیکھے گئے ہیں۔ "جبھی" کے ہی کو دھریندر نے سنسکرت ہیچر سے ماخوذ بتایا تھا۔ (۱) یہ سنسکرت ا‌ھھ سے بھی لی جاسکتی ہے۔ "پ" وغیرہ شفوی حروف پراکرت عہد میں ہائے مخلوط کے ساتھ بولے جاتے تھے۔ اُردو بھی' اور ہی' دونوں کی اصل 'اپی' ہے۔ لیکن "بھی" زیادہ قدیم ہے۔ 'ہی' بھی' کے ذریعہ وجود میں آیا۔ 'کدھیں'، 'کاھیں'، اَپ بھرنش ہیں ہیچ تھا۔ اس کی بابت میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ وہ ظرفی علامت ہے جو سنسکرت "سمن" اور پراکرت 'مہن' سے حاصل کی گئی تھی۔ بعد میں غالباً تحسین کلام کے لئے زیر کو زبر سے بدل کر "ہاں" کر دیا۔

کہاں۔ جہاں۔ کا 'ہاں' غالباً ہیں" تھا۔ زیر کو زبر سے بدل دیا گیا۔ اس لحاظ سے 'کہیں' اور 'کہاں' ایک ہوئے۔ دونوں کے روپوں میں جو فرق ہے اس کی وجہ ان کے معنی کا اختلاف ہے۔ یا یوں کہئے کہ معنوی اختلاف کی وجہ سے ان کے روپ مستقل طور پر الگ الگ ہو گئے ہیں۔ بیمز اور کیلاگ نے "ہاں" کو سنسکرت "بھان" سے ماخوذ مانا ہے۔ (۱) یہ اشتقاق صوتی اور معنوی اعتبار سے صحیح ہے مگر بھنڈارکر اسے مغلط بتاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قدیم سنسکرت کلمات کے ہوتے سمجھ میں نہیں

---

(۱) ہندی بھاشا صفحہ ۲۹۳

(۲) کیلاگ صفحہ ۳۷۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

آتا کہ اُردو میں، کم ستھاں، جیسے نئے الفاظ کیوں وضع کر لئے گئے۔ ان کے خیال میں "ہاں" پراکرت [illegible] سے لے لیا گیا ہے۔ جو سنسکرت میں [illegible] تھا۔ مرہٹی [illegible] پراکرت "ایتھہ سے نکالا گیا ہے (۱) چٹرجی اس سے متفق ہیں۔ (۲) لیکن 'پشل' ویدک [illegible] اور سنسکرت' [illegible] اس کی اصل بتاتے ہیں۔ اس صورت میں اُردو "ہاں" کا غنہ سنسکرت [illegible] کا قائم مقام ہوگا۔

چٹرجی کہتے ہیں کہ سنسکرت "تتر" کا "تت" ستھا کا بدلا ہوا روپ ہے۔ پالی "تت' تھا" اس لحاظ سے اصل زیادہ قریب ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اُردو "ہاں" جیسا کہ بیمز وغیرہ علماء کا خیال ہے 'ستھاں' سے ماخوذ ہوگا۔ اور سنسکرت پالی اور پراکرت کے روپوں سے زیادہ قدیم نہیں تو ان کا ہمسر سمجھا جائے گا۔ ہورنلے نے حسبِ عادت 'کہاں' وغیرہ کے 'ہاں' کو اَپ بھرنش کچ سے ماخوذ مانا ہے۔ کیلاگ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے 'بھوجپوری' میں یہاں وہاں کے لئے "ایہی جا" اور "اوہی جا" کا استعمال بتایا ہے کہ ہاں "ستھاں" سے ماخوذ ہے۔ "جا" فارسی سنسکرت "ستھاں" کا ہم معنی ہے۔

ادھر۔ کدھر وغیرہ کے "دھر" کو چٹرجی "دھار" بمعنی طرف کنارہ اور خط سے مختصر بتاتے ہیں کدھر (ک + دھار) کون سی طرف 'بھوجپوری' "ادھر' اور "آہر" اصل میں ادھر۔ ادھر تھے۔ "دھ" مخلوط کی "ہ" ان میں باقی رہ گئی ہے۔ متھیلی "اِہر، جہر" کا تعلق بھی دھر سے ہے۔ پالی اور پراکرت "ادھ" کی اصل بھی "دھر" ہی ہے اور سنسکرت "اہ" کی بھی کم سے کم "ادھر یا ادھ" کے "دھ" کو سنسکرت 'اہ' سے نہیں نکال سکتے۔ سنسکرت کے بہت سے الفاظ ہیں۔ جن میں مخلوط حروف کا وقفیہ گر گیا ہے اور

---

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۶ ۲م (۲) بنگالی صفحہ ۸۵۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"ہ" باقی رہ گئی ہے۔ جیسے 'ورلہ' جس کی اصل 'ورلبھ' ہے۔

ہیمرز نے دھر کو سنسکرت "مکھ" یا "مکھر" سے مشتق مانا ہے۔ مکھر۔ مہر۔ نہر ندھر۔ دھر۔ لیکن یہ بڑی بے معنی سی بات ہے۔ 'دھر' سے 'ہر' نکالا جا سکتا ہے لیکن 'ہر' سے 'دھر' کا نکالنا ناممکن ہے۔ میرا خیال ہے کہ سنسکرت '[illegible]' پراکرت [illegible] پالی اور [illegible] اُردو 'دھر' ان سب کی اصل ایک لفظ "ستھل" ہے۔ اس کے تغیرات اس طور پر ہیں۔

(۱) تت ستھل۔ تت ستھر۔ تت تھر۔ تت تر۔ [illegible]

(۲) تت ستھل۔ تت ستھر۔ تت تھر۔ تت تھ [illegible]

(۳) تت تھر۔ تد دھر۔ تد دھ [illegible]

(۴) تت تھر۔ تتا دھر۔ تدھر وغیرہ۔

ان میں سے پہلے دو سلسلے ایک ہی جیسے ہیں۔ "تت تھر" ایک ایسا حلقہ ہے جو دونوں میں مشترک ہے۔ اور جہاں سے دو راہیں پھوٹتی ہیں دوسرے دو سلسلے "تد دھر" میں مشترک ہیں۔ "تت تھر" تک چاروں سلسلے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

اس خیال کی تائید فارسی "ایدر" سے ہوتی ہے۔ ژندی میں اس کا روپ ایدھ تھا۔(۱)

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اشارے کی تین حرکتیں 'ے' 'ِ' اور 'ُ' جہاں تہ وغیرہ ضمیروں کے ساتھ ترکیب پاتی ہیں۔ وہاں [illegible] اور [illegible] کے ساتھ مل کر بھی آتی ہیں۔ سنسکرت 'ایوم' 'ادھنا' 'اِت تھم' اور 'ادانیم' کے آخری حصے 'دم' 'ن' 'ام' اور 'ِام' ہیں۔ ان میں 'دم' کی اصل 'اِدم' یا 'اُن' سے۔ فارسی 'ایدون'

---

(۱) ہندوستانی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۸۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اکنون، یدیں جینیں، چناں، چنداں وغیرہ کلمات کے آخری اجزا انہی افشاروں سے بنے ہیں۔ اردو کہیں۔ کہاں، کدھر، اجھیں، وغیرہ میں یہی افشارے ہیں۔ یہ ان سنسکرت اسماء کے ہم عمر ہیں جن سے انہیں نکالا جا رہا ہے۔

" اجھوں" دکنی اردو میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی اصل سنسکرت ' اودھنا، ودھ' کا متبادل 'جو'، سے غالباً اس اشتباہ کی وجہ سے ہے کہ یہ ' وہی' تھا۔ پنجابی " ہیں" کی اصل بھی سنسکرت " اودھنا " ہی ہے۔ ' دھ' مخلوط کا د تقفیہ گر جانے سے 'ہ' باقی رہی ہے۔

۷۔ اسماء اعداد

اُردو کے ارتقاد کے سلسلے میں اسمار اعداد کی بڑی اصلیت ہے۔ کچھ اسی لئے زبان کے کینڈے پر بحث کرتے ہوئے ان پر بھی نظر ڈالی جاتی ہے۔ ورنہ اصول کے لحاظ سے ان کے تغیرات صوتی تبدیلیوں کے ضمن میں آتے ہیں۔ اور وہیں ان کا ذکر ہونا چاہیئے۔ اسمار اعداد کی ارتقائی تاریخ جان لینے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اردو شوَرسینی پراکرت کی بیٹی ہے دھریندر کہتے ہیں کہ یہ اسمار پالی یا درمیانی عہد کی پراکرتوں کی طرح کسی دوسری عام زبان سے لیے گئے ہیں۔ چٹرجی نے اس زبان کو قدیم عہد کی ہندوستانی کہا ہے۔

یہ اسمار دو طرح کے ہیں۔ صحیح اور مکسور۔ صحیح کی دو قسمیں ہیں۔ ترتیبی اور توصیفی۔ پھر ترتیبی اعداد کی حسب ذیل چار قسمیں ہیں۔

(۱) احاد کا ئیاں۔ (۲) عشرات یا دھائیاں۔ (۳) مئات یا بیکڑے (۴) الوف ہزار۔ لاکھ وغیرہ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ا۔ اعداد ترتیبی

احاد اکائیاں ایک سے لیکر ۹ تک کے اعداد کہلاتے ہیں۔

(۱) سنسکرت ایک اور فارسی 'یک'۔ پراکرت میں 'ک' کی تکرار یعنی تشدید کے ساتھ ایک بولا جاتا تھا۔ 'ک' کی یہ شدت پنجابی میں بھی ہے۔ پراکرت میں خصوصیت کے ساتھ اردھ ماگدھی میں "ایکیا" اور "ایے سے آئے" بھی ملتے ہیں۔ ان میں ثانی الذکر مجھے زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ قدیم فارسی کا 'ایو' غالباً اس کی اصل ہے۔ پہلوی "ایوک" سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل کلمہ "ایو" یا "اے" ہے 'ک' بطور الحاقی بعد میں اضافہ کیا گیا۔ پنجابی "یاراں" جو پراکرت "ایے سے آرہ" کا قائم مقام ہے، اس کا مؤید ہے۔ ترکیب کی صورت میں 'ایک' کا 'اک' یا 'اکا' ہو جاتا ہے۔ جیسے اکیس۔ اکتیس۔ اکیاون۔ اکانوے وغیرہ۔ گیارہ اصل میں اگیارہ تھا۔ گیارہ کا الف وصل کے لئے ہے۔ یہ سنسکرت ایکادش اور دوادش میں بھی ہے۔ الف سے پہلے اردو میں 'ی' بطور تحسین اضافہ کردی جاتی ہے۔ اکیاسی (اک + اسی) بیاسی (ب + اسی)

(۲) دو زمانہ ہند ایرانی میں 'دو' تھا۔ فارسی اور پراکرت میں "دو" ہے سنسکرت "دود" بھی وہی تھا۔ تثنیہ کی علامت ہے۔ ترکیب کی علامت میں حرف 'د' رہ جاتا ہے۔ دُپٹہ۔ دوھاری اور کبھی "د" 'ب' سے بدل جاتا ہے جیسے بارہ (ب + رہ) بتیس (دو + تیس) بیالیس وغیرہ۔

---

(۱) ہندوستانی گرامر پلیٹس صفحہ ۱۸۳

(۲) اتہاس صفحہ ۲۵۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۳) تین سنسکرت "ترینی" اور پراکرت "تنی" ہے۔ قدیم فارسی میں "تری" اصل عدد "تر" ہے "نی" علامت جمع ہے۔ اردو تین سنسکرت "ترینی" سے ماخوذ ہے۔ ترکیب کی صورت میں "نی" کے ساتھ ساتھ "تر" بھی ملتا ہے۔ اس لئے ہم اس عدد کا ماخذ، پراکرت "تنی" کو قرار نہیں دے سکتے۔ اس کی ترکیبی شکلیں یہ ہیں۔ تے، تین۔ تی۔ ت۔ تر۔ تری۔ مثلاً تیرہ (تے + رہ) تینتیس (تین + تیس) تئیس (تی + س) ترپن (تر + پن) تریسٹھ (ترے + سٹھ) تباسی (ت + باسی) چار سنسکرت "چتواری" یا چتر" تھا۔ فارسی" چار یا چہار کی اصل قدیم فارسی "چھتوار" ہے۔ پراکرت میں "چتواری کا" چتاری" ہوا اور چتر کا "چ ار" اردو ترکیبی اجزا چو، چوں۔ چور۔ چتر سے بنے ہیں۔ جیسے چودہ (چو + دہ) چوبیس (چو + بیس) چونتیس (چوں + تیس) چون، چونسٹھ۔ چوراسی (چور + اسی)، چورانوے (چور + نوے) چالی چتواری سے ماخوذ ہے۔ "ر" "ل" سے بدل گئی ہے چالیس۔

(۵) پانچ۔ سنسکرت اور قدیم فارسی دونوں میں پنچ ہے۔ ترکیبی حالت میں اس کی حسب ذیل شکلیں ملتی ہیں۔ پنچ۔ پچ۔ پین۔ جیسے پندرہ پنچ + رہ) پچیس (پچ + بیس) پینتیس (پین + تیس) پنتالیس (پین + چالیس) پچاس (پچ + اس) پچھتر۔ پچاسی۔ پچانوے۔ پچ لڑکا۔

(۶) چھ۔ پراکرت چھ، سنسکرت "شٹ" یا ششش، قدیم فارسی خششوش، ہے۔ چٹرجی اردو اور پراکرت "چھ" کی اصل قدیم فارسی خششوش بتاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ "خششوش" اول "کششوش" بنا۔ بعد میں "کش" (مخلوط) "چھ" سے بدل گیا۔ (۱) فارسی ششش کی اصل بھی یہی خششوش ہے۔

خششوش۔ ششوش ششش۔ ترکیب کی حالت میں چھ۔ سو۔ سا۔ یہ شکلیں ملتی ہیں جن میں سے آخرالذکر دو ششش یا شٹ سے ماخوذ ہیں جیسے سولہ (سو + لہ)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

چھبیس (چھ + بیس) چھتیس چھیالیس ۔ چھپن ساٹھ (سا + ٹھ) چھہتر ۔ چھیاسی چھنگا (چھ + انگلیاں)

(۷) ساتھ ۔ پراکرت ستّ + سنسکرت ۔ سپت ۔ ترکیب کی حالت میں سات کا 'ست' ہو جانا مقررہ اصول کے مطابق ہے ۔ سترہ ۔ ستائیس ۔ البتہ "سیس" جیسا کہ دھیریندر کا خیال ہے "ہیں" (پانچ) کے زیر اثر ہوا ہے ۔ سینتالیس ۔ (سین + تالیس) سینتیس (سین + تیس) ستر ستھ کا "ستر" کہا جاتا ہے کہ اڑسٹھ کی ریس ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ "ڑ" 'ت' کا بدل ہے ۔ ست ۔ سٹ ۔ ستر ۔ اس کی یہ تین سیڑھیاں ہیں ۔

(۸) آٹھ ۔ پراکرت 'اٹھ' سنسکرت 'اشٹ' مرکب اعداد میں حسب قاعدہ 'اٹھ' ہو جاتا ہے ۔ اٹھارہ ۔ اٹھتر ۔ (اٹھ + ستر) اٹھائیس میں 'اٹھ' مشدد ہے نہ "ٹھ" اڑتالیس اور 'اڑتیس' میں 'ڑ' سے بدل گئی ہے ۔

(۹) نو ۔ سنسکرت میں نوہ ہے ۔ سنسکرت کے نہ اور نہ اردو میں ساکن ہو کر ے اور "و" ہو جاتے ہیں ۔ پراکرت میں اس کی شکل نوہ ہے ترکیبی حالت میں اس کی دو شکلیں ہوتی ہیں "نو" جیسے نواسی اور 'ننا' جیسے ننانوے (ننا + نوے)

دہائیاں دس سے ننانوے تک ہیں ۔ یہ دس کی ترکیب سے بنی ہیں ۔ ان میں عقود لسانی اعتبار سے اہم ہیں ۔ ان کی تاریخ درج ذیل ہے ۔

(۱۰) دس ۔ یہ تمام دہائیوں کی جان ہے ۔ گیارہ سے ننانوے تک جملہ اعداد اسی عدد کی ترکیب سے بنے ہیں ۔ "دس" کی اصل قدیم آریائی "دشت" ہے ۔

---

(۱) بنگالی کا آغاز و ارتقا پارہ ۵۱۷ ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تحت صوتی کے اثر سے خود سنسکرت میں اس نے جو نئے نئے روپ اختیار کئے ان کی تفصیل دلچسپی سے خالی نہیں۔

(۱) گیارہ سے اٹھارہ تک — دش — (السقوط ت)

(۲) انیس سے اٹھاون تک — ونشتی۔ شت — (السقوط ت)

(۳) انسٹھ سے اڑسٹھ تک — تی (بحذف دش و ابدال 'ت' بہ 'ٹ')

(۴) انہتر سے ننانوے تک — تی (بحذف دش)

اُردو میں 'دش' کا 'ش' ترکیبی حالت میں 'ہ' ہو جاتا ہے۔ اور ڈال، کبھی قائم رہتی ہے اور کبھی 'ر' یا 'ل' سے بدل جاتی ہے۔ دش۔ ڈس۔ دس۔ نس۔ لہ۔ رہ۔ اس کے مختلف مدارج ہیں۔ گیارہ۔ بارہ۔ چودہ۔ پندرہ۔ سولہ۔ سترہ۔ اٹھارہ وغیرہ۔

(۲۰) بیس۔ پراکرت "ببیئی" اور سنسکرت "ونشتی"۔ انیس مرکب ہے۔ 'اُن' اور 'بیس' سے 'بیس' کی 'ب'، 'ن' سے بدل گئی ہے۔ اکیس۔ بائیس۔ تیئیس۔ پچیس۔ ستائیس۔ اٹھائیس۔ وغیرہ اعداد میں "بیس" کی 'ب' گر گئی ہے۔ 'شتی' یا 'شت'، اُردو میں ہر جگہ "س" ہو گیا ہے۔ تیس، چالیس، پچاس وغیرہ۔

(۳۰) تیس۔ پراکرت 'تیسا'، سنسکرت 'ترنشت'، ترکیب کی صورت میں بھی 'تیس' ہی رہتا ہے۔ اکتیس۔ بتیس اور چھتیس میں 'ت'، مشدد ہو گئی ہے۔

(۴۰) چالیس۔ پراکرت چتالیس، سنسکرت، چتوارنشت، یہ عدد چالی اور 'س' سے مرکب ہے۔ چالی کی اصل سنسکرت چتواری ہے۔ ترکیب کی صورت میں یہ "تالیس" یا 'لیس' رہ جاتا ہے۔ جیسے اکتالیس۔ بیالیس۔ چوالیس۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۵۰) پچاس۔ پراکرت پنجاسا۔ سنسکرت پنجاشت۔ ترکیب میں "پن" و "ون" اس کے روپ ہو جاتے ہیں جو پنچاس کے جزو اول سے حاصل کیے گئے ہیں۔ "ون" "پن" کا بدل ہے۔ اکیاون۔ باون۔ ترپن، چوون۔ پچپن۔ چھپن۔ ستاون۔ اٹھاون۔ صرف انچاس میں "پچاس" دیکھا گیا ہے۔ انچاس اصل میں ان پنچاس تھا۔ "پ" درمیان سے گر گئی ہے۔

(۶۰) ساٹھ پراکرت سٹھی۔ سنسکرت 'ششی' (ششش + تی) ترکیب میں سٹھ ہو جاتا ہے۔ جیسے اکسٹھ۔ باسٹھ۔ ترسیٹھ۔

(۷۰) ستر۔ پراکرت سِتر۔ سنسکرت 'سپتتی' ہے۔ اس کی 'ت' پراکرت اور پالی ہی میں 'ر' سے بدل گئی تھی۔ 'ت' اول 'ٹ' ہوئی۔ اس کے بعد 'ٹ' نے 'ڑ' کا روپ اختیار کیا اور 'ڑ' نے 'ر' کا۔ اس تبدیلی کے یہ درجے ڈاکٹر چٹرجی نے لکھے ہیں۔ مرکب اعداد میں ستر کا 'س' "ہ" سے بدل جاتا ہے جیسے اکہتر۔ بہتر۔ تہتر۔ ستہتر۔ اور اٹھہتر میں صرف 'تر' رہ گیا ہے۔

(۸۰) اسی کو پراکرت میں "اسی ای" اور سنسکرت میں "اشیتی" کہتے ہیں۔ 'اسی' میں دو 'س' ہیں اور "اسی ای" میں ایک اس لیے 'اسی' پراکرت کے روپ سے ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ چٹرجی اسے پنجابی لہجے کا اثر بتاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، سنسکرت 'اشیتی'، اصل میں 'اشیتی' تھا جیسا کہ قدیم فارسی میں ہے۔ اس سے اول "اش شیتی" اور بعد میں اسی بنا۔ مرکب اعداد میں "اسی" کا 'آسی' ہو گیا۔ اکیاسی۔ بیاسی۔ ستاسی۔ اٹھاسی۔ نواسی۔

(۹۰) نوے۔ پراکرت 'نما' سے نوے۔ سنسکرت "نوتی" لیکن اس میں یہ الجھن ہے کہ نوے کا 'و' مشدد ہے۔ دھیریندر نے تکرار 'و' کی وجہ سے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ایک پراکرت لغت نمبر ۲۰۰۵ کے اور فرض کیا ہے۔ غالباً قدیم آریائی زبان میں 'نونی' کا روپ 'نووتی' تھا۔ اُردو 'نوے'، سندھی 'نوواسی' مرہٹی 'نود' اسی قدیم لغت سے وضع کئے گئے ہیں۔ مرکب اعداد میں الف وصل اضافہ ہو جاتا ہے اور 'نوے' کا ایک 'و' کم ہو جاتا ہے۔ اکانوے یا اکیانوے نینانوے میں 'نو' کا 'د'، 'ن' سے بدل کیا ہے۔ اکیانوے چھیانوے اور نینانوے میں جو 'ی' ہے وہ ماقبل حروف کے زیر کا اثر ہے۔

(۱۰۰) سو پراکرت 'سی' سنسکرت 'شت'۔ اردو 'سو' کی اصل 'سئو' ہے یا ساو'۔ اردو میں اس کا ایک روپ 'سے' بھی ہے۔ جیسے 'سیکڑا'، سیکڑوں وغیرہ۔ اس کا ماخذ پراکرت 'سی' ہے۔ کیلاگ 'سو' اور 'سے' کو پراکرت کی فاعلی حالت 'ستاؤ' اور 'ستاو' سے ماخوذ مانتے ہیں۔ "ت" گر گئی تو 'سو' اور 'سے' بنے (۱)

(۱۰۰۰) ہزار فارسی ہے۔ سنسکرت میں 'سہسر' ہے تمام جدید دیسی زبانوں میں ہزار استعمال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ڈاکٹر چٹرجی یہ بتاتے ہیں کہ ہندوستانی زبانوں کے درمیانی عہد میں سنسکرت "دش" "شت" (دس سو) بولا جاتا تھا۔ جب مسلمانوں کے ساتھ فارسی ہندوستان آئی تو بولنے والوں کو ہزار زیادہ ہلکا اور آسان معلوم ہوا اس لئے وہ اختیار کر لیا گیا۔

(۱۰۰۰۰۰) لاکھ۔ سنسکرت "لکش" سے نکلا ہے جو حسب قاعدہ ترکیب پا کر 'لکھ' ہو جاتا ہے۔ جیسے لکھ پتی۔ کروڑ کی اصل مشتبہ بتائی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ

---

(۱) انہاس صفحہ ۲۶۲

(۲) ہندی گرامر صفحہ ۱۰۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سنسکرت "کوٹی" سے وضع کیا گیا تھا لیکن صوتی اعتبار سے یہ ناممکن نہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ لفظ "کروٹی" تھا۔ اُردو کروڑ اس قدیم لفظ کی یادگار ہے سنسکرت "کوٹی" بھی غالباً اسی سے گھس گھسا کر بنا ہے۔

"اَرب" کی اصل سنسکرت "اَربُد" اور "کھرب" کی "کھرو" ہے اور یہ بہت ظاہر ہے۔

۴۔ اعداد توصیفی

اُردو میں پہلے چار توصیفی اعداد کس قدر بے قاعدہ ہیں۔ باقی سب "وان" لگا کر بنائے گئے ہیں۔ جیسے پانچواں۔ ساتواں وغیرہ۔ "وان" کا ماخذ سنسکرت तम ہے۔ قدیم ہند ایرانی میں 'م' سے یہ کام لیا جاتا تھا اور آہنگ کے لئے کبھی اس سے پہلے 'ے' یا 'و' بڑھا دیا جاتا تھا۔ قدیم فارسی کا "ام" پہلوی میں 'دم' اور فارسی میں "ُم" ہے۔ جیسے چہارُم۔ پنجم۔ سنسکرت میں بھی قدیم فارسی کا "ام" ہے لیکن وہ ان اعداد کے آخر میں جوڑا جاتا ہے جو "ن" پر ختم ہوتے ہیں۔ جیسے 'پنچن' سے پنجم، 'سپتن' سے 'ستم' سنسکرت "تم" کی "تت" جزو کلمہ ہے۔ اصل لاحقہ 'م' ہے یہ 'م' اردو میں غنہ ہو گیا ہے۔ 'و' غالباً پہلوی 'د' کی نشانی ہے۔ پانچواں، پنجم۔ پنچوں۔

الف۔ وصل کے بعد پانچواں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنسکرت अक اول، अ ہوا۔ جیسے گرام سے گاؤں اور پھر आ۔ الف اس صورت میں 'دسرگ' کے قائم مقام ہوگا۔ بقیہ اعداد کی تاریخ اس طور پر ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۱) پہلا۔ چٹرجی کہتے ہیں کہ اس کا ماخذ قدیم ہند آریائی "پر۔ تھ۔ ال" ہے جو پراکرت میں کئی درجوں سے گزرا ہے۔ پتھل۔ پہٹلی۔ پڈھلی۔ پھلی۔ پہلا۔ گریرسن کا خیال ہے کہ یہ سنسکرت "پرتھیم" اور لاحقہ "ایلم" سے مرکب ہے۔ یہ لاحقہ مہاراشٹری اور اردھو ماگدھی میں بھی تھا۔ "پرتھم" "ال" اپ بھرنش میں "پڈھول لئو" ہوا۔ اور اس سے پہلا۔ پشل نے قدیم ہندی روپ اس کلمے کا [illegible] فرض کیا ہے (۱) ہیمز سنسکرت "پرتھر" سے ماخوذ بتاتے ہیں (۲)

(۲) دوسرا۔ تیسرا۔ چٹرجی کے خیال میں "سر" سنسکرت لفظ ہے جو مادہ "سر" (حرکت کرنا) سے بنا ہے۔ ہورنلے اس کی اصل "سرت" بتاتے ہیں (۳) لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ فارسی "سر" ہے الف غالبا فاعلی ہے۔ "دوجا" اور "تیجا" بھی اردو میں مستعمل ہیں۔ یہ سنسکرت "دوتیہ" "ترتیہ" سے بنے ہیں۔

(۳) چوتھا۔ پراکرت [illegible] اور سنسکرت "چترتھ" سے حاصل کیا گیا ہے۔ چھٹا کی اصل سنسکرت "ششٹھ" ہے۔

عدد صحیح کی ایک قسم عدد تضعیف بھی ہے جو گنا، ہرا، خاری، چند، تا، لگا کر بنایا جاتا ہے۔ جیسے دگنا، تگنا۔ دھرا۔ تہرا۔ دونا۔ دو چند وغیرہ۔ "گنا" کی اصل سنسکرت "گنتر" ہے۔ "نا" اس کا مخفف ہے جیسے "دونا" "ہرا" پلیٹس کے نزدیک "ہارا" سے چھانٹا گیا ہے "ہارا" سنسکرت میں "ہار" تھا "و" تزئین کے لئے ہے۔ ہورنلے کہتے ہیں کہ سنسکرت "دودھ" پراکرت

---

(۱) بحوالہ ولز حاشیہ صفحہ ۱۸

(۲) گرامر جلد ۲ صفحہ ۲۴۱

(۳) گرامر صفحہ ۱۲۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

میں "دو ہوا" د، گرا کر اس پر "را" بڑھایا گیا۔ سنسکرت "دھا" سے بھی نکالا جا سکتا ہے۔ (۱) بہتر یہ ہے کہ "ہرا" کو "سرا" کا بدل سمجھا جائے۔ بنگلہ میں اس کا روپ 'ہارا' ہے جیسے دوھارا۔ تہارا۔ چٹرجی اس کی اصل سنسکرت 'ہارا' بتاتے ہیں۔ جسم کے معنی قسم اور حصہ کے ہیں۔

اس کے علاوہ چند کلمات اور ہیں جو جمع کے معنی دیتے ہیں۔ جیسے جوڑا گنڈا۔ کوڑی بیسکڑا۔ جوڑا، سنسکرت "(یا، ہو، یا ہوا) سے بنا ہے۔ یکیت۔ بیت۔ جت۔ جوٹ۔ جوڑ۔ الف توصیفی بعد میں اضافہ کیا گیا۔ کوڑی (بیس) 'کول' زبان کا لفظ ہے۔ (۲)

۳۔ عدد مکسور

ان سے عدد صحیح کا کوئی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ بھی دو طرح کے ہیں۔ اصلی اور توصیفی۔ اصلی یہ ہیں۔

—— پاؤ: ¼ سنسکرت "پادکہ" سے ماخوذ ہے۔ 'پائی' اس کی تانیث ہے اس کی اصل 'پادکا' ہے جیسے ادھ پی، "چوتھائی" چوتھا سے بنا ہے اور اس کی طرف منسوب ہے یا اس سے اسم ہے۔

—— آدھ: ½ سنسکرت میں "اردھ" تھا۔ ترکیبی حالت میں

---

(۱) گرامر صفحہ ۲۶۸

(۲) چٹرجی صفحہ ۶۹۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"ادھ" رہ جاتا ہے۔ جیسے اَدھیلا۔ ادھ سیرا۔ ادھ موا وغیرہ۔

ــــ تہائی: ⅓ کی اصل "تہا" اور "ــِ ی" مصدری ہے۔ "تہا" میں "ہ" تعلیمین کے لئے ہے۔ چوتھائی اور دہائی کا حال بھی یہی ہے (۱) لیکن ان کی "ہ" اصلی ہے۔

ــــ ڈیڑھ۔ ڈیوڑھا: ۱½ پراکرت [illegible] اور سنسکرت "دواردھ" سے وضع کیا گیا ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں دوسرا نصف پہلا نصف آدھا ہے۔ دوسرا نصف ڈیڑھ۔ تیسرا نصف ڈھائی۔ "ڈیوڑھا" میں "دو" کا "و" بھی موجود ہے۔

ــــ ڈھائی۔ اڑھائی: ۲½ پراکرت "اَڈڈتیہ" اور سنسکرت "اردو" "ترتیہ" یعنی تیسرا نصف ہے۔ ڈھائی کے شروع سے الف تخفیفاً گرا ہے۔ بیمز نے اس کا ماخذ سنسکرت "اردھ"۔ دویم" ٹھہرایا ہے۔

ــــ ہونٹھا: ۳½ اصل میں "اہوٹھا" تھا۔ یہ سنسکرت "اردھ چترتھ" سے ماخوذ ہے۔ ارھ چ اُتھ۔ اہ اتھ اہوتھ۔ اہوٹھ۔ ہوٹھا یا ہونٹھا شروع سے الف گر گیا ہے۔

ڈھونچا: ۴½ کی اصل کیلاگ "چترا تچپ (چار سے اوپر) بتاتے ہیں۔ "چتر" کی "چ" اور "ت" دونوں گر گئی ہیں اور "ر" "ڈھ" سے بدل گئی ہے۔ "پونچا" اور "کھونچا" سب اسی ڈھنگ سے بنے ہیں۔ کھونچا کا "کھو" سنسکرت "شش" کا قائم مقام ہے۔

توصیفی اعداد مکسورہ عدد صحیح کے وصف کے طور پر استعمال ہونے

---

(۱) ہورنلے صفحہ ۲۶۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں جیسے ساڑھے تین۔ پونے چار، سوا دو۔ وغیرہ۔

سوا : پ + پراکرت सवाअ اور سنسکرت "سپادہ" سے لیا گیا ہے "سوایا" اس میں ایک لغت اور بھی ہے۔

ساڑھے : پ + سنسکرت ساردھ (س + اردھ) سے بنا ہے پراکرت میں اس کا روپ सड्ढ ہے۔ ساڑھے، غیر فاعلی حالت میں ہے۔

پونے : پ + سنسکرت پادون (پاد + اُن) پاؤکم سے لیا گیا ہے۔ یہ کلمہ بھی غیر فاعلی حالت میں ہے اس کی فاعلی حالت "پون" ہے۔ لیکن وہ اصلی عدد مکسور ہے۔

یہ اعداد جن صوتی اصولوں کے تحت بنے ہیں ان کی تفصیل تو صوتی تغیرات میں ملے گی لیکن ان میں سے چند جو مطرد طور پر ان کی وضع میں کار فرما رہے ہیں اور جن کا ذکر بیلیٹس نے اپنی گرامر میں کیا ہے۔ اختصار کے ساتھ ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

(۱) آخر سے مقصور حروف علت یا حرکتیں ساقط ہو جاتی ہیں جیسے چتوار سے چار۔ ترینی سے تین، ششٹھ سے ساٹھ۔

(۲) مخلوط حروف صحیح یا ان میں سے ایک گر جاتا ہے اور اس سے پہلی حرکت کا اشتباع ہو جاتا ہے۔ سپت سے سات۔ اشٹ سے آٹھ چتوا سے چار۔

درمیان کی حرکت کا اکثر اشتباع ہو جاتا ہے۔ جیسے پنچ سے پانچ۔ اکیانوے (اک۔ نوے)

(۴) آخر سے حرف صحیح گر جاتا ہے جیسے ونشت سے بیس۔ ترنشت سے تیس۔ چتوارنشت سے چالیس۔ ششٹ سے، سو۔ پنچاشت سے پچاس۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

۸۔ حروف

حروف وہ ہیں جن کے معنی مستقل نہیں اور جو دو اسم یا ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان ربط پیدا کرتے ہیں۔ اور صلات اور اعرابی لاحقے بھی حروف ہی ہیں۔ ان کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ بقیہ حروف کی تاریخ ذیل میں دی جا رہی ہے۔

"اور" ۔ حرف عطف ہے۔ اس کی اصل سنسکرت "اَپَرہ" ہے۔ 'پ' پراکرت میں اکثر 'و' سے بدل جاتی تھی۔ اُردو میں 'و' ساکن کی طرح اس کا تلفظ کیا جاتا ہے اَپَرہ، اور۔ اور یہ اُردو میں دوسرے کے معنی میں بھی ہے۔ جیسے اور آدمی۔ اس "ف" کے اصلی اور حقیقی معنی یہی ہیں۔

"ہاں" کلمہ ایجاب ہے۔ "ہوں" بھی اس کا ہم معنی ہے۔ پلیٹس اس کی اصل "آم" بتاتے ہیں (۱) لیکن میں اسے حکایت صوت سمجھتا ہوں۔

"نہیں" "نا" اور 'ہیں' سے مرکب ہے۔ 'ہاں' کے تین روپ ہیں ہاں، ہوں، اور ہیں۔ غالباً یہ روپ حرکات اشارہ کی مدد سے بنے ہیں۔ پلیٹس کے نزدیک یہ سنسکرت نہیں سے بنا ہے اور ایک طرح سے اس کا بگاڑ ہے۔ ٹرنر کی رائے بھی یہی ہے۔ (۲) سکسینہ نہ اور ہی سے مرکب بتاتے ہیں اور "ہی" کا جڑ مادہ "اس" (ہونا) سے لگاتے

---

(۱) ہندوستانی گرامر صفحہ ۱۸۲ (۲) نیپالی ڈکشنری صفحہ ۳۴۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں۔ وہ کہتے ہیں نہیں سنسکرت نستی، پراکرت عہد میں عام طور سے "نہیں ہے" کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ (۱)

"ہی اور بھی" دونوں کی اصل جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، سنسکرت "اپی" ہے "اپی" اپی۔ بھی۔ ہی۔ دوسرے علماء نے "ہی" کی اصل سنسکرت تاکیدی کلمے "ہِر" کو بتایا ہے۔ ہور نلے اور سکسینہ سنسکرت "اپی" اور "ہی" دونوں کی مشترک پیداوار بتاتے ہیں۔

"پر" یہ "حرف استدراک ہے۔ سنسکرت "پرم" اس کا ماخذ ہے۔ غالب ایک رقعے میں فرماتے ہیں۔ "پر" بمعنی لیکن لفظ مشہور ہے اور "پہ" اس کا مخفف ہے۔ میرے اردو کے دیوان میں سو دو سو جگہ یہ لفظ آیا ہوگا۔

"گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں۔
کعبہ سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی"

"تو" حرف جزا ہے۔ یہ سنسکرت میں "تہ" تھا "سو" کی طرح یہ قدیم ضمیر غائب : "تہ" سے بھی لیا جاسکتا ہے۔ ضمیر غائب جیسے وغیرہ فعل حال کے صیغوں میں موجود ہے۔

"کہ" بیانیہ فارسی ہے اور فارسی "کی" سے لیا گیا ہے۔

"بن" بمعنی بلکہ سنسکرت میں بھی اس کا روپ یہی ہے۔

"چاہیے" فارسی خواہ کا ترجمہ ہے اور چاہنا مصدر سے۔ فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ "پھر" کی اصل سنسکرت "پہر" ہے "ر" کی وجہ سے "پ"

---

(۱) اینچی صفحہ ۳۰۶ (۲) بنگال جلد اصفحہ ۴۲۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کے ساتھ "ہ" مخلوط ہوگئی۔ (۳) "پھر" کا کسرہ "ز" سے لیا گیا ہے۔ "پھر" مادہ "پر" سے ماضی معطوفہ بھی ہو سکتا ہے (۱)

"ستنہ" غالباً سنسکرت " " سے وضع کیا گیا تھا "ت" بہت " " قیاس کر کے بعد میں اضافہ کر دی گئی۔

ذیل کے کلمات بطور ظروف مستعمل ہیں۔

"آج" سنسکرت "ادی" پراکرت "آج" سے ماخوذ ہے۔ پراکرت کے مشدد حروف میں سے ایک اردو میں گر جاتا ہے اور ماقبل حرف کی حرکت کا اشباع ہو جاتا ہے۔ "کل" کی اصل سنسکرت "کلیہ" ہے جس کے لفظی معنی ہیں صبح۔

"پرسوں" سنسکرت "پر" اور "شوہ" سے مرکب ہے۔

"اترسوں اور" نرسوں" بھی "شوہ" کی مدد سے بنے ہیں۔ "اترسوں" کا جزو اول "پر" ہے اور "نرسوں" کا "انیہ" (دوسرا) لیکن پلیٹس "اتر" کو "در" اور "نر" کو "تل" سے نکالتے ہیں (۲)۔ مجھے یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

"جھٹ" جلدی اور فوراً سنسکرت میں "جھٹتی" تھا۔ "پٹ" اس کا تابع ہے "تڑت" اور "تڑنت" دونوں کی اصل سنسکرت "تورتم" ہے۔

---

(۱) اردو ئی صفحہ ۳۰۳

(۲) ہندوستانی گرامر صفحہ ۱۸۱

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

باب پنجم

افعال و مشتقات

فعل میں عام طور سے تین چیزیں پائی جاتی ہیں۔ کام۔ کام کرنے والا۔ اور زمانہ۔ مثلاً "کرتا ہے" ایک فعل ہے جس سے کرنا، کرنے والا، اور زمانہ حال تینوں ایک ساتھ سمجھ میں آتے ہیں۔ کام پر دلالت کرنے والا لفظ مادہ کہلاتا ہے۔ زمانہ اور فاعل بنانے کے لئے فعل میں کچھ تبدیلیاں کر دی جاتی ہیں۔ فعل کی قسمیں ان تبدیلیوں کی بنا پر ہوتی ہیں۔ سنسکرت میں واحد تثنیہ اور جمع فاعل کی تین قسمیں تھیں اور ان کے لحاظ سے فعل کے الگ الگ تین روپ ہوتے تھے۔ مگر تثنیہ پراکرت کے اولین عہد میں غائب ہو گیا۔ اردو میں جہاں عدد کے لحاظ سے یہ کمی ہوئی وہاں جنس کے اعتبار سے ایک اضافہ بھی ہوا۔ سنسکرت فعل میں مذکر و مؤنث کا فرق نہ تھا دونوں کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال ہوتا تھا۔ اردو میں مذکر کا صیغہ مؤنث سے الگ ہے۔

"مادہ" فعل کے تمام تغیرات میں موجود رہتا ہے اور ان تغیرات کی علامتیں چھانٹنے کے بعد بچ جاتا ہے۔ چلنا، چلتا ہے، چلے گا، چلنے والا ان سب میں "چل" مشترک ہے۔ یہ مادہ ہے سنسکرت میں دو ہزار کے قریب مادے بتائے جاتے ہیں۔ یہ سب مستعمل نہیں۔ ان میں سے ویدک ادب اور بعد کی سنسکرت تحریروں میں استعمال ہوئے۔ ان میں سے تقریباً دو سو مادے ویدک ادب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ۱۵۰ بعد کی پیداوار ہیں۔ کل ۸۰۰ مادے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ایسے ہیں جو سنسکرت کی ارتقائی تاریخ کے مختلف دوروں میں استعمال ہوتے رہے۔ پراکرت میں کل کتنے مادے تھے؟ کتنے سنسکرت سے لیے گئے اور کتنے قدیم مادوں سے ڈھالے گئے؟ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ پراکرت عہد تک آتے آتے بہت سے قدیم مادے متروک ہو گئے اور ان کی جگہ نئے مادے گھڑ لیے گئے۔ کچھ صوتی تغیرات کے زیر اثر بدل بدلا گئے۔ کچھ کے معنی میں تبدیلیاں ہو گئیں۔ ذیل کے مادے دکنی اردو میں مستعمل تھے لیکن اب متروک ہیں۔ یہ پنجابی اور گجراتی سے دکنی اردو میں آئے۔ دلی اور میرٹھ کی عام بول چال میں ان کا چلن نہ تھا۔ جب اردو ادب و انشا کا مرکز ثقل دکن سے شمالی ہند کی طرف منتقل ہوا تو یہ اجنبی مادے اجنبی الفاظ کے ساتھ ٹکسال باہر قرار دیدیئے گئے۔

آنارا جانا (قتل ہونا) اُچانا (اُٹھانا) اچھنا (رہنا) اونا (شروع کرنا) اڑنا (تباہ ہونا) اپڑنا (پہنچنا) بینا (بیٹھنا) بھانا (ڈالنا) بھگنا (سیر ہونا) بھیدنا (پسند آنا) پاڑنا (ڈالنا) پنوانا (برا بھلا کہنا) تھنبنا (ٹھوکنا پیٹنا) ٹھیلنا (ٹالنا) جالنا (جلانا) جرونا (ہضم ہونا) چکلنا (بھیجنا) دسنا (نظر آنا) دہانہ (دوڑنا) ساونا (انجام دینا) سارنا (عمل میں لانا) ساندنا (تیار کرنا) سپڑنا (ہاتھ میں آنا) سٹنا (ڈالنا) مرنا (ختم ہونا) سنچرنا (آجانا) سنکھارنا (نکال دینا) سوسنا (برداشت کرنا) کاڑنا (نکالنا) کلانا (جھگڑنا) کونڈنا (بند کرنا) گھالنا (ڈالنا) لاٹنا (ذلیل کرنا) لانا (لگانا) لڑنا (کاٹنا) لوڑنا (طلب کرنا) متنا (مست ہونا) پنجانا (پیدا کرنا) نسنا (بھاگنا) (۱)

اردو مادوں کی تعداد ہورنلے نے ۵۸۲ بتائی تھی۔ یہ دو طرح کے ہیں 'اولی' یا اصلی 'ثانوی' یا وضعی۔ اولی مادے سنسکرت یا پراکرت سے لیے گئے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہیں۔ ہورنلے کے نزدیک یہ ۲۹۳ کے لگ بھگ ہیں (۲) ثانوی مادے خود اردو میں قلیم مادوں کی مثال پر گھڑ لیے گئے۔ یہ تعداد میں تقریباً ۱۸۹ ہیں۔
چیٹرجی نے اولی مادوں کی حسب ذیل تین قسمیں کی ہیں۔

(۱) وہ مادے جو صورت بدل کر سنسکرت سے اُردو میں آئے۔ یہ "تدبھو" کہلاتے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہیں۔

(الف) سادے مادے

(ب) وہ مادے جن کے شروع میں سابقے ہیں۔

(۲) وہ مادے جو جُوں کے تُوں سنسکرت سے لیے گئے۔ یہ "تت سم" کے نام سے موسوم ہیں۔

(۳) جن مادوں کی اصلیت پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ دیسی کہلاتے ہیں۔
ثانوی مادوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اسمی۔ جو کسی اسم سے بنائے گئے ہیں۔

(۲) ترکیبی۔ دو مادوں کو ترکیب دے کر بنا لیے گئے۔

(۳) حکائی۔ یہ مختلف آوازوں کی حکایت یا نقل ہیں۔ ان کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں۔

الف۔ وہ مادے جن کی آواز مکرر ہے۔ جیسے پل پل۔ بل بل۔

ب۔ وہ مادے جن میں دوسری آواز پہلی سے کسی قدر مختلف ہے۔
جیسے کلبلانا۔ تلملانا۔

---

(۱) یہ فہرست "فرہنگ سب رس" مرتبہ مولوی عبدالحق سے ماخوذ ہے۔

(۲) جرنل بنگال سوسائٹی جلد ۴۹ نمبر (۱)

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ج ۔ جن میں آوازوں کی تکرار نہیں جیسے پچھیں!

اسمی مادوں کی مولانا سلیم نے حسب ذیل قسمیں کی ہیں۔

الف جو ہندی لفظوں سے وضع کئے گئے ہیں۔

ب ۔ فارسی الفاظ اور مصادر سے وضع کئے گئے ہیں۔

ج ۔ عربی الفاظ یا مادوں سے بنائے گئے ہیں۔

۱۔ اصلی یا اولی مادے

اصلی مادے اکثر ایسے ہیں جو آسانی کے ساتھ پہچان لئے جاتے ہیں۔ اور جن کا جوڑ سنسکرت مادوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

کس (کرش) کر (کر)، کانپ (کمپ) کاٹ (کرت) کات (کرت) کھا (کھاد) کہنا (کتھ) کھیل (کریڈ یا کھیل) چل (چل) چر (چر) بانٹ (وٹ) دے (دا) دیکھ (درکش) چوم (چمب) پڑ (پت) پڑھ (پڑھ) چن (چ) چھو (چھیت) جاگ (جاگرا) جی (جیو) جان (جیا) جل (جول) جن (جن) جا (یا) تان (تن) ٹوٹ (ترٹ) ٹھگ (ستھگ) دھر (دھر) دوہ (دہ) تر (تر) دس (دس) ناہ (سنا) پی (پپ) پک (پکی) (۱) پوچھ (پوچھ) باندھ (بندھ)۔

کبس (دس) برس (ورش) بول (بر) بوجھ (بدھی) بھر (بھر) مر (مر)

---

(۱) یہ پچ سے اسم مفعول ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کھ (رکش) لگ (لگ) لوٹ (لنٹھ) سونگھ (شنگھ) سُن (شر) سو (سوپ) پا
رس (سیو) طا (طل) سوکھ (شکنک) سہا (شہ) تھ (تھ) ہنس (ہس) چاہ
(اِچھ) رو (رُو) لے (لبھ) تاؤ (تپ) پا (پا) چُپ (چرد) بڑھ (بِردھ)
چھید (چھد) گا (گائ) نوچ (نچ) سوچ (شُچ) تڑپ (ترپ) گرج (گرج)
سیکھ (شکش) کود (سکند) ٹنک (شنک) پیس (پِش) مان (من)

ذیل کے مادے سابقوں کی مدد سے بنائے گئے ہیں۔

اُٹھ (اُت ۔ ستھا) اکھاڑ (اُت ۔ کرش) آ (آ + یا) اچھل (اُت ۔ شل)
اُتر (اُت ۔ تر) اُبچ (اُت ۔ پدی) نبڑ (نی ۔ ورت) پرکھ (پر ۔ ایکش)
اُدھیڑ (اُدھر) اَڑ (اَو ۔ ڈی) بگڑ (وی ۔ کر) سنبھال (سم ۔ بھال) سونپ
(سم ۔ ارپ) جھانک (ادھی ۔ ایکش) بیٹھ (اُپ ۔ وش) بھیک (ابھی ۔ انچ)
سدھر (شُدھ) نکھر (نی ۔ کشر) نکھار (نی ۔ ستر) پسر (پر ۔ سر) پہنا (
اپی ۔ نہ) بگڑ (وی ۔ گھٹ) بسر (وی ۔ سر) نباہ (نر ۔ واہ) پلٹ (پر ۔ ورت)
پہن (پر ۔ دھا) نچوڑ (نہ ۔ سر)۔

سنسکرت کے بعض مادوں کو جب گردانا جاتا تھا تو اُن میں کچھ حروف
بڑھا دیئے جاتے تھے۔ قدیم فارسی میں بھی ایسا ہی تھا۔ ان اضافہ شدہ حروف
کے اعتبار سے سنسکرت میں دس قسم کی گردانیں تھیں۔ اُن کو گنسٹر کہتے تھے۔
فارسی میں نو طرح کی گردانیں تھیں۔ موجودہ فارسی میں مضارع اور ماضی کے
مادوں میں جو فرق نظر آتا ہے اس کی ایک شکل کی گردانوں کا یہ اختلاف ہے۔
گنسٹروں نے بکا امتیاز اب کبھی نش عہد میں نہ رہا لیکن اردو کے بعض مادے (۱)

(۱) ہونٹھ لے اس کی اصل "نی" ۔ "کج" بنائی ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

آج بھی ایسے ایسا حن میں اضافہ شدہ حروف ملتے ہیں۔ یہ حروف مادوں کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔ 'ی' کے اضافہ کی مثالیں۔

ناچ (نرت۔ی) 'چ' 'ت' کا بدل ہے۔ جوجھ (یدھ۔ی) 'جھ۔دھ' کا بدل ہے۔ بوجھ (بدھ۔ی) سمجھ (سم۔بدھ۔ی) وغیرہ۔ ذیل کے مادوں میں "ن" کا اضافہ ہوا ہے۔

چھن (چھ۔نو) سن (شر۔نو) جان (گیا۔نو) دھن (دھو۔نو) وغیرہ۔

کچھ اول مادے ایسے ہیں جن کی اصل کا کچھ سراغ نہیں لگتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ دراوڑ وغیرہ غیر آریائی زبانوں سے اردو میں آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سنسکرت سے لیے گئے۔ لیکن روپ بدل جانے کی وجہ سے ان کی پہچان نہ ہوسکی۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

ساٹنا۔ پٹنا۔ موڑنا۔ سپوڑنا۔ کھلنا۔ گھرنا۔ چھپنا۔ ڈھونڈنا۔ بہلانا۔ رہنا۔ لڑنا۔ جھگڑنا۔ ان میں سے "چھپ" "رہ" اور "لڑ" کو ہورنلے نے بترتیب "کشپ" "رکش" اور "لڑ" سے نکالا ہے اور "رہ" کے اشتقاق کو کسی قدر غیر واضح بتایا ہے۔

سنسکرت تتسم مادے اردو میں کم ہیں۔ ہندی اور بنگلہ وغیرہ زبانوں میں ان مادوں کا داخلہ ۱۸۰۰ء کے بعد تحریک احیا کے زیر اثر ہوا۔ اردو میں سنسکرت تتسم مادوں کی جگہ عربی۔ فارسی الفاظ سے وضع کئے ہوئے مصادر اور مادے کثرت کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ ان کا ذکر جعلی مصادر کے سلسلے میں کیا جائے گا۔

---

(۱) آفرید ماضی ہے اور "آفریند" مضارع۔ اس میں "ن" الحاقی ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کچھ مصادر فارسی سابقوں کی مدد سے بنا لیے گئے ہیں۔ یہ حال کی پیداوار ہیں برآنا۔ بہلانا۔ بہم پہنچانا۔ بازآنا۔ بازرکھنا۔ پیش آنا۔ درآنا۔ ان کو مرکب وضعی مصادر میں شمار کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ فارسی سابقوں اور ابتدائی مادوں کی ترکیب سے بنتے ہیں۔

۲۔ وضعی یا ثانوی مادے

وضعی مادوں سے 'اسمی' اسم ذات اور اسم صفت دونوں سے ڈھالے گئے ہیں۔ اسم ذات کے آخر میں 'ے ا' اور 'یا' بڑھاکر اور اسم صفت کی حرکت کا 'سکون' یا دوہی کرکے 'ے ا' 'یا' سنسکرت णिच् (علامت تعدیہ) سے ماخوذ ہیں۔ کبھی اسم جوں کا توں بطور فعل استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کھیلنا (کھیل) اونگھنا (اونگھ) کمانا (کام) جنمنا (جنم) سکھانا (سکھ) اجالنا۔ (اجلا) اجاڑنا (اجڑا) تھامنا (تھمب) انگلانا (انگلی) ڈنڈیانا (ڈنڈا) پتھرانا (پتھر) تیورانا (تیور) تھڑتانا (تھڑیا) سٹھیانا (ساٹھ) ٹھنڈیانا (ٹھنڈا) ہتھیانا (ہاتھ) لنگڑانا (لنگڑا) پڑتالنا (پڑتال) لہرانا (لہر)۔

ذیل کے مصادر عربی و فارسی کلمات سے وضع کئے گئے ہیں۔

بحثنا۔ بخشنا۔ تراشنا۔ خریدنا۔ داغنا۔ رنگنا۔ سہمنا (سہم۔ خوف) فرمانا۔ شرمانا۔ گزرنا۔ لرزنا۔ بدلنا۔ قبولنا۔ دفنانا۔ اسی طرز پر حال میں بہت سے مصادر بنائے گئے ہیں۔ برمانا۔ برقانا۔ فلمانا۔

اردو میں اسماء و صفات بطور فعل مستعمل ہیں اور جن میں 'ے ا' اور

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

'یا' علامات بڑھائی گئی ہیں۔ وہ متعدی ہیں (ما سوا چند کے) اس لئے کہ اردو میں یہ تعدیہ کی علامت ہے۔

مرکب مادے دو طرح کے ہیں۔ اسم اور مصدر سے ترکیب پائے ہوئے جیسے معاف کرنا۔ اجازت دینا وغیرہ اور دو اولی مصادر سے بنائے ہوئے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں فعل ترکیب پاکر جدا جدا رہیں۔ اور مخلوط ہونے نہ پائیں۔ جیسے گر پڑنا۔ اتر جانا۔ نکل چلنا۔ کر دینا۔ اٹھ سکنا وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ دونوں گھل مل جائیں۔ جیسے چمکنا (چم + کر) جھلکنا (جھل + کر) یہ مصادر اور سنسکرت مادہ کر کی ترکیب سے بنے ہیں۔ اردو کے اکثر مصادر جن کے آخر میں یہ "ک" (کر) ہے۔ حکائی ہیں جو کسی نہ کسی آواز کی نقل و حکایت کرتے ہیں۔ جیسے دھمکنا۔ (دھم کر) ٹپکنا (ٹپ کر) دھڑکنا (دھڑ کر) کھٹکنا (کھٹ کر) لٹکنا۔ چمکنا۔ بہکنا۔ جھانکنا۔ لپکنا۔ لچکنا۔ بھڑکنا۔ پھونکنا۔ (پھٹ کر) ٹھسکانا اصل میں اسکانا تھا۔ یہ سنسکرت "آت کرش" سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ چٹرجی نے چند ایسے افعال کا ذکر کیا ہے جو "ٹ" "ڈ" "ڑ" "ر" "ل" "ش" "چ" کے اضافے سے بنے ہیں۔ (۱) ٹ پراکرت، وٹ، اور سنسکرت "ورت" کا بقیہ ہے۔ "جھپٹ" (پراکرت، جھمپ) ڈپٹ (درپ) رپٹ۔ لپٹ۔

"ڈ" ایک الحاقی حرف ہے جو غالباً اپ بھرنش "ڈ" کے قائم مقام ہے۔ یہ حرف اکثر کلمات میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ "دھاڑے" کا "دھاڑے" اپ بھرنش میں، دھڈا، تھا جو سنسکرت "دوس" کا بگاڑ ہے۔ اردو کے چند مصادر اس الحاقی حرف کی مدد سے بنے ہیں۔ دوڑ، دوڑھاؤ۔ ڈ (۱) پکڑ (پرک۔ ڈ)

---

(۱) بنگالی کا آغاز و ارتقا، صفحہ ۸۸۶

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بچھڑ (بچھ۔ ڑ) رگڑ۔ اکھاڑ اصل میں "ات۔ کرش" تھا۔ اجاڑ کو بھنڈارکر "اجول" سے ماخوذ بتاتے ہیں۔ اور چڑ بھی اچھاڑ، سنسکرت اور چھاٹ ہے۔ اباڑ ان مصادر سے الگ ہے۔ وہ سنسکرت "ات پاٹنی" سے ماخوذ ہے۔ بگڑنا۔ غالباً وہی "کر" تھا۔

"ر" اور "ل" یا تو الحاقی ہیں یا صفتی۔ اردو میں یہ حروف کم استعمال ہوئے ہیں پالنا (پا+ل) پھسلانا (پھس+ل) ٹھہرنا (ستھ+ر) گھبرانا (گھب+ر) سدھرنا (سدھ+ر) اردو بتلانا کھلانا وغیرہ میں "لا" تعدیہ کا ہے اور بلانا اور نکالنا میں اصل مادے کا "بلانا" بولنے کا متعدی ہے اور نکالنا نکالنے کا "نکل" غالباً "نہ کر" تھا۔

"س" شاید "سا" کا مخفف ہے اور مثلیث ظاہر کرتا ہے کہ اردو میں اس کی دو چار سے زیادہ مثالیں نہیں ملتیں۔ جھلس۔ بکس۔ امس۔ کھانس۔ ٹھونس۔ یہ مادے اصل میں حکائی ہیں۔

حکائی مادوں کی بابت میں عرض کر چکا ہوں کہ ان کی دو قسمیں ہیں۔ سادہ اور مکرر۔ مکرر دو طرح کے ہیں۔ دونوں آوازیں ایک جیسی ہوں یا ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف حکائی مادے یوں تو ویدک۔ سنسکرت پالی اور پراکرت میں بھی تھے۔ لیکن جدید بولیوں میں ان کی کثرت ہے۔ وحیدالدین سلیم نے وضع اصطلاحات میں ۲۰۰ کے قریب حکائی مصادر گنائے ہیں۔ یہ مصادر تینوں قسم کے مادے پر مشتمل ہیں۔ سادہ اور بسیط مصادر یہ ہیں۔

چلانا۔ پھونکنا۔ چھینکنا۔ پھٹنا۔ ڈنٹنا۔ ٹپکنا۔ چٹکنا۔ کھانسنا۔ جھبکنا۔ دھڑکنا۔ ٹپخنا۔ کھٹکنا۔ تڑخنا۔ دھمکنا۔ کڑکنا۔

مکرر مصادر کی مثالیں جن میں دو آوازیں ایک جیسی ہیں۔

---

(۱) گریرسن نے سنسکرت مادہ "دیز" سے اس کو نکالا ہے۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کھٹ کھٹانا۔ پل پلانا۔ چڑ چڑانا۔ پھڑ پھڑانا۔ تڑ تڑانا۔ تن تنانا۔ گن گنانا بڑ بڑانا۔ ذیل کی مثالوں میں آوازوں میں ذرا سا فرق ہے۔

سٹ پٹانا۔ چلبلانا۔ جگمگانا۔ ڈگمگانا۔ کسمسانا۔ کلبلانا۔ لڑکھڑانا۔ ودبدانا۔ بڑ بڑانا وغیرہ۔

مکرر مصادر میں حرکت بدل جانے سے اکثر معنے بدل جاتے ہیں۔ اور مصدر نیا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے گڑ گڑانا۔ (بادل گرجنا) گڑ گڑانا (حقہ پینا) گڑ گڑانا (خوشامد کرنا)

۳۔ مصدر اور حاصل مصدر

مادے "پڑنا" بڑھانے سے مصدر بنتا ہے۔ جیسے کھانا۔ لانا۔ پینا وغیرہ۔ حاصل مصدر اور سادہ اردو میں دونوں کی شکل ایک جیسی ہے۔ علامت مصدر گرانے سے حاصل مصدر وجود میں آتا ہے اور مادہ بھی۔ جیسے مار دوڑ۔ کھیل حاصل مصدر بناتے وقت کبھی مصدر کی درمیانی حرکت کا "گن" کر دیا جاتا ہے۔ "ا" کا "آ" ہو جاتا ہے اور "ے" کا "ے"۔ جیسے چلنا سے چال۔ ملنا سے میل اردو میں حاصل مصدر کی تکرار سے بھی حاصل مصدر بنائے گئے ہیں۔ جیسے توڑ پھوڑ۔ بول چال۔ جوڑ توڑ۔ کاٹ چھانٹ۔ لاگ۔ ڈانٹ۔ لوٹ۔ پیٹ۔

"نا" علامت مصدر سنسکرت अनः پراکرت अण اور لاحقہ [illegible] سے وضع کی گئی ہے۔ ہورنلے आना अ سے نکالتے ہیں۔ بیمز اور کیلاگ بھی اس سے متفق ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس اشتقاق سے جہاں مختلف بولیوں میں استعمال ہونے والے مصادر کا حل نکل آتا ہے۔ وہاں مصدر کے مختلف استعمال کی وجہ بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ (۱) "سنسکرت" سے "پنیہ" اور فارسی

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سے نی" دونوں ایک ہیں۔ اور سنسکرت گرامر میں "نا" اسم سے اس طرح بنتا ہے۔ کرنا یہم۔ کرنی اُم۔ کرن ام، کرنوں کرنا۔

اُردو میں "نا" کے دو استعمال ہیں۔ ایک مصدری "کھانا زندہ رہنے کے لئے ہے"۔ اس میں "کھانا" کا "نا" مصدری ہے۔ دوسرے صفتی اور استقبالی۔ جیسے "بھیجنا ہے ایک کسن کے لئے" بھیجنا کے معنی ہیں بھیجو نگا یہ استعمال فارسی فرستادنی کے مطابق ہے۔ اردو کا یہ "نا" مصدری "نا" سے مختلف ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ سنسکرت "آنیئہ" سے ماخوذ ہے۔ مصدری "نا" یا "نو" "تم" سے لیا گیا ہے یا سنسکرت علامت مصدر [illegible] سے جیسا کہ پلیٹس کی رائے ہے۔ الف بطور الحاق بعد میں اضافہ کیا گیا۔ (۲) پڑھن (پڑھنا) چتن (گرنا) قدیم اُردو میں حاصل مصدر مصدر کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ ملنے نہ پایا۔ کو ملن نہ پایا اور کرنے لگا کو "کرن لگا"۔ کہتے تھے۔ شیرانی نے اس کے ثبوت میں ذیل کے دو شعر پیش کئے ہیں۔

کروں کیا وقت نہیں ہے اب ملن کا
نہ کچھ فرصت ہے اب باتاں کرن کا

رہی اس بات سوں عاجز ہووا کی
زلیخا کے اگل بولن نہ پائی

کرن کا۔ کرنے کا۔ بولن نہ پائی۔ بولنے نہ پائی۔
بھنڈار کر بھی 'نا' کو 'ان' سے نکالتے ہیں لیکن وہ الف کو پراکرت

---

(۱) ہورنلے صفحہ ۱۵۳ ابیمز جلد ۳ صفحہ ۲۳۷ کیلاگ صفحہ ۲۳۸

(۲) ہندوستانی گرامر صفحہ ۱۳۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کلمہ الحاق "ک" کا بدل بتاتے ہیں۔ الحاق "ک" اضافہ کرنے سے قدیم پراکرت "انکم" بنا۔ پراکرت کے دوسرے دور میں "اناہم" ہوا اس سے اردو "نا ں" "نا" وجود میں آیا۔ تیسرے دور میں اس کا روپ "اناواں" ہوتا ہے۔ اس سے گجراتی "نوں" کی پیدائش ہوئی۔ مرہٹی "نیہہ" اور "برنج" "انیم" سے لئے گئے ہیں۔ جو "اناہم" کا دوسرا قدم ہے۔ اس لحاظ سے انہیں بعد کی پیداوار سمجھنا چاہیئے۔ (۱)

۴۔ تعدیہ

فعل کی دو قسمیں ہیں۔ لازم اور متعدی۔ لازم کو متعدی بنایا جا سکتا ہے۔ اسے تعدیہ کہتے ہیں۔ تعدیہ متعدی کا بھی ہوتا ہے۔ اس قسم کے فعل کو اصطلاح میں متعدی بالواسطہ کہتے ہیں۔ کھلانا۔ کھلانا۔ کھلوانا۔ کرنا۔ کرانا۔ کروانا۔ ان میں پہلا متعدی ہے! دوسرا متعدی بیک واسطہ یا مولانا عبدالحق کے لفظوں میں متعدی المتعدی۔ تیسرا متعدی۔ بدو واسطہ۔ مولانا عبدالحق صاحب نے اس کو متعدی بالواسطہ کہا ہے۔ اردو میں تعدیہ کے دو طریقے ہیں۔ (۱) احادی المقطع یاد رہے گی۔ درمیانی حرکت کا اشباع (اگن یا ورندھی) کرنا جیسے کٹنا سے کاٹنا۔ بندھنا سے باندھنا۔ کھنچنا سے کھینچنا۔ کھلنا سے کھولنا۔ پٹنا سے پیٹنا۔ چھٹنا سے چھوڑنا۔

---

(۱) لیکچرز صدر ۲۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

(۲) مادے کے آخر میں "ے ا" یا "وا" بڑھانا۔ جیسے کرنا سے کرانا۔ کروانا۔
پڑھنا سے پڑھوانا۔ اٹھنا، اٹھانا، اٹھوانا وغیرہ۔

معلول الاوآخر مادوں میں "ے ا" کا لا اور وا کا "لوا" ہوجاتا ہے۔
جیسے "کھا" سے کھلانا اور کھلوانا "پی" سے پلانا اور پلوانا "سو" سے سلانا اور سلوانا۔

سنسکرت میں تعدیہ کا ایک ہی طریقہ تھا وہ یہ کہ مادے کے آخر میں
[illegible] اضافہ کردیا جاتا تھا(۱)، جیسے "پچ" سے "پاچیتی" (وہ پکاتا ہے) اور "پٹھ"
سے "پاٹھیتی" (وہ پڑھاتا ہے) لیکن اضافہ کرتے وقت شروع اور درمیان
کی حرکت کا "گن" ہوجاتا تھا۔ تعدیہ کا پہلا طریقہ سنسکرت کے تعدیہ سے
لیا گیا ہے۔ اور اشباع حرکت کو جو "ای" اضافہ کرنے کے ساتھ ہوتی تھی۔
متعدی بنانے کا ذریعہ ٹھہرا لیا گیا ہے۔ رہا "ے ا" سو وہ سنسکرت "اَی"
سے ماخوذ ہے۔ سنسکرت کے بعض مادوں میں "ای" سے پہلے "پ" بھی ہوتی
تھی جیسے "دا" سے "داپیتی" (وہ دلاتا ہے) یہ "پ" بھی سنسکرت میں صرف
معلول الاوآخر مادوں میں اضافہ کی جاتی تھی لیکن پراکرت کے عہد اول میں یہ
اضافہ اتنا عام ہوگیا کہ بلا تفریق مادے کے آخر میں "ای" کی جگہ "اَپی"
بڑھایا جانے لگا۔ چٹرجی کا بیان ہے(۲) کہ اشوک کے کتبوں میں کاراپت
(کارت۔ پارت) جیسے کتبوں میں کاراپت پاراپت (کارت۔ پارت) جیسے
روپ بہت ملتے ہیں۔ پراکرت کے دوسرے دور میں "پ" "و" ہوئی۔
[illegible] "ای" "اے" ہوگیا تھا۔ اس طرح "اِدے" بنا۔ یہ لاحقہ پراکرت
کے تیسرے دور میں چل نکلا۔ اور عام طور سے "تعدیہ" کا کام دینے لگا۔

---

(۱) سنسکرت گرامر دہٹنے صفحہ ۳۷۸ (۲) بنگالی صفحہ ۱۳

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اردو "ے ا" اور "وا" کے الا حصے ہاتے گئے ہیں۔ پہلا اس مخفف ہے اور دوسرا مقلوب کرانا اور کروانا دونوں کی اصل "کرووانا" "کروانا" ہی ہے۔ دکنی اردو میں بھی کروانا تھا۔ شمالی ہندوستان میں "کروانا" بولا جاتا تھا۔ یہی فصیح اور شستہ ہے۔ برتا ہے۔

مادے کے بعد کا "الف" پراکرت اور اردو میں ہے مجھے زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ یہ فارسی میں بھی ہے اور غالباً ہند ایرانی عہد کی یادگار ہے۔ میں "ے ا" اور "وا" کی تاریخ جدا جدا سمجھتا ہوں۔ کیلاگ کا بیان ہے کہ بعض سنسکرت مادوں میں "پ" کی جگہ متعدی میں "ل" اضافہ کیا جاتا تھا۔ جیسے "پا" (حفاظت کرنا) سے "پالے" اردو کا "ل" یہیں سے آ گیا ہے جو کھلانا، بٹھلانا وغیرہ افعال میں ہے۔ پلیٹس "ل" کو "ی" کا بدل بتاتے ہیں۔ جیسے بیٹھی سے لٹھی یا لاٹھی۔

گریرسن پراکرت لاحقہ "لِ" سے اس کا جوڑ لگاتے ہیں جو اکثر اسمائے صفات کے آخر میں جوڑا جاتا رہا ہے (۱) لیکن اس کی اصل کے بارے میں [illegible] کچھ نہیں کہتے (۲) بیمز اور ہورنلے بھی خاموش ہیں۔

"ا" اور "وا" میں سے اول تعدیہ بالنفس اور تعدیہ بالواسطہ [illegible] اور ثانی صرف تعدیہ بالواسطہ کے لئے۔

[illegible] تعدیہ بالواسطہ کی علامت "وا" کو دہری علامت تعدیہ [illegible] (۳) کروانا اصل میں "کرووانا" تھا۔

---

(۱) [illegible] ۱۹۶۱ء حصہ اول صفحہ ۵۰

(۱) [illegible] ۱۹ (۲) ایضاً حصہ [illegible] ۴۸۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جس طرح کرد انا سے 'د' گرا کر 'کرانا' بنا یا گیا اسی طرح "کروانا" سے جب دوسرا 'د' گرا تو کروانا وجود میں آیا۔ یہ اشتقاق بہت واضح ہے۔

۵۔ فعل معاون

اُردو تحلیلی زبان ہے۔ اس کے افعال کی گردان جُداگانہ اور مستقل کلمات کی مدد سے ہوتی ہے۔ یہ کلمات معاون افعال کہلاتے ہیں۔ یہ تین ہیں:۔ "ہے" "تھا" اور "گا" 'ہے' حال کے لئے۔ 'تھا' ماضی کے لئے اور 'گا' مستقبل کے لئے۔ یہ افعال متصرف ہیں۔ ان کی گردان اس طور پر ہے

	واحد	جمع	
(ہے	ہے	ہیں	(غائب)
	ہے	ہو	(حاضر)
	ہوں	ہیں	(متکلم)
	تھا	تھے	
	گا	گے	

"تھا" اور "گا" کے دو صیغے ہیں۔ ایک واحد کے لئے اور دوسرا جمع کے لئے۔ اس میں غائب حاضر وغیرہ فاعلی حالتوں کی تفریق نہیں۔

"ہے" کی بابت کہتے ہیں کہ وہ سنسکرت "اَس" (ہونا) سے فعل حال کا صیغہ واحد غائب ہے۔ یہ اصل میں "اَستی" تھا۔ اَسْتی۔ اسے اہے اور پھر "ہے"۔ قدیم اُردو میں یہ "اہے" تھا۔ اس پر ڈاکٹر چیٹرجی کا اعتراض ہے کہ "اس" سے فعل حال "اَستی" ہے جس سے پراکرت "اَھتی" بنا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اُردو "ـ ے ا" اور "وا" "ـ ے او" سے ڈھالے گئے ہیں۔ پہلا اس مخفف ہے اور دوسرا مقلوب کرانا اور کروانا دونوں کی اصل "کروانا" ہے۔ برج میں "کروانا" ہی ہے۔ دکنی اردو میں بھی کروانا تھا۔ شمالی ہندوستان میں "کروانا بولا جاتا تھا۔ یہی فصیح اور شستہ ہے۔

مادے کے بعد کا جو الف پراکرت اور اُردو میں ہے مجھے زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ یہ فارسی میں بھی ہے اور غالباً ہند ایرانی عہد کی یادگار ہے۔ میں "ـ ے ا" اور "وا" کی تاریخ جداجدا سمجھتا ہوں۔ کیلاگ کا بیان ہے کہ بعض سنسکرت مادوں میں "پ" کی جگہ متعدی میں "ل" اضافہ کیا جاتا تھا۔ جیسے "پا" (حفاظت کرنا) سے "پالے" اُردو کا "ل" یہیں سے لیا گیا ہے جو کھلانا۔ بٹھلانا وغیرہ افعال میں ہے۔ پلیٹس "ل" کو "ی" کا بدل بتاتے ہیں۔ جیسے بیٹھی سے بٹھی یا لاٹھی۔

گریرسن پراکرت لاحقہ "لِ" سے اس کا جوڑ لگاتے ہیں جو اکثر اسماء وصفات کے آخر میں جوڑا جاتا رہا ہے (۱)، سکسینہ اس کی اصل کے بارے میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہتے (۲) بیمز اور ہورنلے بھی خاموش ہیں۔

"ـ ے ا" اور "وا" میں سے اول تعدیہ بالنفس اور تعدیہ بالواسطہ دونوں کے لئے ہے اور ثانی صرف تعدیہ بالواسطہ کے لئے۔

ہورنلے نے تعدیہ بالواسطہ کی علامت "وا" کو دہری علامت تعدیہ "ـ ے واو" سے مخفف مانا ہے (۳) کروانا اصل میں "کرواونا" تھا۔

---

(۱) جرنل بنگال سوسائٹی سنہ ۱۸۹۶ء حصہ اول صفحہ ۱۰۵

(۲) اودھی کا ارتقاء صفحہ ۲۹۔ (۳) ہورنلے پارہ ۴۸۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جس طرح کردانا سے 'د' گرا کر 'کرانا' بنایا گیا اسی طرح "کروانا" سے جب دوسرا 'د' گرا تو کروانا وجود میں آیا۔ یہ اشتقاق بہت واضح ہے۔

۵۔ فعل معاون

اُردو تحلیلی زبان ہے۔ اس کے افعال کی گردان جُداگانہ اور مستقل کلمات کی مدد سے ہوتی ہے۔ یہ کلمات معاون افعال کہلاتے ہیں۔ یہ تین ہیں: "ہے" "تھا" اور "گا" 'ہے' حال کے لئے۔ 'تھا' ماضی کے لئے اور 'گا' مستقبل کے لئے۔ یہ افعال متصرف ہیں۔ ان کی گردان اس طور پر ہے

	واحد	جمع	
(سے	ہے	ہیں	(غائب)
	ہے	ہو	(حاضر)
	ہوں	ہیں	(متکلم)
	تھا	تھے	
	گا	گے	

"تھا" اور "گا" کے دو صیغے ہیں۔ ایک واحد کے لئے اور دوسرا جمع کے لئے۔ اس میں غائب حاضر وغیرہ فاعلی حالتوں کی تفریق نہیں۔

"ہے" کی بابت کہتے ہیں کہ وہ سنسکرت "اَس" (ہونا) سے فعل حال کا صیغہ واحد غائب ہے۔ یہ اصل میں "اَستی" تھا۔ اَسَی۔ اسے اہے اور پھر "ہے" قدیم اُردو میں یہ "اہے" تھا۔ اس پر ڈاکٹر چیٹرجی کا اعتراض ہے کہ "اس" سے فعل حال 'اَستی' ہے جس سے پراکرت "اَتھی" بنا۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یہ ادبی پراکرت میں مستعمل تھا۔ "اَستی" سنسکرت میں اور "اَسِیٗ" پراکرت میں کوئی صیغہ نہیں۔ اُردو "ہے" اس سے نہیں لیا جا سکتا۔ دوسرے "س" کا "ہ" سے تبادل سنسکرت میں عام نہ تھا۔ یہ سراسر تکلّف ہے کہ "ہے" جیسے عام اور کثیر الاستعمال صیغے کو "اَستی" کی پیداوار بتایا جائے۔ ان دِقتوں کی وجہ سے کچھ علماء نے "ہے" کو سنسکرت "بھو" (فارسی بو) سے نکالا اور یہ کہتے ہیں کہ اصل میں "بھوتی" تھا۔ ہُوتی ہوئی ہے۔ یہ اس کے مختلف مدارج ہیں۔ یہ بھی خالی از تکلف نہیں۔ اوّل اس وجہ سے کہ سنسکرت الفاظ کے شروع میں تغیر بہت کم ہوتا ہے۔ (۱) دوسرے اس وجہ سے کہ "ہے" اور "ہوئی" اُردو میں جُدا جُدا دو صیغے ہیں۔ بکھڑی کا ہے اور ہوئی برج اور اودھی کا صوتی طور سے بھی مختلف صیغے ہیں۔ اس لئے ان میں سے ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر "ہے" کھینچ تان کر ہوئی سے نکال بھی لیا جائے تو اس کے قدیم رُوپ "اہے" کا کیا ہوگا؟

دراصل "ہے" "بھو" اور "اس" کے علاوہ ایک اور مادّے "ہو" سے وضع ہوا ہے۔ اس کے دو رُوپ ہیں۔ "ہو" اور "ہے" یہ دونوں رُوپ پالی میں تھے اور "بھو" اس کے ساتھ ساتھ ان کی پوری گردان کی جاتی تھی۔ "ہو" "بھو" سے متفرع نہیں ہوا اور نہ اس سے تحت صوتی کے زیر اثر وجود میں آیا۔ یہ مستقل اور آزاد مادّہ ہے اور اتنا ہی قدیم ہے جتنا "بھو" اور "اس" کسی زمانے میں یہ سنسکرت میں بھی تھا۔ لیکن بعد میں غالباً "بھو" اور "اس" نے اسے نکال باہر کیا۔ اس کے دو بڑے قرینے ہیں۔ ایک

---

(۱) ہورنلے پاره ۳۴۴

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یہ کہ "ہئو" عبرانی اور کلدانی میں بھی ہے اور اس کے ذہاں بھی یہی معنی ہیں۔ دوسرے پالی اور پہلوی میں یہ "ہئو" اور اس کے پہلو بہ پہلو استعمال ہوتا ہے۔ پہلوی میں اس کو اس طرح گردانا گیا ہے۔

	مفرد	جمع
(غائب)	ہوات	ہواند
(حاضر)	ہوای	ہوایت
(متکلم)	ہوام	ہوایم

یہ پالی کی حسب ذیل تعریف کے مطابق ہے۔

ہوتی۔ ہونتی۔ ہوسی۔ ہوتھ۔ ہومی۔ ہوم

"ہو" پہلوی میں "بونن" پرھی جو سنسکرت "بھو" کا بھائی ہے داخل ہوتا تھا۔ اور عام افعال کی طرح "بونن" کو ماضی کے قریب بناتا تھا۔ اُردو "ہے" اس مادّے کے دوسرے روپ "ہے" سے لیا گیا ہے۔ "اُردو میں "ہو" بھی ہے لیکن وہ فعل ناقص ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل ان تمام زبانوں میں اس کی گردان کی گئی ہے۔ ہوا، ہوا ہے، ہوگا، ہوا تھا، ہوگا وغیرہ۔ ان صیغوں میں ہے اور "تھا" فعل معاون کی طور پر استعمال ہوئے ہیں۔" اہے "کا الف یا تو ہوات" سے لیا گیا ہے یا "تھا" پر قیاس کر کے بعد میں اضافہ کر دیا گیا۔ (۱)

"تھا" میں بھی اختلاف ہے۔ شیام سندر اور دھریندر اسے سنسکرت "ستھا" (ٹھہرنا) سے ماخوذ بتلاتے ہیں۔ کچھ عالموں کا خیال ہے کہ وہ سنسکرت مادّہ "اس" کے صیغہ جمع حاضر "ستھ" (تم ہو) کی پیداوار ہے۔

(۱) عام طور سے "ہوا" کو "بھو" سے اور "ہے" کو "اس" سے نکالتے ہیں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

شیام سندر کا اعتراض ہے کہ اُردو "تھا" ماضی کا صیغہ ہے اور مفرد ہے۔ وہ "ستھو" سے جو فعل حال سے صیغہ جمع ہے کیسے نکالا جا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک سیدھی سی بات ہے کہ اسے "ستھا" کے صیغہ واحد غائب (ماضی معروف) اَسْتِہاتَ (وہ ٹھہرا) سے منحوت مانا جائے۔ مجھے یہ دونوں اشتقاق حقیقت سے بعید اور قیاس کے خلاف نظر آتے ہیں۔ 'تھا' 'بھی'، 'ہو'، 'ہی' سے بنا ہے اور ماضی سے واحد غائب کا صیغہ ہے۔ یہ اصل میں "ہو تھا" تھا۔ 'ہو' سخت صوتی کی نذر ہوا۔ "تھا" بچ رہا۔ اردھ ماگدھی میں "ہو تھا" تھا، کے معنی میں بولا جاتا تھا۔ اس میں غائب، حاضر، متکلم، مفرد اور جمع کا فرق نہ تھا۔ سب کے لئے 'ہو تھا' استعمال ہوتا تھا۔ (۱) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلمہ پراکرت عہد ہی میں بطور فعل معاون استعمال ہونے لگا تھا۔ "اتھا" کا الف "ہ" کا قائم مقام ہے۔ دہلی کے قریب بعض دیہات میں 'تھا' کی جگہ "ہا" آج بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے "گیا ہا" (گیا تھا) یہ "ہا" 'تھا' کا ایک روپ ہے اور اس سے بگڑ کر بنا ہے۔ پنجابی "سی" غالباً سنسکرت "آسیت" سے ہلکا کر لیا گیا۔ بیمز نے "تھا" کو ~~[illegible]~~ سے مختصر مانا ہے جو سنسکرت اسم مفعول "ستھتہ" کا ایک روپ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ 'کا' اور 'گا'، اگر 'کرتہ' اور 'گتہ' سے ماخوذ ہو سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ "ستھتہ" سے مشتق نہ مانا جا سکے۔ (۲) اس صورت میں اس کے تغیرات یہ ہوں گے۔ ستھتہ، تھاہ، تھا، تھیا، تھا۔ پروفیسر شیرانی نے تاریخ فیروز شاہی سے سندھیوں کا ایک جملہ نقل کیا ہے۔ اس میں "تھیا" موجود ہے وہ جملہ یہ ہے۔ "برکت شیخ تھیا ایک موا

---

(۱) مبادی پراکرت ولز حاشیہ صفحہ ۱۶۱ (۲) بیمز جلد ۳ صفحہ ۲۰۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

نہا (سہاگا)

"گا" کے باب میں سب متفق ہیں کہ وہ جامد لاحقہ ہے اور اُردو میں مستقبل کے معنیٰ ادا کرنے کے لئے حسب قاعدہ "گم" (جانا) سے وضع کیا گیا تھا۔ سنسکرت فعل مستقبل "داسیتی" (وہ دے گا) کی تحلیل لغوی اس طور پر کی گئی ہے۔ 'دا' (دینا)، 'سی' (علامت استقبال) تی (وہ علامت فاعل) "سی" "س" اور "ی" سے مرکب ہے۔ "س" مختصر ہے 'اس' (ہونا) کا اور "ی" 'یا' (جانا) کا۔ اس تحلیل کے مطابق "داسیتی" کا لفظی ترجمہ ہے دینا ہونا جانا وہ یعنی دینے کا اس کی طرف سے ہونا یا دیا جانا اسی نہج پر اُردو بولنے والوں نے بھی جانے کا ایک روپ "گم" سے یہ کام لیا۔ "گا" اصل میں "گتہ" (گیا ہوا) تھا۔ یہ مصدر "گم" کا اسم مفعول ہے۔ گتہ۔ گاہ۔ گا۔ یہ اس کی کڑیاں ہیں۔ دے گا کا لفظی ترجمہ "دیا گیا ہوا" (۱)

۶۔ مشتقات افعال

اُردو میں مشتقات کی تین قسمیں ہیں۔ اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم حالیہ۔ سنسکرت اور انگریزی قواعد نویسوں نے ماضی معطوفہ کو بھی مشتقات میں شمار کیا ہے مولانا عبدالحق صاحب اسم مفعول کو حالیہ تمام، اسم حالیہ کو حالیہ ناتمام اور ماضی معطوفہ کو حالیہ معطوفہ کہتے ہیں۔ میں قدیم اصطلاحات ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں سمجھتا مشتق کی ایک قسم اور بھی ہے میں اس کا نام اسم استقبالیہ تجویز کرتا ہوں۔

اسم فاعل اردو میں مصدر یا حاصل مصدر پر لاحقہ "والا" اضافہ کرنے سے بنتا ہے۔ جیسے چلنے والا۔ پڑھنے والا۔ برج یا اودھی کا 'ہار' یا

(۱) بھنڈارکر صفحہ ۱۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

" ہارا " بھی اُردو میں مستعمل ہے لیکن یہ لاحقہ حاصل مصدر کے آخر میں جوڑا جاتا ہے جیسے ہونہار، پالن ہار، جان ہار (۱) کھیون ہار د قدیم اُردو شاید برج کے زیر اثر " ہار " زیادہ مستعمل تھا۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ " ہار " والا سے زیادہ قدیم ہے، غلط ہے۔ عبدالرحیم خانخاناں کے ہاں جو 'برج' کے شاعر ہیں 'والا' بھی ملتا ہے۔

یوں رحیم لیش ہوت ہے اپکاری کے انگ
بانٹن والے کے لگے جوں مہندی کا رنگ

" والا " سنسکرت " پالک " کا بچہ ہے۔ گوالا سنسکرت میں "گوپالک" تھا۔ 'پ' کا تبادل 'و' سے بہت عام ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ " والا " اوّل اوّل "گوالا " سے تراشا گیا۔ بعد میں بطور لاحقہ دوسرے اسماء مصادر میں بھی جوڑا جانے لگا۔ " ہارا " کو سنسکرت " دھارک " (رکھنے والا) سے مشتق بتاتے ہیں۔ کیلاگ کہتے ہیں کہ بروائی کی نظم رسوا کی پہلی سطر میں استعمال ہونے والے مرکب " دھارن " دھاریم کی ہندی دھارن ہارا ہے۔ ڈاکٹر ٹرمپ نے " ہار " کو سنسکرت " کار " سے نکالا ہے۔ کار۔ کھار۔ ہار۔ لیکن اس میں یہ دقت ہے کہ "ک " کو بغیر کسی معقول وجہ کے 'کھ' بنا دیا گیا۔ بہتر یہ ہے کہ 'ہار' کو فارسی 'تار'، سنسکرت " تر " سے ماخوذ ماننا چاہیئے۔ اس لئے کہ 'ت' کا 'تھ' سے بدل جانا آسان ہے اور 'تھ' کا 'ہ' ہو جانا بھی معمولی بات ہے۔ ہندی 'کوتار' بھی 'تاہ' لگا کر بنایا گیا تھا۔

اسم حالیہ براہ راست سنسکرت اسم حالیہ (اکتومت) سے ماخوذ ہے۔ اس لئے اس کی علامت سنسکرت میں शत (بے جنس ہیں) جیسے چل سے چلت اور

(۱) جانے ہار یعنی جانے والا۔ مردہ

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بیچ سے بچپت۔ اُردو جانا اور چلنا سنسکرت 'یاتک' اور 'چلتکہ' سے لیے گئے ہیں۔ ان میں 'ک' الحاقی ہے۔ قدیم سنامی چلنت یا لی "چلنت" سے ماخوذ ہے "ن" سنسکرت میں بھی تھا۔ چلتے چلتے تھک گیا۔ کھاتے کھاتے اُکتا گیا۔ ان مثالوں میں 'ے' ظرفی ہے۔ ساری رات تڑپتے کٹی۔ ڈرتے ڈرتے میں پاس گیا۔ ہم گاتے گاتے سیتی ہیں۔ یہ ظرفی حالت کی مثالیں ہیں۔ میرے ہوتے کیا ڈر ہے یعنی میرے ہونے کی صورت میں دن نکلتے ہی روانہ ہو گیا۔ دن نکلنے پر۔

اسم مفعول بھی سنسکرت سے لیا گیا ہے۔ سنسکرت میں اس اسم مفعول کی علامت 'ت' ہے اور یہ غالباً ہند ایرانی کی عہد کی یادگار ہے۔ فارسی میں 'ت' بھی ہے اور اس کا بدل بھی فارسی گفتہ اور کردہ، سنسکرت ناگر اور کرتا کے قائم مقام ہیں۔ شورسینی میں بھی 'ت'، 'د' سے بدل گئی تھی۔ ماگدھی اور اور مہاراشٹری میں 'ت' حذف ہو گئی لیکن اس کی حرکت 'ے' باقی رہی۔ سنسکرت "کرتہ" مہاراشٹری "گا" اُردو ماگدھی "کیا" شورسینی "گد" اُردو کیا 'ک' کا کسرہ سنسکرت "ر" کی نشانی ہے۔ اسی طرح گتہ، گا (مہاراشٹری) گدو (شورسینی) گیا (اُردو)

اُردو میں اسم مفعول وضع کرتے وقت مادے کے آخر میں "ے ا" اضافہ کر دیتے ہیں۔ جیسے چلا (چل)، پڑھا (پڑھ) کرکہا (کہ) دیا (دے) یہ "ے ا" سنسکرت "ت" کے قائم مقام ہے۔ جن مادوں کے آخر میں الف یا واؤ ہے۔ ان میں ایک 'ی' "ے ا" سے پہلے اور اضافہ کر دی جاتی ہے۔ جیسے کھایا (کھا) بویا (بو) گایا (گا) لایا (لا) کرنا سے کیا، مرنا سے مرا اور جانا سے گیا خلاف قاعدہ ہیں۔ اگرچہ کرنا سے کرا اور مرنا سے مرا بھی ملتے ہیں لیکن کیا زیادہ صحیح اور فصیح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "کیا" براہِ راست "کرتہ" سے

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ڈھالا گیا ہے۔ "ر" حذف ہونے کے بعد اس کا کسرہ "ک" پر باقی رہ گیا تھا۔ "گیا" کی "ی" اس کسرہ کی رہین منّت ہے۔ "موا" "مرتہ" سے ماخوذ ہے لیکن اس میں "ر" کے گرنے کے بعد "م" کو ضمہ مل گیا۔ "و" اس ضمے کی نشانی ہے۔ اردو میں اس کی مثالیں اور بھی ہیں۔ اس کا ذکر تفصیل کے صوتی تغیرات کی بحث میں کیا جا چکا ہے "گیا" "جانا" سے نہیں بلکہ "گم" سے ہے۔ یہ غالباً قدیم دکنی اور برج کے اسم مفعول پر قیاس کر کے بنا لیا گیا۔ دکنی اردو میں لاحقہ "ے ا" سے پہلے ایک "ی" اسم مفعول (یا ماضی) میں ادا ہوتی تھی، اور یہ ہر جگہ پائی جاتی تھی جیسے پڑھیا۔ اُٹھیا۔ چلیا۔ نکلیا۔ یہ "ی" موجودہ زبانوں کے ایک رجحان کے زیر اثر اضافہ کی گئی ہے۔ سنسکرت وقفیہ جو کلمے کے وسط یا آخر میں آتے ہیں۔ پراکرت میں اکثر حذف ہو جاتے تھے لیکن ان کے حرکات باقی رہ جاتے تھے۔ پراکرت میں یہ حرکتیں اپنی حالت پر باقی رہیں۔ بول چال کی زبانوں میں دو حرکتوں کا اجتماع ثقیل سمجھا گیا۔ اس لئے یا تو ان حرکات کو سابق حرکت میں مدغم کر دیا گیا یا ان کے درمیان "ی" یا "و" اور داخل کر دیئے گئے۔ مثلاً "میلہ" سنسکرت میں "میلکہ" تھا "ک" اگر جانے پر "میل ا ے" رہا۔ اُردو میں "ل" کے "ا" اور آخری "ے" کے اجتماع کو ثقیل سمجھ کر دونوں کو مدغم کر دیا گیا۔ اس طرح "میلا" بنا (۱) چلیتہ کی "ت" گر ری تو "چل ے و" ہوا۔ یہاں ए اور अ کا ادغام دشوار تھا۔ اس لئے ان کے درمیان "ی" داخل کر دی گئی۔ اس طرح چلیا (دکنی) اور چلیو (برج) بنے۔ ڈاکٹر دبیر کا بیان ہے کہ جین پراکرت میں وقفیہ گرتے نہ تھے بلکہ ایک خفیف التلفظ "ی" سے بدل جاتے تھے۔ بھنڈارکر نے اس کی تائید ہیم چندر کے بیان کردہ ایک اصول سے کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حروف صحیح گرنے کے بعد جو अ باقی بچ جاتا ہے وہ ایک خفیف "ی" کی

(۱) کیلاگ پارہ ۶۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

طرح ادا کیا جاتا ہے (۱) دکنی اُردو اور برج میں اسم مفعول کی "ی" ہیم چندر کے اس اصول کے مطابق ہے۔ میرا خیال ہے کہ "ی" زیادہ قدیم ہے جو اُردو اسم مفعول سے بعد میں تخفیف کر دی گئی۔

ماضی معطوفہ کا مفہوم ادا کرنے کے لئے کبھی اُردو میں سیدھا سادھا فعل استعمال ہوتا ہے جیسے وہ بات سن چلتا بنا۔ لیکن اکثر ماضی معطوفہ فعل پر "کر" کے "یا" لگا کر بنائی جاتی ہے جیسے مانگ کر مانگ کے، یا مانگ کر کے روٹی لایا۔ یہ ماضی غیر منصرف ہے اور اس کا استعمال ہند ایرانی عہد سے ہے۔ میں ماضی مطلق پر "ہ" بڑھا کر یہ ماضی بناتے ہیں یا یوں کہئے کہ فارسی میں اسم مفعول ماضی معطوفہ کے معنی دیتا ہے۔ سنسکرت میں اس کے دو طریقے ہیں۔ عام مصادر میں "توا" لگا کر جیسے دکرتوا، (کر کے۔ پیتوا (پی کر) اور اپ سرگ یعنی سابقے والے مصادر میں صرف ایک "ی" بڑھا کر جیسے سنتاپ سے "سنتپیہ" (تو یہ کر کے) غالباً اُردو ماضی معطوفہ اوّل اوّل سنسکرت کے منہج پر فعل کے آخر "ی" لگا کر بنائی گئی۔ اس میں اس امر کا کوئی لحاظ نہ تھا کہ فعل بسیط ہے یا مرکب چنانچہ برج اور قدیم ہندی میں ماضی معطوفہ کی جو مثالیں ملتی ہیں ان کے آخر میں "ی" یا زیر ہے جو ظاہر ہے۔ سنسکرت "ی" کا بقیہ ہے۔ جیسے گول راجیتی (گوڑ کے راجہ کو جیت کر) بلی چلی (بلی کو چھپل دے کر) سنی کگ گر (کاغذ یعنی خط سنکر) یہ کسرہ کثرت استعمال سے اُردو میں مٹ مٹا گیا اور خالص مادہ مدتوں بطور ماضی معطوفہ استعمال ہوتا رہا۔ جب مادّے اور ماضی معطوفہ میں کوئی فرق نہ رہا اور ایک کا دوسرے سے اشتباہ ہونے لگا تو تمیز و تفریق کے خیال سے غالباً بہت بعد میں "کر" جو خود ماضی معطوفہ ہے۔ مادہ پر اضافہ کر دیا گیا۔ پڑھ کر، اٹھ کر وغیرہ "کر" کا کسرہ بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکا۔ آخر اس نے بھی فنا کی راہ لی اور "کر" کی ترکیب

ہندوارکر حاشیہ صفحہ ۲۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

سے ماضی معطوفہ بنائی جانے لگی۔ کچھ عرصہ بعد توضیح و تعیین کے لئے پھر ایک لاحقے کی ضرورت پڑی۔ اس مرتبہ 'کے' اضافہ ہوا۔ چل کر کے۔ پی کر کے۔ میرا خیال ہے کہ 'کر' اور 'کے' اردو میں ساتھ ساتھ آئے۔ چنانچہ الگ الگ اُن میں سے ہر ایک آج فعل کے ساتھ مستعمل ہے۔ یہ پہلے بھی اسی طرح استعمال ہوتے تھے۔ اور کبھی مزید وضاحت کے لئے دونوں کو جمع کر دیا جاتا تھا۔

"کے" کے باب میں چٹرجی کا خیال ہے کہ وہ دراصل لاحقہ مفعول ثانی ہے (۱) جو ماضی کی تاکید و توثیق کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ پلیٹس اسے پراکرت [illegible] سے ماخوذ بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ [illegible] اول 'ج' یا 'جے' بنا۔ (سندھی میں لاحقہ ماضی معطوفہ ہے) بعد میں 'ک' سے بدل گیا (۲)۔ نیز "گر" کا ایک روپ بتاتے ہیں۔ "گر" "کر" سے "کے" (۳) بھنڈارکر کی رائے مجھے زیادہ صحیح اور صائب معلوم ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "شورسینی [illegible] تھا۔ کِ ئے، کئی۔ کے (۴) ایک صورت اور بھی ہے وہ یہ کہ 'کے'، 'کر' 'کئے' سے مختصر مانا جائے جو "کیا" کی ظرفی حالت ہے۔ جیسے مے پیئے۔ رقیب کو لئے۔ میں "پیئے" اور "لئے" ہمزہ کی تخفیف کیجئے اور لیجئے میں بھی ہوئی۔ یہ کیجے اور لیجے تھے۔ "کھا کے چلا گیا" کھانا کئے پر چلا گیا۔ یعنی کھانا کھائے جانے پر یا کھا کر چلا گیا۔ اس استعمال کی مثالیں اور بھی ہیں۔ چار بجے اسکول بند ہو جاتا ہے یعنی چار بجنے پر۔ (کھ مچخبر) کون کس کا میت۔

صاحب جلوۂ خضر نے لکھا ہے کہ اُردو میں ماضی معطوفہ اور امر میں فرق نہ تھا۔ ناسخ نے امر پر "کر" بڑھا کر ماضی معطوفہ بنائی (۵) یہ غلط ہے۔ ناسخ سے

---

(۱) بنگالی صفحہ ۱۰۷ (۲) ہندوستانی گرامر صفحہ ۱۳۵ (۳) گرامر جلد ۳، صفحہ ۲۳۱
(۴) بھنڈارکر صفحہ ۲۲۵ (۵) جلوہ خضر حصۂ اول صفحہ ۲۹۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

پہلے اُردو میں "کر" اور "کے مستعمل تھے لیکن ان کا ترک جائز سمجھا جاتا تھا۔ ناسخ نے اسے غیر فصیح قرار دیا۔ اور 'کر' کا اضافہ ضروری بتایا۔ ترک 'کر' کی مثالیں بہت ہیں۔ خوب محمد چشتی کا شعر ہے۔

یہ تو کہیا فلا نے یار　　ایسا بوجھ کرے انکار

شاہ علی محمد جیو گام دھنی کے شعر میں "کر" کا ترک بھی ہے اور اختیار بھی۔

مکھ پر بال بکھیر سو ساتی　　چھپ کر ہوئے رات سنگاتی

باجن ہندی کا قدیم شاعر ہے۔ اس نے 'کر' استعمال کیا ہے۔

محمد سر در پریم کا رحمت اللہ بھریا　　باجن جیون اوا ٹکر سرآگیں دھریا

محمد افضل جھنجھانوی نے 'کر' کی جگہ 'کے لکھا ہے (۱)

ارے بھادوں کہاں ساون کہاں رے　　ملو ٹک آکے فانی جہاں رے

کبیر کے ہاں بھی 'کے' ہے (۲)

نینوں کی کوٹھری پتلی پلنگ بچھائے
پلکوں کی چق ڈال کے پیا کو لیا رجھائے

"اسم استقبالیہ کا ذکر میں مصدر کے ذیل میں کر چکا ہوں۔ 'نا' اور 'نی' اس کے دو روپ ہیں۔ سنسکرت "آنیہ" سے لیا گیا ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ مجھے آج گھر جانا ہے۔ کلیاں بھیجنی ہیں۔ تعزیر دینا ہے۔ مصدر کے 'نا' اور استقبالی نا میں صورۃ کوئی فرق نہیں معنوی طور پر یہ فرق ہے کہ استقبالی "نا" کی تفسیر فعل مستقبل سے کی جا سکتی ہے۔ مجھے گھر جانا ہے۔ میں گھر جاؤں گا۔ دونوں کا مفہوم واحد ہے۔

---

(۱) اُردو شہ پارے صفحہ ۲۰۲　(۲) اُردو قدیم صفحہ ۲۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

۷۔ معروف و مجہول

فعل کی دو قسمیں ہیں۔ معروف و مجہول۔ معروف وہ فعل ہے جس کا فاعل معلوم و مذکور ہو۔ جیسے حامد نے کھانا کھایا۔ مجہول اس کے خلاف اس فعل کو کہتے ہیں۔ جس کا فاعل معلوم نہ ہو۔ جیسے کھانا کھایا گیا۔ سنسکرت میں مجہول بنانے کے لئے مادے کے آخر میں "یہ" کا اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ جیسے بدھ "بدھیتے" (وہ جانا جاتا ہے) "پٹھ" سے "پٹھتے" وغیرہ پراکرت میں کچھ افعال سنسکرت کے نہج پر "ی" کے اضافے سے مجہول بنائے گئے لیکن 'ی' 'ج' سے بدل گئی۔ (شورسینی اور ماگدھی میں حذف ہو جاتی تھی) اور کچھ इज یا ईय مادے کے آخر میں اضافہ کر کے سندھی "کریجے" مارواڑی "کریجنو" قدیم اودھی "دیجے" پراکرت "اِج" ہی کی اعانت سے ڈھلے ہیں۔

پروفیسر میکس مولر نے لکھا ہے کہ سنسکرت مادہ या (جانا) کی اصل य ہے۔ سنسکرت فعل مجہول "ای" بمعنی "جانا" کی مدد سے بنا "بدھیتے" کے لفظی معنی ہیں وہ جانا ہے۔ جاننا یعنی وہ جانا جاتا ہے۔ (۱) اُردو فعل مجہول بھی مادہ "جانا" سے جس کی اصل سنسکرت "یا" ہے بنا لیا گیا ہے۔ ممکن ہے اُردو کی یہ وضع اتنی ہی قدیم ہو جتنی خود سنسکرت کی اردو مادہ "جانا" بعض علماء کے نزدیک سنسکرت "گم" (جانا اور "یا" (جانا) دونوں کے اختلاط و آمیزش کا نتیجہ ہے۔ اس کا اسم حالیہ "جاتا" سنسکرت "یاتہ" سے لیا گیا اور اسم مفعول گیا سنسکرت "گتہ" اردو میں مجہول بنانے کا کام لیا جاتا۔ "گیا" دونوں سے لیا جاتا ہے جیسے پڑھا جاتا تھا۔ پڑھا گیا تھا وغیرہ۔

برج اور اودھی میں کچھ مجہول صیغے ایسے ہیں جو سنسکرت य لگا کر

(۱) مقالات جلد اصفحہ ۵۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بنائے گئے ہیں۔ جیسے "مارے" (مارا جاتا ہے) کریت (کیا جاتا ہے) پوجیت، چاہیت۔

چاہیت یگل کشور لکھی   ادچن یگل انیک بہاری لال

(نوجوان جوڑا دیکھنے کے لئے بہت سی آنکھوں کے جوڑے چاہئیں)

اُردو "چاہیے" بھی مجہول ہی ہے۔ یہ درمیانی عہد کی ہندی بولی "چاہیا ڈی" سے بنا ہے۔ جو قدیم ہند آریائی زبانوں میں "چاکھیاتے" تھا۔ چاہیت۔ پوجیت۔ کریت وغیرہ سب اسم حالیہ ہیں جو چاہت۔ پوجت۔ کرت سے "ی" لگا کر مجہول بنا لئے گئے۔ (۱)

۸۔ افعال کا استعمال

سنسکرت میں افعال کے استعمال تین ہیں۔ یہ پریوگ کہلاتے تھے معروف مجہول لازمی یا ذاتی۔ معروف استعمال میں فعل معروف ہوتا تھا اور اس کا فاعل کسی صلے یا علامت کی مدد کے بغیر لایا جاتا تھا۔ اردو میں یہ استعمال پایا جاتا ہے۔ سورج نکلتا ہے۔ احمد کتاب پڑھتا ہے۔ ان مثالوں میں نکلتا ہے اور پڑھتا ہے فعل معروف ہیں۔ سورج اور احمد ان کے فاعل ہیں جو "نے" علامت آلی فاعل کے بغیر استعمال ہوئے ہیں۔ مجہولی استعمال میں فعل مجہول کے ساتھ ساتھ اس کے فاعل کا ذکر بھی کیا جاتا تھا۔ اور اس پر "۔۔۔ ین" علامت آلہ، جو اردو "نے" کی اصل ہے۔ اضافہ کر دی جاتی تھی۔ اس استعمال میں فعل فاعل کی جگہ مفعول کے ہوا کرتا تھا۔ اردو میں یہ استعمال نہیں۔ فعل مجہول ہر چند تذکیر و تانیث اور افراد و جمعیت میں مفعول یا نائب فاعل کے مطابق ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ فاعل مذکور نہیں ہوتا۔ جیسے کتاب پڑھی جاتی ہے۔ خط لکھا جاتا ہے۔ پھل

(۱) کیلاگ گرامر صفحہ ۲۷۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

لائے جاتے ہیں۔ عورتیں بُلائی جاتی ہیں۔ سنسکرت کا یہ استعمال اردو ماضی مطلق اور ان تمام ماضیوں میں بھی ہے جو ماضی مطلق سے بنائی گئی ہیں۔ ماضی مطلق اصلاً اسم مفعول ہے اور ظاہر ہے اسم مفعول مفہوم کے اعتبار سے مجہول ہوتا ہے "گیا" کے معنی ہیں "گیا ہوا" اور لایا کا مفہوم ہے لایا گیا۔ اس نے کتاب پڑھی۔ شکاری نے ہرن مارا۔ ان مثالوں میں پڑھی اور 'مارا' افعال 'کتاب' اور ہرن کے مطابق ہیں جو ان کے مفعول ہیں اور سنسکرت کی طرح 'اس' اور شکاری پر جو معنوی طور پر ان کے فاعل ہیں۔ 'نے' علامت آلہ داخل کی گئی ہے۔ یہ استعمال سنسکرت "کرمنی" پریوگ (طور پر مجہول) کے مطابق ہے۔

تیسرا استعمال جسے سنسکرت میں "بھاوی پریوگ" کہتے ہیں۔ لازمی افعال کے ساتھ خاص ہے۔ یہ ایک طرح سے فعل لازم کا مجہولی استعمال ہے۔ اس میں "ی" بڑھا کر فعل لازم کو مجہول بنا لیا جاتا ہے اور معروف کے استعمال کے خلاف فعل ہر حالت میں ایک جیسا رہتا ہے۔ فاعل کے اختلاف سے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اس کے فاعل پر مجہولی استعمال کی طرح علامت آلی بھی آتی ہے۔ मया गम्यत (میں نے) گیا ہوں۔ یہ استعمال اردو میں مفقود ہے۔ البتہ ماضی متعدی میں جب مفعول پر "کو" ہوتا ہے تو فعل غیر منصرف ہو جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا۔ ماہرین لسانیات اردو کے اس استعمال کو ذاتی یا لازمی استعمال بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سنسکرت کے بھاوی پریوگ سے ماخوذ (۱) ہے جیسے شکاری نے ہرن کو مارا یا ہرنوں کو مارا۔ احمد نے کتاب کو پڑھا۔ لڑکی نے پھول کو کاڑھا یا پھولوں کو کاڑھا۔

---

(۱) چٹرجی صفحہ ۹۶۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

گریرسن نے لکھا ہے کہ بول چال کی زبان میں ماضی مطلق فعل لازم کا استعمال بطور ذات دیکھا ہے۔ جیسے "کنھیا نے چلا" جو ترجمہ ہے کرشنین چلیتم کا (۱) چیٹرجی نے گریرسن کی ہمنوائی میں اس استعمال کو عام بول چال میں صحیح بتایا ہے مگر غلط ہے۔ شُستہ اور معیاری زبان اور روزانہ بول چال میں کنھیا نے چالا کی جگہ "کنھیا چلا" کہتے ہیں۔ یہ معروف استعمال ہے۔ فعل ماضی متعدی کا مجہولی استعمال براہ راست سنسکرت سے ماخوذ ہے۔ پنجابی اور مغربی ہند و پاکستان کی جدید زبانوں میں یہ استعمال عام ہے۔ اس لحاظ سے یہ زبانیں زیادہ قدیم سمجھی جاتی ہیں۔ ماضی متعدی کا لازمی استعمال نئی چیز ہے۔ اس کے متعلق چیٹرجی کا خیال ہے کہ وہ فعل لازم کے ذاتی استعمال پر قیاس کر کے بعد میں گھڑ لیا گیا (۲) اردو میں مجہولی استعمال کی صورت میں فاعل ہو جاتا ہے۔ جو اصطلاح میں نائب فاعل کہلاتا ہے اور فعل تذکیر و تانیث میں اس کے مطابق ہوتا ہے لیکن مفعول پر "کو" آجانے کے بعد اس میں یہ صلاحیت نہیں رہتی کہ وہ فاعل کی جگہ لے سکے۔ اس لئے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اردو کے مجہولی استعمال کی کڑیاں اس طور پر ہیں کہ سینن پستکا پٹھتا۔ کرشن کرنین پستکا پٹھتکا۔ کنھیا انے پوتھیا بڑھی آ۔ کنھیا نے پوتھی پڑھی۔

۹۔ صورتیں

اردو میں فعل کی چار صورتیں ہیں۔ خبر، شرط، امر اور دعا۔ تمنّا شرط میں داخل ہے۔ بعض عالموں نے دعا کو امر میں شامل کیا ہے

---

(۱) جائزہ جلد ۹ صفحہ ۵۰ (۲) چیٹرجی صفحہ ۹۶۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہے (۱) امر کی ایک صورت امر احترامی ہے۔ چیٹرجی کا خیال ہے کہ امر کے دو زمانے ہیں۔ حال اور استقبال۔ امر حال اصل میں امر ہے۔ امر استقبالی کو دعا کہتے ہیں۔ فعل کی صورت اصل میں فعل کی حالت ہے۔ فعل کی حالتیں صرف دو ہیں جیسا کہ عربی لغویوں کا خیال ہے خبر اور انشاء شرط، امر، نہی، دعا، تعجب، استفہام یہ سب حالتیں انشاء کی ہیں۔

امر، دعا اور امر احترامی تینوں کے لئے اردو میں جُدا جُدا صیغے ہیں۔

	واحد	جمع
(۱) امر	کر	کرو
(۲) دعا	کریو، کیجیو	کریو، کیجیو
(۳) امر احترامی	کرے، کیجئے	کریئے، کیجئے

یہ حاضر کے صیغے ہیں۔ غائب کے صیغے امر، دعا، شرط سب کے لئے ایک سے ہیں۔ وہ کرے۔ وہ کریں۔ لڑکے سے کہو کہ سبق یاد کرے۔ یا لڑکوں سے کہو کہ سبق یاد کریں (امر) خدا اس کی عمر دراز کریں۔ یا دیوتا انہیں اشیرواد دیں (دعا) اگر وہ سبق یاد کرے۔ اگر لڑکے روزانہ سبق یاد کریں (شرط) "ج" کا اضافہ ان افعال کے ساتھ مخصوص رہے جن کے آخر میں "ی" (معروف و مجہول) یا "و" ہے (۲) جیسے دے سے دیجئے۔ پی سے پیجئے۔ لے سے لیجیو۔ ہو سے ہوجیو لیکن یہ کلیہ نہیں "سی" سے سیو، چھو، سے چھوؤ۔ سو، سے سوؤ۔

امر کے دونوں صیغے سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ "کر" تو ظاہر ہے سنسکرت صیغہ امر حاضر کے مطابق ہے۔ البتہ "کرو" صیغہ جمع حاضر سے ذرا مختلف ہے بھنڈارکر کے نزدیک یہ صیغہ اپ بھرنش कारह سے لیا گیا ہے (۳)

(۱) پلیٹس اردو گرامر صفحہ ۱۲۶ (۲) ایضاً صفحہ ۱۲۷ (۳) بھنڈارکر صفحہ ۱۱۴

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

گرہ، کرے، کرو۔ لیکن میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ اس کا جوڑ اَپ بھرنش سے لگایا جائے۔ اس لئے کہ واحد کا صیغہ اَپ بھرنش میں "کر" نہیں "کرو" کا ہے جیسا کہ مرہٹی میں ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ "کر" تو سنسکرت اور پراکرت روپوں کے مطابق ہو اور "کرو" اَپ بھرنش "کرہو" سے ڈھالا جائے اغلب یہ ہے کہ اردو "کرو" اصل میں "کرہ" تھا جو پالی "کرتھ" سے مہاراشٹری "کرہ" کے ڈھنگ پر بنایا گیا تھا۔ سنسکرت گچھت اور گچھنت پر قیاس کر کے بعد میں اضافہ کر دیا گیا۔ اس قیاس کی مثالیں پراکرت میں بھی ہیں۔ جیسے پچھامو (میں پوچھوں) پچھسو (تو پوچھے) (۱) میں سنسکرت امر "گچھت" کو سامنے رکھ کر بڑھایا گیا ہے (۱)۔ اَپ بھرنش اور قدیم ہندی دونوں میں اس کا روپ "کرہو" ہے۔ بھنڈارکر نے تلسی داس کا مصرعہ

پار وتی پیہم جانی تم پریم پریکشا لیہو

نقل کیا ہے۔ چند کے یہاں بھی اس کا روپ یہی ہے۔ جیسے "تمہ لیہو! تمہ لیہو" (تم پکڑو! تم پکڑو) (۲) کیلاگ نے پروفیسر لاسن کی ہم نوائی کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ صیغہ سنسکرت کی گردان آتمنے پد کے لاحقے "دھوم" کے سہارے بنایا گیا تھا۔ اشتقاق کی ترتیب اس طور پر ہے۔ چلدھوم، چلہوم، چلسوں، چلوں، چلو (۳)

یہ اشتقاق اس صورت میں ہے کہ ان صیغوں کو براہِ راست سنسکرت سے ماخوذ مانا جائے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ سب سنسکرت اخذ و اشتقاق کے نہج پر معاون افعال اور لاحقات و علامات کی مدد سے آزادانہ طور پر ڈھال

---

(۱) ولز صفحہ ۳۷ (۲) بیمز جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ (۳) ہندی گرامر صفحہ ۲۴۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

لئے گئے ہوں۔ سنسکرت افعال کو "اس" (ہونا) اور "یا" (جانا) مادوں کی مدد سے گردانا جاتا تھا۔ (۱) مثلاً فعل حال کی گردان میں اس کے حسب ذیل صیغے مادے کے آخر میں جوڑے جاتے تھے۔

اسمی۔ اسمہ۔ اسی۔ استھ۔ استی۔ سنتی۔

مادہ چل پر یہ صیغے جوڑنے سے ذیل کے روپ بنے۔

یہ روپ زیادہ قدیم ہیں۔ "س" کی تخفیف کے بعد ان کی یہ شکلیں رہیں۔

چلامی۔ چلامہ۔ چلیسی۔ چلتھ۔ چلتی۔ چلنتی۔

واحد حاضر کا "س" اب بھی موجود ہے۔ یہ فارسی میں حذف ہو گیا ہے۔ پراکرت کے قدیم صیغوں میں بھی "س" تھا۔ مگر "ہ" سے بدل گیا تھا۔

چلمہی۔ چلمہہ۔ چلہی۔ چلہا۔ چلیتھا۔ چلنتی۔

پراکرت کی "و" قدیم ہندی کے بعض صیغوں میں ہے۔ (۲) چلہی (واحد حاضر) چلہو (جمع حاضر) چلہی (واحد غائب) چلہیں (جمع غائب) چلہیں (جمع متکلم) (واحد متکلم) چلوں "اصل میں" چلہوں "تھا۔

اردو صیغے "ہو" کی مدد سے بنائے گئے ہیں جو سنسکرت "اس" کے ہم معنی ہے۔ چل + ہوں = چلوں۔ چل + ہیں = چلیں۔ چل + ہے = چلے۔ چل + ہو = چلو۔ چل + ہے = چلے۔ چل + ہیں = چلیں۔ قدیم ہندی میں امر حاضر کے آخر میں "تو" بھی تھی۔ جیسے کرو۔ دھرو۔ تلسی داس کا مصرع ہے۔ دھرہو روپ اودھ پرجاہو (لڑکے کا روپ بدل کر اودھ شہر میں جاؤ) یہ صیغہ حال سے مستعار ہے۔ قدیم ہندی میں اکثر حال کے صیغے امر کے معنی میں استعمال ہوتے تھے۔ واحد حاضر

---

(۱) مقالات مولوی صفحہ ۵۷ (۲) ہندی گرامر صفحہ ۲۴۵

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کو چھوڑ کر اردو میں بھی امر کے لئے حال ہی کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ جاؤ کی اصل سنسکرت "یاس" ہے۔ یاس۔ یاہ۔ جاو۔ جاؤ۔

کریئے اور کیجیے سنسکرت "کریات" سے لئے گئے ہیں۔ سنسکرت میں "یا" لاحقہ دعا ہے۔ یہ پالی میں [illegible] اور پراکرت میں ئیسی ہوا۔ لیجیے میں "ج" "ی" کا بدل ہے۔ "کریئے" میں "ی" اپنی حالت پر قائم ہے اور کیجیے میں "ج" سے بدل گئی ہے۔ کیجیے اصل "کجے" تھا۔ ڈاکٹر چیٹرجی فرماتے ہیں کہ کرے اور کیجیے سنسکرت فعل دعائی پر خبری [illegible]۔ ی۔ 'ی' لگا کر بنائے گئے ہیں۔ زیادہ اچھا یہ ہے کہ "کرے" کی 'ی' سنسکرت مفتوح الاواخر اسماء کے لاحقہ (ए) اور دوسرے اسماء کے لاحقہ [illegible] دونوں کی آمیزش کا نتیجہ سمجھی جائے۔ چیٹرجی کو "یو" اور "دیجیو" کو بھی سنسکرت 'کریات' اور 'دواپات' ہی سے مشتق بتاتے ہیں۔ کرے اور دیجیے پر خبری علامت "تی" اضافہ کی گئی تھی اور 'کریو' اور 'دیجیو' پر امری علامت "تو" بڑھائی گئی۔ 'دیجیو' = دوج (دویات) + ے (ت) (۱)۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ کریو۔ کیجیو۔ کریجے۔ کیجیے۔ یہ سب صیغے غائب کے ہیں اور سنسکرت غائب کے صیغوں سے ڈھالے گئے ہیں۔ دوسرے کریو، کیجیو اصلاً مفرد ہیں۔ جس طرح یہ غائب کے صیغے ہوتے ہوئے بھی اردو میں حاضر کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح اصلاً مفرد ہوتے ہوئے جمع کے لئے ان کا استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ پلیٹس نے "کریو" کو "کرے" کی جمع بتایا ہے اور ایتھر نگٹن کے اس خیال کا رد کیا ہے کہ "کریو" اور "کیجیو" کرے اور کیجیے کی طرح مفرد ہیں۔ (۱) سب سے بڑا ثبوت اس امر کا یہ صیغے مفرد ہیں "ہو جیو" کا

---

(۱) چیٹرجی صفحہ ۹۰۰

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

استعمال ہے۔ خدا کی لعنت مشرکوں پر ہو جیسے۔ پراکرت پنگل میں وہ جو (۱) (دیکھیو) سوتھا سن کر و جو مو کھا (وہ شنکر تمہیں نجات دے) معروف بھی ہے اور غائب بھی۔(۲)

بھنڈارکر کہتے ہیں کہ امر احترامی سنسکرت امر مجہول سے لیا گیا ہے۔ امر مجہول غائب کا استعمال سنسکرت میں احترام کے مواقع پر ہوتا تھا۔ امر حاضر معروف میں براہ راست تخاطب مخاطب کے درجے اور مقام عالی کے منافی ہے۔ غائب مجہول میں براہ راست تخاطب نہیں ہوتا۔ اس لیئے یہ پیرایۂ بیان رفیع المرتبت اصحاب کے شایانِ شان سمجھا جاتا ہے۔ امر مجہول سنسکرت میں "یا" کی مدد سے بنتا تھا۔ اردو میں بھی "ی" ہی سے کام لیا جاتا ہے۔ جو پراکرت کے عام اصول کے مطابق کبھی इज्ज سے اور کبھی एज्ज سے بدل جاتی ہے (۳) لاحقہ بدستور امر معروف کا 'تُ' سے یا آتمنے پد کا 'دِ ے' ہوتا ہے جیسے देखियेत - देखिइमत - दीजियेत देखिएतु اور دیکھیے۔ یا देखियेतु - देखिज्जतु देखियेतु دیکھیو یا دیکھیو۔ (۴)

یہ اشتقاق زیادہ واضح ہے اور ساتھ ہی اس اردو میں ان صیغوں کے مختلف استعمالات بھی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ فعل مجہول کی نسبت فاعل کی طرف نہیں ہوتی۔ اس لیئے فاعل کے اعتبار سے اس کی وحدت و جمعیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ حاضر میں خاص طور سے استعمال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ صیغے امر کے ہیں اور امر میں عام طور سے خطاب ہوتا ہے۔

---

(۱) اردو گرامر حاشیہ صفحہ ۱۳۶ (۲) بحوالہ چٹرجی صفحہ ۹۰۰

(۳) ولز صفحہ ۹۴

(۴) لیکچرز صفحہ ۲۱۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

شرط اور تمنّا کے لئے اردو میں ایک گردان ہے۔ ماضی تمنّائی یا شرطیہ حالیہ سے بنتی ہے۔ اگر (یا کاش) وہ آتا۔ اگر (یا کاش) وے آتے۔ حاضر اور متکلم میں بھی یہی روپ ہوتے ہیں۔ فعل حال میں مضارع کے صیغے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر دھوپ نکلے تو سردی جاتی رہے۔ مستقبل کے لئے جزو شرط کے صیغے ایک ہیں۔ اگر تم بازار جاؤ گے تو میں بھی چلوں گا۔ کبھی ماضی شرط کے معنیٰ دیتی ہے۔ اگر میں کامیاب ہو گیا تو کالج میں داخلہ کراؤں گا۔ چٹرجی کا بیان ہے کہ فعل کی شرطیہ صورت قدیم ویدک زبان میں تھی۔ مگر ادبی سنسکرت میں یہ نہیں ملتی۔ پراکرت کے عہد اولیں یعنی پالی میں اس کے آثار پائے جاتے ہیں۔

اپ بھرنش اور اودھ میں بھی شرط کے لئے کوئی خاص فعل یا اس کا کوئی خاص روپ نہ تھا۔ فعل حال ہی اپنی اصلی صورت میں شرط کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ مثلاً سیر ایک جی پاؤں گھنا (جو ایک سیر گھی پاؤں) جی ابھتی وگنتر جا ہستی کنتا (اگر محبوب اب بھی دوسرے دیس جائے) جی جاڈا روسی چتا باسی پیئے اگی تنھیا (اگر سردی روٹھے، دل سکڑے، اور آگ پیٹ پر رکھی جائے) [2] یہ چند مثالیں ہیں۔ ان میں پاؤں، جاہستی روسی باسی یہ سب فعل حال کے صیغے ہیں۔

۱۰۔ افعال کی گردان

سنسکرت افعال کی گردان دو طرح کی تھی۔ پر سمے پد۔ آتمنے پد۔ (غرضی ذاتی) اور دونوں کے لاحقے الگ الگ تھے۔ افعال کے دس گنتر یا ابواب

---

(۱) چٹرجی صفحہ ۹۰۱ (۲) پراکرت پنگل بحوالہ چٹرجی صفحہ ۹۰۲ ۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

تھے۔ ہر گنتر کے اذ یالی کو دوسرے سے الگ اور مختلف انداز میں گردانا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ دس بجنتیں، اور گردانیں تھیں۔ زمانے کی اُلٹ پھیر کے ساتھ سنسکرت فعل کی یہ پیچیدگیاں کم ہوتی چلی گئیں۔ پالی میں پہنچکر صرف پر سمے پد رہ گیا۔ گنتروں میں سے چھٹ کر صرف پانچ بچے۔ گردانوں میں سے بھی دو کی تخفیف ہوئی۔ پراکرت عہد میں یہ کاٹ چھانٹ اور زیادہ ہوئی۔ دو گنتر اور چار گردانیں پراکرتوں کا کل قدیم سرمایہ بس اسی قدر ہے۔ اپ بھرنش میں افعال کے گرداننے کا صرف ایک طریقہ تھا۔ یہی آج اردو میں ہے۔ البتہ گردانوں کی کمی کو اسم مفعول اور اسم حالیہ کی مدد سے پورا کر لیا گیا ہے۔

اُردو کی گردانیں دو طرح کی ہیں (الف) جو اصل مادے میں کسی قدر تصرف کر کے حاصل کی گئی ہیں۔ (ب) جو اسم حالیہ، اسم مفعول یا اور کسی معاون فعل کا نتیجہ ہیں۔ پہلی قسم کی گردانیں تین ہیں (۱)، مضارع (۲)، مستقبل (۳) امر۔

دوسری قسم کی گردانیں تعداد میں سات ہیں۔ جو اسم حالیہ کی مدد سے بنی ہیں وہ یہ ہیں فعل حال، ماضی تمنائی یا شرطیہ ماضی، استمراری، مندرجہ ذیل گردانیں اسم مفعول کی مدد سے بنی ہیں۔

ماضی مطلق۔ ماضی قریب۔ ماضی بعید۔ ماضی شکی یا احتمالی۔

ان میں مضارع کو قدیم ہند ایرانی گردانوں کا بقیہ سمجھنا چاہیے۔ اس کی تاریخ مسلسل اور مربوط ہے۔ یہ سنسکرت "لٹ لکار" (فعل حال) کی پر سمے پد گردان سے ماخوذ ہے اور پراکرت و اپ بھرنش عہد سے گزرتا ہوا اردو میں آیا ہے۔ میں ذیل میں اس کی گردان سنسکرت پراکرت اور اپ بھرنش روپوں کے دے رہا ہوں۔

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اردو	اپ بھرنش	پراکرت	سنسکرت	
چلوں	چل ۔ ؤں	چلامی	متکلم ۔ چلامی	مفرد
چلے	چلہی ۔ چلئی	چلسی	حاضر ۔ چلسی	
چلے	چلئی ۔ چلہی	چلئی	غائب ۔ چلتی	
چلیں	چلہوں	چلامو	متکلم ۔ چلامہ	جمع
چلو	چلہو	چلہا	حاضر ۔ چلتھ	
چلیں	چلہیں	چلنتی	غائب ۔ چلنتی	

پراکرت اور سنسکرت روپوں میں جو تال میل ہے وہی اپ بھرنش اور اردو روپوں میں ہے ۔ اپ بھرنش روپوں کی "ہ"، سنسکرت کے قدیم لاحقات "اسمی" وغیرہ کے "س" کی نشانی ہے ۔ یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ کسی قدیم زمانے میں یہ لاحقے سنسکرت مادوں کے آخر میں جوڑے جاتے تھے ، بعد میں دست برد زمانہ کی نذر ہو گئے ۔

ان صیغوں کا ارتقا واضح ہے صرف دو میں کسی قدر الجھن ہے ایک تو اپ بھرنش چلہ دؤں میں سنسکرت اور پراکرت ہے ، کے "ہ" سے بدل جانا بظاہر بعید نظر آتا ہے ۔ دوسرے اپ بھرنش "چلہوں" (جمع متکلم) سے اردو چلیں نہیں بنتا ۔ اس الجھن کو بیمز نے اس طرح سلجھانے کی کوشش کی ہے کہ اپ بھرنش "چلہوں" ، سنسکرت صیغہ جمع متکلم "چلامہ" سے متاثر ہوا ہے ۔ چلامہ ، چلاموں ۔ چلاؤں ۔ چل ؤں ۔ چلوں اور اردو "چلیں" سنسکرت "چلامی" سے ۔ چلامی ۔ چلائیں ۔ چلیں ۔ چلیں (۱) ایک صیغے کا دوسرے سے تاثر لسانیات میں

---

(۱) تقابلی گرامر جلد ۳ پارہ ۳۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

بہت عام ہے۔ اس کی ایک مثال "ہیں" اور "ہم" ہے جن کی بابت میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ ادل بدل گئے ہیں۔ "ہیں" مفرد ہے اور ضمیر جمع سے لیا گیا ہے اور "ہم" جمع ہے لیکن اس کا ماخذ ضمیر مفرد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اردو "چلوں" یا اپ بھرنش "چلئوں" "چلامی" سے اس طرح بنے ہوں کہ اوّلی "می" کی "م" حذف ہوئی اور بعد میں "م" غنہ کر دیا گیا۔ جیسے گرام سے گاؤں اور نام سے ناؤں۔ لیکن سکسینہ کو یہ ناممکن اور بعید نظر آتا ہے۔ (۱)۔

مضارع کا صیغہ جمع حاضر "چلو" اور امر حاضر "چلو" دیکھنے میں ایک جیسے ہیں لیکن دونوں میں فرق ہے۔ "چلو" سنسکرت چلتھ۔ پراکرت چلہا اور اپ بھرنش "چلہو" سے لیا گیا ہے اور امر حاضر کا چلو پالی "چلتھ" پراکرت چلہہ پر ے (اتے) لگا کر بنا ہے۔

اردو مستقبل کے صیغے وہی ہیں جو مضارع کے ہیں۔ ان پر "گا" "گی" اور "گے" بڑھا دیئے گئے ہیں "گا" کا اشتقاق اوپر دیا جا چکا ہے۔ اس فن کے علماء کا خیال ہے کہ اردو مستقبل کے صیغے سنسکرت فعل مستقبل سے سخت صوتی کے زیر اثر بنے تھے۔ "چلشیتی" پراکرت میں "چلیس ئی" ہوا اس سے اپ بھرنش "چلسی" یا "چلہی" اور پھر چلے۔ بعد میں مضارع سے تمیز دینے کے لئے "گا" علامت استقبال اس پر اور اضافہ کر دی گئی۔ دراصل مضارع کے صیغے، جن کی بابت میں نے ابھی بتایا کہ وہ سنسکرت فعل حال سے لئے گئے تھے۔ قریب قریب تمام جدید آریائی زبانوں میں ملتے ہیں اور افعال کے سلسلے میں بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قدیم اردو میں ان صیغوں پر "ہے" اور اس کے دوسرے تغیرات لگا کر فعل حال کی گردان کی جاتی تھی۔

---

(۱) اردو کی صفحہ ۳۵۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

ہو سکتا ہے کہ یہ صیغے قدیم زمانے سے دلی اور میرٹھ کی بول چال میں رائج ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانے میں جب برج بھاشا کو فروغ ہوا اور وہ آس پاس کی بولیوں پر چھاتی چلی گئی۔ یہ صیغے دبے پاؤں اُردو میں داخل ہو گئے اور کسی کو محسوس تک نہ ہوا۔ بہر حال ناسخ کی تحریک اصلاح سے پہلے یہ صیغے عام طور سے شستہ اور معیاری زبان میں رائج تھے۔ ناسخ نے اُن کو ٹکسال باہر قرار دیا۔ اور اُن کی جگہ اسم حالیہ پر "ہے" بڑھا کر فعل حال بنایا۔ اردوئے قدیم میں اسم حالیہ کے پہلو بہ پہلو تنہا فعل مضارع بھی حال کے معنی میں مستعمل تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ "ہے" اور "گا" قریب قریب ہم عمر ہوں۔ تنہا مضارع حال اور مستقبل دونوں کے معنی دیتا تھا۔ سیاق سے اس کے معنی متعین کیے جاتے تھے۔ بعد میں مزید تعین و تشخیص کے لیے "ہے" اور "گا" بڑھا دیے گئے لیکن اس اضافے کی ٹھیک ٹھیک تاریخ بتانا دشوار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُردو کے قدیم سرمایۂ ادب میں ہمیں یہ سب استعمالات ملتے ہیں۔ جب تک ہم سارے ادب کو نہ کھنگالیں قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ ان میں سے کون زیادہ قدیم ہے۔ کبیر کا ایک دوہا ہے۔

غوطہ مار سندھ میں موتی لائے پیٹھ
وہ کیا موتی پائیں گے جو ہے کنارے بیٹھ

شیخ وجیہ الدین گجراتی المتوفی ۹۹۸ھ کا ایک مقولہ صاحب اُردوئے قدیم نے نقل کیا ہے۔

"جب ترقی پکڑیں گے تو ابیں درس کہیں گے۔" (۱)

---

(۱) اُردوئے قدیم صفحہ ۲۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

اس کے علاوہ شیرانی نے ہندی کا ایک قدیم دوہا دیا ہے۔ (۱)

"سجن سکارے جائیں گے اور نین مرہیں گے روئے"

ان مثالوں میں مستقبل مضارع پر "گا" لگا کر بنایا گیا ہے۔

اس کے علاوہ قدیم اردو میں پراکرت کا تالیفی فعل مستقبل بھی تھا۔ لیکن لاحقہ استقبالی مس "ہوگا" کی طرح کلمے سے الگ کر کے کسی قدر تحلیلی بنا لیا گیا تھا۔ سنسکرت، پراکرت اور اپ بھرنش زبانوں میں فاعلی لاحقہ "سی" "سس" یا "س" کے بعد جوڑے جاتے تھے۔ اور مادہ بدستور ایک حالت پر قائم رہتا تھا۔ مگر اردو میں اصل مادے کو گردانا جاتا تھا۔ اور اس پر "س" اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ لیکن یہ عام اور مطرد نہ تھا۔ اپ بھرنش کی طرح "س" کے بعد بھی فاعلی لاحقہ دیکھا گیا ہے۔ مثلاً دھرسوں (دھروں گا) جو اپ بھرنش "دھرسوں" یا "دھرسوں" کے مطابق ہے۔ لیکن "ملوں" اور "سو" سے مرکب ہے۔ محمود شیرانی نے جواہر اسرار اللہ شاہ علی جیو گام دھنی سے انتخاب کر کے فعل مستقبل کے حسب ذیل صیغے لکھے ہیں۔ واحد غائب۔

کریسو (کرے گا) جاسی (جائے گا) ملاسی (ملائے گا)

واحد حاضر۔ دیکھسی توں۔ توں کرسی وغیرہ۔ واحد متکلم۔

جان ندیسوں (جانے نہ دوں گا) دھرسوں۔ ملے سوں۔ ملوں سوں۔ کروں سوں۔ یہ "سی" دکنی اردو میں بھی تھا۔ احمد دکنی کا شعر ہے۔

کدھیں سیج سنگ پنگ ملسی نہ منجھ
کدھیں من کمل پھول کھل سی نہ منجھ

ولی نے کہا ہے

---

(۱) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۴۸

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

کہا ہے نہ زہر کا تاثیر اس میں
نہ چلی سی کچھ مرانند بیر اس میں

لیکن شمالی اردو میں اس کی جگہ "گا" مستعمل تھا۔ اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ روپ دکنی اردو میں گجراتی سے آیا۔ اُردو کا اپنا صیغہ وہی ہے جس میں مضارع پر "گا" "گی" "گے" بڑھائے جاتے ہیں۔ سکھوں کے گرنتھ میں دو طرح کے مستقبل ملتے ہیں۔ ایک تو "گا" کے اضافے سے دوسرا "سا" "سہی" اور "سی" لگا کر جو پراکرت "سامی" (متکلم) "سسی" اور "سسدی" کے مطابق ہیں۔ (۱)

اردو میں امر کے دو صیغے ہیں۔ ان کی تاریخ اوپر دی جا چکی ہے۔ بقیہ صیغے مضارع کے ہیں۔ جو امر کے معنی بھی دیتے ہیں۔ ان کے متعلق گریرسن کی رائے ہے کہ وہ سنسکرت فعل حال سے ماخوذ ہیں لیکن ہیمز انہیں سنسکرت امر سے ڈھالا ہوا بتاتے ہیں۔ دھریندر ورما کا خیال ہے کہ ان پر حال و امر دونوں کا پرچھاواں پڑا ہے (۲)۔ ذیل میں ان روپوں کے ساتھ ساتھ سنسکرت اور پراکرت کے امر کے صیغے بھی دیئے جا رہے ہیں۔

اُردو	پراکرت	سنسکرت	
چلوں	چلمُو	چلانی	متکلم
چلیں	چلامُو	چلام	
چلے	چلدُو، چلیئُو	چلتو	غائب
چلیں	چلنتو	چلنتو	

اردو کے متکلم صیغے پراکرت کی جگہ سنسکرت کے صیغے سے زیادہ قریب ہیں لیکن جیسا کہ ہیمز کے حوالے سے اوپر عرض کیا گیا، ان میں اُلٹ پھیر ہوئی ہے۔ واحد متکلم جمع سے لیا گیا تھا۔ اور جمع متکلم واحد سے۔ چلانی۔ چلامیں۔

---

(۱) ترمپا مقدمہ گرنتھ صفحہ ۷۷ (۲) ہندی کا اتہاس صفحہ ۲۸۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

چلیئیں۔ چلیں۔ اسی طرح چلام، چلاؤں، چلیوں۔ چلوں۔ غائب کے صیغے فعل حال سے ہیں۔ اس کی تفصیل اوپر آچکی ہے۔

فعل حال کے اردو میں دو روپ ہیں۔ ایک سنسکرت فعل حال سے ڈھلا ہوا مضارع۔ دوسرا اسم حالیہ۔ یہ دونوں روپ قدیم ہیں اور قدیم زمانے سے برابر استعمال ہوتے چلے آئے ہیں۔ ان پر "ہے" فعل معاون کا اضافہ بعد میں ہوا۔ یہ اضافہ اول اول اسم حالیہ پر ہوا۔ بعد میں فعل مضارع پر بھی اسے بڑھا دیا گیا۔ آدی گرنتھ کے مصنفین عام طور سے فعل مضارع بغیر الحاق "ہے" استعمال کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ گرو ملیئے ہری منی وسے سبھائی (۱) (گرو کے ملنے پر ہری خود بخود من میں سما جاتا ہے) وِنوستی گرو پریتی نہ آوے (بناست گرو ایمان نہیں آتا)۔ سپنے سکھ نہ پاوے (۲) (خواب میں سکھ نہیں پاتا) وسئے۔ آوے اور پاوے سب فعل حال کے صیغے ہیں۔ اسم حالیہ بھی فعل معاون سے خالی ہے۔ کچھ نہ ہوت اُپائی (۳) (کچھ تدبیر نہیں ہوتی ہے) اردو مصنفین کے یہاں بھی مضارع اور اسم حالیہ بغیر اضافہ "ہے" ملتے ہیں۔ خسرو کہے باتاں غضب دل میں نہ لاوے کچھ عجب۔ (۴)

احمد دکنی کا شعر ہے۔

مجھے لوگ کہتے ہیں کہ سٹ دے پرت
پرت چھوڑ دینی کسے ہے سکت

لیکن "ہے" کا اضافہ بھی کچھ کم قدیم نہیں۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ۔

---

(۱) آدی گرنتھ صفحہ ۲۲۲ (۲) ایضاً صفحہ ۹۰ (۳) ایضاً صفحہ ۷۰۸ (۴) پنجاب میں اردو صفحہ ۱۲۷

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri.

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

چودھویں صدی کے ایک بزرگ ہیں۔ ان کا ایک مقولہ ہے "بھوکوں موے سوں خدا کچھ اپڑ بیتا ہے (۵) امیر خسرو کا شعر ہے۔

یار نہیں دیکھتا ہے سوئے من
بے گنہ ہم سا تھ عجب روٹھا ہے

شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری رحمتہ اللہ علیہ کا ایک گنج مندرہ مشہور ہے۔ اس میں یہ جملہ بھی ہے (۱) "تمہیں ساکی دھرتا ہوں" شیخ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ بارہویں صدی میں تھے۔ ان کا یہ مقولہ شیرانی نے سیرالاولیار سے نقل کیا ہے (۲) "پونوں کا چاند بالا ہوتا ہے"

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم اُردو میں حال کے لئے عام طور سے اسم حالیہ "ہے" اور اس کے تغیرات کے ساتھ استعمال ہوتا تھا۔ اور شاید اُردو کا اصلی روپ یہی ہے۔ اس لئے ناسخ نے جائے ہے اور کھائے ہے وغیرہ افعال کو غیر فصیح سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

ماضی تمنائی یا شرطیہ اسم حالیہ سے بنتی ہے۔ اس میں حاضر غائب، اور متکلم کی جگہ مذکر مؤنث کا فرق کیا جاتا ہے۔

مفرد		جمع
مذکر	اگر (یا) کاش آتا	اگر (یا) کاش آتے
مؤنث	اگر (یا) کاش آتی	اگر (یا) کاش آتیں

ماضی استمراری بناتے وقت "تھا" اور اس کے صیغے فعل حالی پر بڑھا دیئے جاتے ہیں۔

آتا تھا　　آتے تھے　　آتی تھی　　آتی تھیں

(۵) اُردوئے قدیم صفحہ ۲۲ (۱) پنجاب میں اردو صفحہ ۵۸ (۲) ایضاً صفحہ ۲۲۹

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

یہ گردانیں اور ان کے صیغے نوساختہ ہیں۔

سنسکرت میں جہاں متفرقہ صیغوں سے گزرا ہوا زمانہ ظاہر کیا جاتا تھا۔ وہاں اسم مفعول سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا۔ پراکرت عہد میں متفرقہ صیغے مِٹ مٹا گئے۔ اور ماضی کی گردان تمام تر اسم مفعول کی مدد سے کی جانے لگی۔ چیٹرجی نے اشوک کے کتبوں اور تحریروں سے ثابت کیا ہے کہ پراکرت کے اولیں عہد میں اسم مفعول کا استعمال ماضی کے لئے ہونے لگا تھا۔ اردو میں ماضی کی گردان اس طور پر ہے۔

	مفرد	جمع
مذکر	گیا	گئے
مؤنث	گئی	گئیں

اسم مفعول پر بحث کرتے ہوئے لکھا جا چکا ہے کہ سنسکرت میں لاحقات اسم مفعول "اِت"، "ت" اور "ن" ہیں۔ جن میں سے پہلے دو پراکرت میں بترتیب "اِ ءَ" اور "ءَ" ہو گئے۔ ان پر "ک" الحاقی اضافہ ہوا تو وہ اپنے پیچھے ایک "ے" اور چھوڑ گیا۔ اردو کا "ے ا" ان دونوں کے ادغام و ارتباط کا نتیجہ ہے۔ چلتک۔ چلتاہ۔ چلِ ے۔ ے۔ چلِ ے ا۔ چلیا۔ چلا۔ دکنی۔ اردو میں "ا" سے پہلے "ی" ہر جگہ ملتی ہے۔ جیسے پڑھیا۔ چلیا۔ دھریا۔ سنیا۔ لکھیا وغیرہ۔ امین ابا ہمی علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷-۱۰۸۳) کے عہد کا ایک شاعر ہے۔ 'نجات نامہ' کے عنوان سے اس نے ایک مثنوی لکھی تھی۔ اس میں کئی جگہ ماضی بغیر "ی" استعمال ہوئی ہے۔ مثلاً ذیل کے شعر میں۔ (۱)

---

(۱) بحوالہ ہندوستانی اپریل سنہ ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۸۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

جو کوئین سنتا ہے محمدؐ کی بات
قیامت میں جائے گا حسرت کے ساتھ

گریرسن کی رائے میں "ی" سنسکرت تَہ کے عوض میں ہے۔ جو بعض صیغوں میں "ت" سے پہلے پائی گئی ہے۔ جیسے چلیتہ، مارتہ وغیرہ۔ وہ کہتے ہیں سنسکرت اور پراکرت تَہ کا [illegible] سے تبادل تلفظ سے زیادہ ہیجی کی چیز ہے۔ (۱)

اس اعتبار سے یہ "ی" زیادہ قدیم ہے۔ اردو ماضی کے صیغے بھی کسی زمانے میں "انس سی" کے حامل تھے۔ لیکن اردو کے قدیم ادبی سرمایہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ شمالی ہند کی زبان میں اس "ی" کا وجود نہ تھا۔ محمد افضل کا ذکر شیرانی نے کیا ہے اور انہیں ضلع مظفر نگر کا باشندہ بتایا ہے۔ امیر خسرو کو چھوڑ کر شمالی ہند کے قدیم ترین شاعر یہی ہیں۔ انہوں نے ۱۶۲۶ء کے لگ بھگ ایک نظم بارہ ماسہ لکھی تھی۔ اس میں ماضی مطلق بغیر "ی" استعمال ہوئی ہے۔ حالانکہ ان کے ہم عصر دکنی اور گجراتی مصنف اور شاعر سب ماضی میں "ی" [illegible] "کیا" اور "گیا" مستثنیات میں سے ہیں۔ ان صیغوں میں " [illegible] علت اوپر بیان کی جاچکی ہے۔

[illegible] ش میں بھی "ی" پائی جاتی تھی۔ لیکن اس زمانے میں یہ [illegible] مجہول کے معنی دیتے تھے۔ ماریا (مارا گیا) ہیم چند کی کتاب میں ملتا ہے۔ (۲)

---

(۱) جائزہ جلد ۲ صفحہ ۴

(۲) بحوالہ شیام سندر صفحہ ۶۶

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

"بھلا ہوا جو ماریا بہنی تُہارا کنُت" (بہن ہمارا شوہر مارا گیا تو بھلا ہی ہوا) اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ یہ "ی" مجہول کی ہے اور قدیم اسم حالیہ مجہول "پڑھنیت" سے ماخوذ ہے۔ (۱)

تمت بالخیر

---

(۱) اودھی کا ارتقا صفحہ ۲۵۲

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri

Raja Shujat Ali Khan, Session Judge Srinagar Collection

[illegible]

Courtesy Adv. Showkat Hussain Naqshbandi, Srinagar. Digitization eGangotri